کام کی باتیں

اِس کتاب میں اصلاح وارشاد اور مختلف دینی موضوعات پر نہایت ضروری باتیں جمع کی گئی ہیں جن کا پڑھنا نہایت مُفید اور نافع ہے۔

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ

معہد الخلیل الاسلامی
بہادر آباد، کراچی

قال تعالیٰ

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا

کام کی باتیں

اِس کتاب میں اصلاح و ارشاد اور مختلف دینی موضوعات پر نہایت ضروری باتیں جمع کی گئی ہیں جن کا پڑھنا نہایت مفید اور نافع ہے۔

از

حضرت مولانا محمد عاشقِ الٰہی صاحب رحمہ اللہ

ناشر

مَعْہَدُ الْخَلِیْلِ الْاِسْلَامِی

بہادر آباد، کراچی
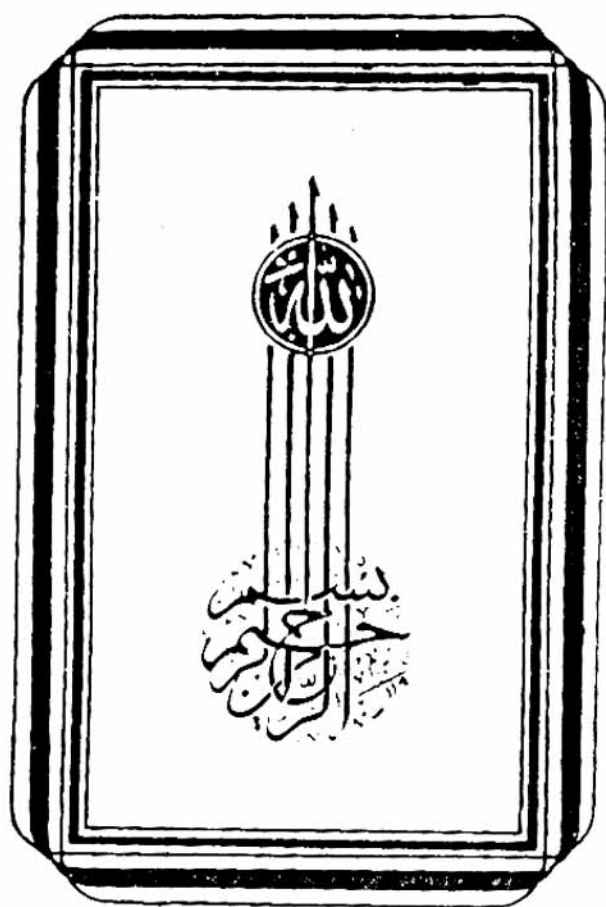
ضروری گذارش

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ط

مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات معروف و مشہور ہیں۔ براعظم ایشیا سے بڑھ کر ان کی تصنیفات اور ان کے تراجم کا فیض مشرق و مغرب کے دیگر مناطق میں بھی عام ہو رہا ہے۔ مستقل کتابوں اور رسالوں کے علاوہ ماہنامہ رسائل میں سے بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔

ماہنامہ ''سلوک و احسان'' کراچی میں بھی آپ کے بہت سے مضامین شائع ہوئے ہیں۔ ان مضامین کے علاوہ ''کام کی باتیں'' کے عنوان سے بھی آپ کی بہت سی مجلسی باتیں بھی شائع ہوئی ہیں جن کا سلسلہ کبھی مسلسل کبھی ناغہ ہو کر سلوک و احسان میں جاری رہا۔ مشورہ سے طے پایا کہ ان کو جمع کر کے ایک کتابچہ کی صورت میں شائع کر دیا جائے۔ مولانا موصوف نے یہ کام اپنے ذمہ لیا سلوک و احسان کے پرچے جمع کئے ان کے فوٹو لئے پھر جہاں تک ہو سکا عنوانات کے ذیل میں مختلف مجلسوں کی باتوں کو جمع کیا، ابھی پہلی جلد مرتب ہوئی ہے اگر کچھ رسالوں کا فوٹو رہ گیا ہو یا نئی باتیں سامنے آئیں تو دوسری جلد بھی انشاء اللہ تعالیٰ شائع کر دی جائے گی۔

انشاء اللہ تعالیٰ یہ باتیں اہل ایمان کے لئے مفید ہوں گی جو صاحب مستفید ہوں مولانا موصوف کو اور ناشرین کو دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

احقر محمد یحیٰی مدنی

معہد الخلیل الاسلامی بہادر آباد کراچی

۱۵/ ذوالقعدہ ۱۴۲۰ھ

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
۳۴	اللہ کے لئے علم دین حاصل کرنے والے کا درجہ
۳۷	❖ قرآن مجید کے فضائل وبرکات
۳۹	قرآن کا اعجاز
۴۰	حفظ قرآن کی ضرورت اور اہمیت
۴۸	❖ ذکر اللہ کے فضائل اور فوائد
۵۰	تسبیح وتحمید، تہلیل وتکبیر کی فضیلت
۵۳	دینی باتوں کی مجلس میں تسبیح پڑھنے والوں کو تنبیہ
۵۴	❖ نماز کے فضائل وفوائد
۵۵	خشوع کی اہمیت
۵۶	حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ذکاوت
۵۷	شیطان اذان سن کر بھاگ جاتا ہے
۵۷	مولانا محمد یوسف صاحبؒ امیر تبلیغ کا ارشاد اور اس کی تشریح
۶۰	❖ دعاء عبادت کا مغز ہے
۶۱	اللہ سے ہر خیر کا سوال کریں
۶۲	مسنون دعاؤں کا اہتمام
۶۳	ہر وقت اللہ کے ذکر میں زبان تر رہے
۶۵	❖ زبان کے فوائد اور تباہ کاریاں
۶۶	غیبت کا وبال
۶۸	زیادہ بولنے سے دل میں قساوت آجاتی ہے
۶۹	ہر بات وبال ہے مگر.....
۶۹	زبان کا جسم چھوٹا ہے اور اثم بڑا ہے

صفحہ	عنوان
۷۱	❖ اللہ تعالیٰ کے انمول نعمتیں اور احکام شرعیہ میں آسانیاں
۷۵	❖ نفس پر قابو پائیں اور اعمال صالحہ انجام دیتے رہیں
۷۸	خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کے اشعار
۷۹	خوف اور رجاء دونوں کی ضرورت ہے
۸۱	کٹ حجتی کرنے والوں کی تردید
۸۲	اسلام میں پورے پورے داخل ہونے کا حکم ہے
۸۵	❖ یقین اعمال پر ابھارنے کا ذریعہ ہے
۸۵	یقین کی کمی گناہوں پر آمادہ کرتی ہے
۸۶	دوزخ کی آگ کتنی گرم ہے
۸۹	❖ حلال کمانے کا حکم اور حرام کی تفصیلات
۹۱	حضرت حکیم الامتؒ کے دو واقعے
۹۳	❖ محرمات شرعیہ سے بچنے میں انسانیت کا شرف ہے
۹۴	محرمات شرعیہ کی کچھ حکمتیں
۹۸	❖ حقوق العباد کی فکر کیجئے
۹۸	قرض بری بلاء ہے
۹۹	قرض کے علاوہ شہید کا سب کچھ معاف کر دیا جاتا ہے
۱۰۱	حقوق العباد کا معاملہ بہت سخت ہے
۱۰۳	❖ فکر آخرت کی ضرورت
۱۰۴	قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا
۱۰۵	❖ زندگی کی قدر و قیمت پہچانئے
۱۰۶	ساٹھ سال عمر والوں کو تنبیہ

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

اخلاص کی ضرورت اور اہمیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ط

○ **فرمایا:** صرف اللہ کی رضا کے لئے عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہیں جو بھی نیک کام کرو اسی نیت سے کرو کہ اس کے متعلق جو مجھے اللہ نے حکم دیا ہے اس پر عمل کر کے محض اللہ کو راضی کرنا مقصود ہے، دنیا کا نفع اور شہرت اور نام و نمود مقصود نہیں ہے۔ آخرت سنور جانے کے لئے عمل کرنا ہے اور یہ جب ہی ہوتا ہے. جب نیک عمل کا ثواب مل جانے کا پورا یقین ہو اور ثواب کو کام کی چیز سمجھا جائے۔

حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعمال نیتوں سے (بنتے اور بگڑتے اور موجب عذاب یا باعث ثواب ہوتے) ہیں اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہو سو جس کی ہجرت (خود اس کی نیت میں) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوگی، اللہ کے نزدیک بھی اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف مان لی جائے گی اور جس کی ہجرت خود اس کی نیت میں) دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوگی تو اللہ کے نزدیک بھی اس کی ہجرت اسی مقصد کے لئے مانی جائے گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔ (رواہ البخاری)

○ **فرمایا:** یہ حدیث بڑی اہم ہے اس میں بار بار غور کر کے اپنے اعمال کا حساب لیا

جائے اور اپنی نیتوں کو پرکھا جائے کہ فلاں عمل میں نے کس لئے کیا ہے اور فلاں کام کرنے کا باعث میری نیت میں کیا ہے حضور اقدس ﷺ نے قاعدہ کلیہ کے طور پر فرما دیا کہ اعمال کے بناؤ اور بگاڑ کا مدار نیتوں پر ہی ہے جس کی جیسی نیت ہوگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی نیت کے موافق ہی اس عمل کا بدلہ ملے گا، عمل بظاہر کیسا اچھا ہو اور بھلا ہو لیکن اگر وہ اللہ کے لئے نہیں ہے تو آخرت میں مردود ہوگا اور اس پر ذرا سا بھی اجر نہیں ملے گا۔

"آج کل لوگوں نے محض ترک وطن کو ہجرت سمجھ لیا ہے خواہ وطن چھوڑنے میں اللہ کی رضا کی نیت بھی نہ کی ہو اور خواہ دوسری جگہ جانے میں راستے میں بہت سی معصیتیں کی ہوں اور بہت سوں کے حق دبا کر بھاگے ہوں" اور خواہ دوسری جگہ جا کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں اور بھی زیادہ منہمک ہوگئے ہوں، اللہ تعالیٰ بچائے نفس کی مکاری سے کہاں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجرت اور کہاں آج کل کے لوگوں کا ترک وطن جس میں نمازیں تک برباد ہوتی ہوں۔ جب ہجرت شرعی نہیں تو انصار بھی وہ نہیں جو زمانۂ نبوت میں تھے ہر شخص پہلے اپنی طرف دیکھے پھر دوسروں کی شکایت کرے، تو یہ کچھ زیب دیتا ہے۔

○ **فرمایا:** اخلاص بڑی اہم چیز ہے جب تک نیت یہ نہ ہو کہ میرا یہ عمل خالص اللہ کے لئے ہے اس وقت تک عمل مقبول نہیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر ایک عمل میں ایک نیت دین کی ہو اور ایک دنیا کی تو اس کو اخلاص نہیں کہا جائے گا، جیسے روزہ رکھنے سے یہ بھی مقصود ہو کہ کھانا پکانا نہ پڑے گا اور بیماری میں پرہیز بھی رہے گا تاکہ تندرستی میں فرق نہ آئے، یا حج کرنے سے یہ مقصود ہو کہ وہ عبادت ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب عمل ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی نیت ہو کہ سیر و تفریح ہوگی یا دشمنوں کی ایذاؤں سے نجات ہوگی، یا اعتکاف میں یہ نیت ہو کہ وہ عبادت بھی ہے اور اتنے دن مکان کا

کرایہ نہ دیناپڑے گا۔یا فقیر کو اس لئے دیا کہ اس میں اجر بھی ہے اور اس کا شوروغل بھی بند ہو جائے گا تو یہ سب خیالات حد اخلاص سے خارج ہیں، اخلاص اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کا حاصل ہونا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ شیطان کا ریا کاری پر ڈالنا اور نفس کا فریب اس نعمت کو حاصل نہیں ہونے دیتا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کچھ نصیحت فرمادیجئے، آپ نے فرمایا اپنے دین میں اخلاص رکھو تم کو تھوڑا عمل بھی کافی ہو گا۔

(الترغیب والترہیب للحافظ المنذری)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اس چیز کے جس سے اللہ کی ذات مقصود ہو۔(الترغیب والترہیب للحافظ المنذری)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن دنیا حاضر کی جائے گی اور اس میں جو کچھ خدا کے لئے ہو گا اس کو الگ کر لیا جائے گا اور باقی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔(الترغیب والترہیب للحافظ المنذری)

معلوم ہوا کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہونا لازم ہے،بہت سے لوگ مال خرچ تو کرتے ہیں لیکن اس میں ریا کاری اور شہرت کو پیش نظر رکھتے ہیں، لوگوں کو دکھا کر دیتے ہیں، اخباروں میں نام چھپواتے ہیں، مسجد کا نام اپنے نام پر رکھتے ہیں اگر کسی مدرسہ میں کمرہ بنوا دیں تو اس پر اپنے نام کا کتبہ لگانے کی فرمائش کرتے ہیں، یہ ریا کاری ساری نیکی کو برباد کر دیتی ہے اور اس سے ثواب کے بجائے الٹا گناہ ہوتا ہے۔

○ **فرمایا:** اسی طرح یہ بات بھی ضروری ہے کہ کسی کو کچھ دیں تو احسان نہ جتائیں اور کسی طرح کی تکلیف نہ دیں۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَکَهٗ صَلْدًا ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ۝﴾

ترجمہ: "اے ایمان والو! مت باطل کرو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح سے جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے کے لئے اور ایمان نہیں لاتا اللہ پر اور یوم آخرت پر، سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چکنا پتھر ہو جس پر ذرا سی مٹی ہو پھر پہنچ گئی اس کو زور دار بارش سو اس بارش نے اس کو بالکل ہی صاف کر چھوڑا، یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے، اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔"

بہت سے لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ تھوڑا بہت صدقہ دے کر ان لوگوں پر احسان دھرتے ہیں جن لوگوں کو کچھ دیا اور خاص کر ان لوگوں پر جو رشتہ دار ہیں یا اپنے شہر کے رہنے والے ہیں ایسے لوگ احسان دھرنے سے اپنا ثواب باطل کر دیتے ہیں جس پر احسان دھرا جائے اسے احسان کے الفاظ سننے یا احسان دھرنے کی طرح برتاؤ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے اور بعض مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں یا خرچ کرنے کی وجہ سے ان سے بیگاریں لیتے ہیں۔ اس لئے لفظ مَنّ (احسان جتانے) کے ساتھ لفظ اذی بھی ذکر فرمایا کہ اللہ کے لئے خرچ کریں اور احسان بھی نہ دھریں اور کسی قسم کی کوئی تکلیف بھی نہ پہنچائیں تب ثواب کے مستحق ہوں گے اگر کسی نے سوال کیا اور اسے نہ دیا اور خوبصورتی کے ساتھ اچھے الفاظ میں جواب

دے دیا اور سائل کی بدتمیزی پر اور تنگ کرنے پر جو غصہ آیا اس سے درگزر کر دیا تو یہ اس سے بہتر ہے کہ کچھ دے دے، پھر احسان دھرے یا کسی طرح سے تکلیف پہنچائے۔

جو لوگ صدقہ کر کے احسان جتاتے ہیں یا ایذاء پہنچاتے ہیں ان کے بارے میں آیت بالا فرمایا کہ ان لوگوں کا ایسا حال ہے جیسے کوئی شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے مال خرچ کرے اور اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہ رکھتا ہو ایسے شخص کے خرچ کرنے کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جیسے کوئی چکنا پتھر ہو اس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اوپر سے زوردار بارش پڑ جائے جو اس ذرا سی مٹی کو بہا کر لے جائے اور پتھر کو بالکل چکنا سپاٹ چھوڑ دے، اول تو یہ پتھر چکنا پھر اس پر مٹی بھی ذرا سی اور جو بارش برسی تو وہ بھی زوردار، ظاہر ہے کہ اس حالت میں پتھر صاف ہو کر چکنا نہ رہ جائے گا تو اور کیا ہو گا؟ جو اس پتھر کا حال ہوا وہی اس شخص کے مال خرچ کرنے کا ہے جس نے من یا اذی کے ذریعے اپنے صدقہ کو باطل کر دیا اور ریاکاری کے ذریعہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بن گیا۔

○ **فرمایا:** اگر کوئی شخص ریاکاری سے کوئی ایسا کام کرے جو فی نفسہ نیک ہو (خواہ مالی عبادت ہو یا جانی عبادت) ریاکاری کی وجہ سے ثواب سے محروم رہے گا بلکہ ریاکاری اس کے لئے وبال ہوگی اور آخرت میں مستحق عذاب ہوگا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جن لوگوں کے بارے میں سزا کا فیصلہ ہو گا، ان میں ایک شخص وہ ہو گا جو بظاہر شہید ہو گیا تھا لیکن اس کی نیت یہ تھی کہ بہادری میں اس کا نام ہو اور ایک وہ شخص ہو گا جس نے علم پڑھا اور پڑھایا، اور قرآن شریف پڑھا علم حاصل کرنے سے اس کی نیت یہ تھی کہ اس کو عالم کہا جائے اور قرآن پڑھنے سے اس کی نیت یہ تھی کہ اس کو قاری کہا جائے اور

ایک وہ شخص ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کا مال دیا تھا وہ اللہ پاک کے حضور میں کہے گا کہ جو بھی کوئی خرچ کرنے کی سبیل مجھے ملی جس میں خرچ کرنا آپ کے نزدیک محبوب تھا اس میں میں نے آپ کے لئے خرچ کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو نے یہ اس لئے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے۔ تینوں آدمیوں سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہاری جو خواہش تھی وہ پوری ہو چکی اور جو تم چاہتے تھے وہ کہا جا چکا۔ لہٰذا ان تینوں کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جن کو سب سے پہلے دوزخ میں دھکا دیا جائے گا، یہ تین آدمی ہوں گے۔

(الترغیب والترہیب ج ا ص ۶۲)

○ **فرمایا:** دنیا کی شہرت اور نیک نامی کے خیال سے نماز روزہ اور خیر خیرات مت کرو۔ اس طرح چپکے سے صدقہ کرو کہ جو کچھ سیدھے ہاتھ سے دیا ہے اس کی خبر خود تمہارے بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو۔

○ **فرمایا:** جن کاموں کو لوگ خالص دنیا کا کام سمجھتے ہیں تلاش کر کے اگر ان میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا پہلو نکال لیا جائے تو ان میں بھی ثواب ملے گا۔ اگر کھانا کھانے میں یہ نیت کرے کہ اس سے جو طاقت آئے گی وہ آخرت کے کام میں لگے گی اور پیٹ میں بھوک کا احساس نہ ہوگا تو نماز بھی ٹھیک ہوگی ایسی نیت کرنے سے کھانے میں بھی ثواب مل جائے گا۔ خوب سمجھ لو۔

○ **فرمایا:** یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ گناہ کسی بھی نیت سے جائز نہیں ہو سکتا اور نہ نیکی بن سکتا ہے۔

○ **فرمایا:** گزشتہ مجلس میں اخلاص کے بارے میں کچھ عرض کیا گیا تھا یہ مضمون بہت ہی اہم ہے، جو بھی کوئی کام کرنا ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے، اگر اللہ کی رضا کے لئے نہیں تو اس کا کچھ ثواب نہیں۔ بلکہ اگر اس سے شہرت و جاہ مقصود ہو تو

آخرت میں وبال ہوگا طلب علم ہو، تعلیم ہو، تبلیغ ہو، تصنیف تالیف ہو، جہاد ہو، ہجرت ہو، سب کی قیمت اسی وقت لگتی ہے جب اللہ کی رضا مقصود ہو اخلاص کا دعوی تو بہت سے لوگ کرتے ہیں، لیکن اپنے باطن کو ٹٹولا جائے تو بعض مرتبہ اخلاص کے معیار پر پورے نہیں اترتے، ہر شخص اپنا محاسبہ کرے، اور اپنے باطنی جذبات کا مراقبہ کرے۔ بار بار مراقبہ کرنے سے شہرت و ریاکاری کے جذبات ختم ہوجاتے ہیں۔ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:

﴿یا ایها الناس اتقوا هذا الشرک فانه اخفی من دبیب النمل﴾ (الترغیب والترہیب ج۱ ص۷۶)

"اے لوگو! اس شرک سے بچو کیونکہ وہ چیونٹی کے رفتار سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے"۔

بہت سی مرتبہ انسان ایسے انداز سے بات کہہ جاتا ہے کہ نفس کی گہرائیوں میں ریاکاری ہوتی ہے اور بظاہر تحدیث بالنعمۃ کا عنوان ہوتا ہے بعض مرتبہ انسان اپنے بارے میں تواضع کے کلمات کہتا ہے۔ لیکن اندر سے یہ جذبہ ہوتا ہے کہ سامعین میں سے کوئی شخص پلٹ کر یوں کہے کہ ارے حضرت آپ تو ایسے ہیں ویسے ہیں بڑے باکمال ہیں، نفس کے مکائد جلدی سے سمجھ میں نہیں آتے۔

○ **فرمایا:** اسی اخلاص کی تنبیہ کے لئے قرآن حدیث میں جگہ جگہ فضائل اعمال کے ساتھ ساتھ کہیں لِلّٰهِ کہیں فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ کہیں اِبْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ اور کہیں يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ کہیں لِوَجْهِ اللّٰهِ کہیں اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا فرمایا ہے یہ الفاظ و کلمات بار بار آئے ہیں۔

جو حضرات کوئی دینی کام کرتے ہیں انہیں بار بار اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے اس پر غرور نہ ہو کہ میری محنت و مجاہدہ اور میری تالیف و تصنیف سے علم و عمل پھیل رہا ہے،

لہٰذا میں بہت بڑے ثواب کا مستحق ہوں اللہ کی رضا مقصود ہوگی تب ہی ثواب ملے گا۔ محنت کے اچھے اثرات ظاہر ہونا اور دین کا کام ہوجانا مخلص ہونے کی دلیل نہیں۔ اخلاص کے لئے اپنے باطن کا رخ صحیح رکھنا پڑتا ہے حدیث شریف میں ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ ط﴾ (اخرجہ البخاری عن ابی ہریرۃؓ فی کتاب الجہاد، باب ان اللہ یؤید الدین بالرجل الفاجر)

"بلاشبہ اللہ اس دین کی تائید میں فاجر آدمی کو بھی استعمال فرمالے گا"۔

دیکھو دین کی تائید بھی ہوگئی لیکن تائید کے کام میں استعمال ہونے والا فاجر ہی رہا۔

○ **فرمایا:** جو عمل اخلاص کے ساتھ ہو وہ ہی مقبول ہے زیادہ عمل کرنے کے بجائے اخلاص کی فکر زیادہ کرنی چاہئے جب رسول اللہ ﷺ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجنے لگے، تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اَخْلِصْ دِیْنَکَ یُکْفِکَ الْعَمَلُ الْقَلِیْلُ﴾ (الترغیب ج ۱ ص ۵۴)

"تو اپنے دین میں اخلاص رکھ تجھے تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آپس میں مسیح دجال کا تذکرہ کر رہے تھے، رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا کیا میں تجھے وہ چیز نہ بتا دوں جو تمہیں مسیح دجال سے بھی زیادہ بڑھ کر ضرر پہنچانے والی ہے؟ ہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے! آپ ﷺ نے فرمایا وہ شرک خفی ہے۔

(اس طرح سے کہ) ایک شخص نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے پھر اپنی نماز کو اس لئے لمبی کر دیتا ہے کہ کوئی شخص اسے دیکھ رہا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ج ۲ ص ۴۵۶ از ابن ماجہ)

(اگر کوئی دیکھنے والا نہ ہوتا تو مختصر سی نماز پڑھ لیتا)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ایسے موقع پر اچھی نماز پڑھی جسے لوگ دیکھ رہے ہوں، اور تنہائی میں بری طرح نماز پڑھی تو یہ اس طرح سے اس نے اپنے رب کی بے توقیری کی۔

(الترغیب ج ا ص ۶۷)

یہاں پہنچ کر ایک قصّہ یاد آگیا جسے حضرت شیخ سعدیؒ نے گلستان میں لکھا ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک صاحب بزرگ بنے ہوئے تھے ایک مرتبہ بادشاہ کے یہاں گئے۔ اپنے لڑکے کو بھی ساتھ لے گئے وہاں نماز لمبی پڑھی اور کھانا کم کھایا جب گھر آئے تو اہل خانہ سے کھانا طلب کیا۔ ان کے لڑکے نے کہا کہ اباجی نماز بھی دوبارہ پڑھئے، وہاں جو آپ نے کھانے میں کمی کی یہ عمل اللہ تعالیٰ کے لئے نہ تھا، اور نماز جو لمبی پڑھی تھی یہ عمل بھی اللہ تعالیٰ کے لئے نہ تھا۔ جب کھانا دوبارہ کھا رہے ہیں تو نماز بھی دوبارہ پڑھئے۔

تفسیر روح المعانی میں اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ کی تفسیر کرتے ہوئے سفیان بن عینیہؒ سے نقل کیا ہے کہ:

﴿اِنَّ الْعَدْلَ اِسْتَوَا اُلسَّرِیْرَۃِ وَالْعَلَانِیَۃِ فِی الْعَمَلِ﴾

یعنی "عمل میں یکسانیت ہونے کا نام عدل ہے تنہائی میں ہو یا سب کے سامنے ہو۔"

○ **فرمایا:** بعض کپڑا بیچنے والے جب گاہک کے سامنے تھان کھولتے ہیں تو زور سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ ان کا درود پڑھنا درود کا ثواب لینے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ کپڑے کی خوبی بتانے کے لئے ہوتا ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ درود کو اس لئے پڑھنا کہ مال بک جائے یہ جائز نہیں۔ اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

زینہا رازاں قوم نہ باشی کہ فریب
خدارا بسجودے، بنی را بدرودے

○ **فرمایا:** حدیث شریف میں ہے مَنْ اَتَی الْمَسْجِدَ بِشَیْءٍ فَھُوَ حَظُّہٗ۔ (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۷ از ابوداؤد) (مسجد میں جو شخص جس غرض سے آیا اس کا وہی نصیب ہے) اس میں بتادیا کہ مسجد میں جو شخص جیسی نیت لے کر آئے گا اسی نیت کے مطابق اسے اجر سے یا وزر سے حصّہ ملے گا۔ بہت سے لوگ مسجد میں جوتیاں چرانے کے لئے آتے ہیں، اسی کو نظیر اکبرآبادی نے اپنی ایک نظم میں کہا ہے ؎

مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یاں میاں
اور آدمی ہی امام ہے اور آدمی ہی خطبہ خواں
اور آدمی ہی نمازیوں کی چراتے ہیں جوتیاں
اور جو ان کو تاڑے ہے سو ہے وہ بھی آدمی

○ **فرمایا:** ایک شخص نے نمازیوں کے جوتے چرانے کا ایک عجیب طریقہ نکالا، وہ یہ کہ تیتر کا پنجرہ لے کر مسجد میں چلے جاتے تھے اس پنجرہ پر پردہ پڑا رہتا تھا جہاں کوئی اچھا سا جوتہ دیکھا وہیں پنجرہ رکھدیا اور نماز میں شریک ہوگئے جب سجدہ میں پہنچے تو جوتہ چپکے سے پنجرہ میں رکھ دیا، سر سجدہ میں اور جوتہ پنجرہ میں، بہت دن تک گاڑی چلتی رہی جب کثرت سے جوتے چوری ہونے لگے تو لوگوں کو تفتیش حال کا فکر ہوا۔ آخر کسی نے تاڑ ہی لیا، اٹھایا جو کپڑا اوپر سے پنجرہ کا تو چرائے ہوئے جوتے ظاہر ہوگئے۔ اب تک جناب عالی نمازیوں کے بھیس میں چور بنے ہوئے تھے چوری پکڑی گئی تو پڑاپڑ جوتے پڑنے لگے۔

○ **فرمایا:** مسجد میں جانے والوں کی ایک قسم ان لوگوں کی بھی ہے جو بد نظری میں مبتلا رہتے ہیں وہ مسجد میں جاتے ہی اس لئے ہیں کہ وہاں طرح طرح کی حسین وجمیل صورتیں نظر آئیں گی۔

○ **فرمایا:** ایک صاحب کو کمسن لڑکوں سے لگاؤ تھا، جہاں لڑکے قرآن مجید پڑھتے

ہوتے وہاں جاگھستے تھے جہاں کوئی سریلی آواز والا حسین لڑکا دیکھا اس سے قرآن سننے کی درخواست کر دی اور مونڈہوں کو تھپک تھپک کر داد دیتے جاتے، لوگ سمجھتے تھے کہ عاشق قرآن ہیں حالانکہ وہ عشق بتاں اور حب کودکاں میں مبتلا تھے۔

○ **فرمایا:** عدم الریاء کے دعوے میں بھی ریاء ہوتا ہے، تنہائی میں عمل کر کے لوگوں سے کہتے ہیں کہ الحمد للہ بڑی پابندی سے اتنے برس سے یہ عمل جاری ہے لوگوں کو دکھانا تھوڑا ہی ہے جو سامنے کیا جائے اور اس کا ڈھنڈورہ پیٹا جائے، دیکھو ریا کاری سے بیزاری ظاہر کرنے میں دوہری ریا کاری کر گئے، ایک تو عمل ظاہر کر دیا کہ اتنے عرصہ سے پابندی سے کر رہا ہوں، دوسرے یہ فرمادیا کہ میں ریا کار نہیں ہوں (میرے اخلاص کے معتقد بن جاؤ)۔

○ **فرمایا:** مرید ہونے اور مرید کرنے میں پورے اہتمام کے ساتھ اخلاص کا خیال رکھنا لازم ہے، شیخ میں بھی اخلاص ہو (طلب جاہ ومال نہ ہو) اور مرید میں بھی اخلاص ہو اللہ کی رضا کے سوا کچھ اور مقصود نہ ہو، بعض اکابر سے سنا ہے کہ ایک مرید پر شیخ کی خاص توجہ تھی لیکن وہ اس میں اصلاح وفلاح کے آثار نہیں دیکھتے تھے، ایک دن مرید سے دریافت کر لیا کہ بھائی تمہارا مقصود کیا ہے؟ کہنے لگا کہ حضرت سے اللہ کا نام سیکھ کر میں بھی لوگوں کو بتلا دیا کروں گا، شیخ نے فرمایا کہ تیرا مقصود اللہ کی رضا نہیں ہے، نفس کے اندر چور ہے سارا مجاہدہ پیر بننے کے لئے ہے اسی لئے میری توجہ اور تیری محنت رائیگاں ہو رہی ہے معلوم ہوا کہ شیخ بننے کے لئے محنت و مجاہدہ کرنا بھی اخلاص کے خلاف ہے، اسی کو فرمایا ؎

احمد تو عاشقی بمشیخت ترا چہ کار
دیوانہ باش سلسلہ شد شد نشد نشد

اب ایک قصہ شیخ کے طالب ہونے کا سنو جو حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس

سرہ سے سنا ہے، فرمایا کہ ایک مرید نے شیخ سے کہا کہ حضرت میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میری انگلیوں سے پاخانہ اور اور آپ کی انگلیوں سے شہد نکل رہا ہے، یہ سنتے ہی شیخ نے فرمایا کہ ابے ہم ہیں بھی ایسے! یعنی ہم اس لائق ہیں کہ انگلیوں سے شہد نکلے، مرید نے کہا کہ حضرت ابھی خواب باقی ہے اور وہ یہ کہ میں آپ کی انگلیاں چوس رہا ہوں اور آپ میری انگلیاں چوس رہے ہیں! اب تو شیخ کے ہوش اڑ گئے، حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر شیخ طالب دنیا ہو تو مریدوں سے اسے مالی نفع ہوتا رہے گا، لیکن ارشاد و تلقین کے ثواب سے محروم رہے گا، اور مرید اگر مخلص ہے اور غلطی سے کسی دنیا دار کا مرید ہو گیا ہے اور شیخ کی تعلیم صحیح ہے تو مرید کو اپنے اخلاص کی وجہ سے نفع ہوتا رہے گا۔

○ **فرمایا:** جن کاموں کو لوگ خالص دنیا کا کام سمجھتے ہیں تلاش کر کے اگر ان میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا پہلو نکال لیا جائے تو ان میں بھی ثواب ملے گا۔ اگر کھانا کھانے میں یہ نیت کرے کہ اس سے جو طاقت آئے گی وہ آخرت کے کام میں لگے گی اور پیٹ میں بھوک کا احساس نہ ہو گا تو نماز بھی ٹھیک ہو گی ایسی نیت کرنے سے کھانے میں بھی ثواب مل جائے گا۔ خوب سمجھ لو۔

○ **فرمایا:** یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ گناہ کسی بھی نیت سے جائز نہیں ہو سکتا اور نہ نیکی بن سکتا ہے۔

○ **فرمایا:** گزشتہ مجلس میں اخلاص کے بارے میں کچھ عرض کیا گیا تھا یہ مضمون بہت ہی اہم ہے۔ جو بھی کوئی کام کرنا ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے، اگر اللہ کی رضا کے لئے نہیں تو اس کا کچھ ثواب نہیں، بلکہ اگر اس سے شہرت و جاہ مقصود ہو تو آخرت میں وبال ہو گا، طلب علم ہو، تعلیم ہو، تبلیغ ہو، تصنیف تالیف ہو، جہاد ہو، ہجرت ہو، سب کی قیمت اسی وقت لگتی ہے جب اللہ کی رضا مقصود ہو اخلاص کا دعوی تو بہت سے

لوگ کرتے ہیں، لیکن اپنے باطن کو ٹٹولا جائے تو بعض مرتبہ اخلاص کے معیار پر پورے نہیں اترتے، ہر شخص اپنا محاسبہ کرے، اور اپنے باطنی جذبات کا مراقبہ کرے۔ بار بار مراقبہ کرنے سے شہرت و ریاکاری کے جذبات ختم ہوجاتے ہیں، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:

﴿یا ایها الناس اتقوا هذا الشرک فانه اخفی من دبیب النمل﴾ (الترغیب و الترہیب ج۱ ص۷۶)

"اے لوگو! اس شرک سے بچو کیونکہ وہ چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔"

صرف اللہ تعالیٰ کے راضی رکھنے کی کوشش کرو

○ **فرمایا:** مخلوق کو راضی رکھنے کی فکر نہ کرو بلکہ خالق و مالک کو راضی رکھو جس نے وجود دیا ہے اور زندگی بخشی ہے، آج کل لوگ مخلوق کو راضی کرنے کے لئے خالق و مالک کی نافرمانی کرتے ہیں۔ صرف اس لئے ڈاڑھی منڈاتے اور پتلون پہنتے ہیں کہ کوئی ملانہ سمجھے، بیوی کو پردہ اس لئے نہیں کراتے کہ کوئی دقیانوسی نہ کہہ دے۔ بس اتنی سی بات کے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کو تیار ہیں۔ ارے مخلوق کی بھی کوئی حیثیت ہے جسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے راضی کیا جائے، صرف خالق و مالک کو راضی کرو اس کو راضی رکھتے ہوئے جو راضی ہو جائے۔

○ **فرمایا:** یہی جذبہ ریاکاری کے تمام کاموں میں کارفرما ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ شادیوں کی رسوم، تیجوں چالیسوں میں دیگیں کھٹکنا، میراث تقسیم کئے بغیر جس میں نابالغ بچوں کا بھی حق ہوتا ہے عوام و خواص کی دعوت کرنا اور ولیموں کے لئے قرض لے لے کر لوگوں کو ضیافتوں پر بلانا اور اسی طرح جتنے بھی ریاکاری کے کام ہیں اسی لئے انجام دیئے جاتے ہیں کہ اگر یہ سب نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے؟ یہ جذبہ مخلوق ہی کو راضی کرنے کا ہے، سب کو معلوم ہے کہ ریارکاری کا وبال بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو اسی کی رضاء کے لئے ہو۔ ریاکاری گناہ کبیرہ ہے اس پر آخرت

میں مواخذہ ہے اور عذاب ہے۔

○ **فرمایا:** جب لوگوں کو یہ باتیں سمجھائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ مولانا دنیا کو بھی بھگتنا پڑتا ہے، یہ بھگتنا خود اپنے سر لگالیا ہے دنیاداروں کی باتوں کا خیال کرتے ہیں جن سے کچھ بھی نہیں مل سکتا اور آخرت کی رسوائی کا کچھ خیال نہیں جب کہ علی رؤس الاشہاد قیامت کے دن پیشی ہوگی اور وہاں یہ اعلان ہوگا کہ یہ شخص ریاکار تھا تو اس وقت کیا ہوگا قال النبی ﷺ من سمّع سمّع اللّٰہ بہ و من یرائ یرائ اللّٰہ بہ (جو شخص اپنی شہرت کرے اللہ تعالیٰ اس کی تشہیر فرمادے گا یعنی لوگوں کو یہ بتائے گا کہ یہ ریاکار تھا اور جو شخص ریاکاری کرے اللہ تعالیٰ اس کی ریاکاری کو ظاہر فرمادے گا)۔

(رواہ البخاری، مسلم۔ کمافی المشکوٰۃ ص۴۵۴)

اصل عزت آخرت کی ہے وہاں کی رسوائی سے بچنے کی فکر کرنا چاہئے اس لئے تو یہ دعا تلقین فرمائی ہے:

﴿رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلاَ تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾

"اے ہمارے رب ہمیں وہ نعمتیں عطا فرما جن کا آپ نے اپنے رسولوں کی زبانی وعدہ فرمایا اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ فرمانا۔"

○ **فرمایا:** علمائے سابقین میں اخلاص تھا — ان حضرات میں سے جو شخص اپنے اجتہاد کی وجہ سے کسی دوسرے کا موافق نہ ہوا اس نے دوسرا مسلک اختیار کرلیا جو اسے راجح معلوم ہوا، لیکن اپنے ہم عصر یا سابق مجتہدین کی عزت برقرار رکھتے ہوئے اور انہیں رحمت کی دعائیں دیتے ہوئے اور یہ واضح کرتے ہوئے کہ ہم نے غیر منصوص امور میں اجتہاد کیا ہے۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری سمجھ میں جو آیا ہے وہ ہی صحیح ہے۔ ان حضرات کے پیش نظر محض اللہ تعالیٰ کی رضاء تھی نہ عوام ان کے پیش نظر تھے کہ ان کے لئے حرام کو حلال کردیں اور نہ حکومتوں سے ان کا گٹھ جوڑ تھا کہ ان کے

لئے تحلیل حرام کا ارتکاب کریں۔

ان حضرات میں اخلاص اور تقویٰ تھا اور سارا عمل ارضائے مخلوق سے بالاتر تھا۔ نہ انہیں دشمن استعمال کر سکتے تھے نہ اصحاب اقتدار خرید سکتے تھے۔ نہ وہ اپنی شان بڑھانا چاہتے تھے نہ شہرت کے طالب تھے نہ انہیں کریڈٹ کی تلاش تھی۔

شہرت کے طالب نہ بنو

○ **فرمایا:** جو انسان اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتا اس کی سمجھ الٹی ہوجاتی ہے وزیروں کو دیکھ لو وزارتیں حاصل کرنے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے، اس کا فائدہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ مال اور جاہ دونوں ہاتھ لگیں گے۔ مال تو عموماً حلال ہوتا ہی نہیں اور جاہ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اپنے آس پاس کے چند آدمی "سر" کہہ کر خطاب کر لیتے ہیں۔ باقی عام لوگ اور اصحاب صحافت اور مخالف جماعتیں سب برا ہی کہتے ہیں چند دن کے جھوٹے عہدہ کے لئے یہ سب کچھ گوارا کر لیتے ہیں ان کا نفس سمجھاتا ہے کہ عام لوگ کچھ ہی کہیں وزیروں میں تو نام آہی گیا تو وزیر بے قلمدان ہی سہی۔

○ **فرمایا:** جو لوگ شہرت کے طالب ہوتے ہیں اگر ان کی شہرت ہو بھی جائے تو اچھائی کے ساتھ نہیں ہوتی، ایسے شخص کو لوگ برائی سے یاد کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ارے میاں وہ تو ریاکار ہے، برائی کے ساتھ مشہور ہونا یہ تو کوئی اچھی چیز نہیں۔ یوں تو شیطان بھی مشہور ہے، شہرت بھی وہی اچھی ہے جو اچھائی کے ساتھ ہو اور یہ اچھی شہرت انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو شہرت کے طالب نہیں ہوتے، صرف اللہ کی رضا کے لئے کام کرتے ہیں۔

ایک شخص حج کو گیا تھا اس نے دیکھا کہ میرے وطن کے جو علماء مشائخ ہیں ان کی تو خوب شہرت ہو رہی ہے لوگ ان کے آگے پیچھے پھرتے ہیں۔ اپنی گمنامی پر افسوس کرتے ہوئے اس نے مشہور ہونے کا طریقہ سوچا، اور اس نے سب کے سامنے

کھڑے ہو کر زم زم کے کنویں میں پیشاب کر دیا۔ اب جدھر جاتا تھا لوگ انگلیاں اٹھاتے تھے کہ دیکھو یہ ہے وہ پیشاب کرنے والا، اپنے نفس میں بہت خوش ہوتا تھا کہ میں نے ایسا کام کیا ہے جس کی وجہ سے خوب مشہور ہو رہا ہوں، بری شہرت کوئی مرغوب چیز نہیں ہے، لیکن جن کو شہرت مطلوب ہوتی ہے وہ اچھی بری شہرت میں امتیاز نہیں کرتے۔

○ **فرمایا:** جو شخص شہرت اور جاہ کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهِ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ سَامِعَ خَلْقِهِ وَصَغَّرَهُ وَحَقَّرَهُ﴾ (الترغیب والترھیب ج۱ ص۶۵)

"جس شخص نے اپنے عمل کو مشہور کیا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں اس کو مشہور کر دے گا (کہ یہ شخص شہرت کے لئے عمل کرنے والا تھا) اور وہ اسے حقیر و ذلیل کر دے گا۔"

اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ:

﴿مَا مِنْ عَبْدٍ يَّقُوْمُ فِي الدُّنْيَا مَقَامَ سُمْعَةٍ وَّرِيَاءٍ اِلَّا سَمَّعَهُ اللّٰهُ بِهِ عَلٰى رُؤُسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (ایضاً ج۱ ص۶۶)

"جو بھی بندہ کسی ایسی جگہ کھڑا ہو گا جہاں برائے شہرت اور دکھاوا مقصود ہو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے مشہور کر دے گا (کہ یہ شہرت کا طلب گار تھا)۔"

○ **فرمایا:** انسان کے اندر حب جاہ کا جذبہ یہاں تک ہے کہ جو کام نہ کیا ہو اس پر بھی اپنی تعریف چاہتا ہے اسی کو قرآن مجید میں فرمایا: وَيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ

يَفْعَلُوْا (اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کئے) یہ بات قرآن مجید میں یہودیوں کے بارے میں فرمائی ہے اور اس مرض میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں۔

○ **فرمایا:** یہ بات مشہور ہے "مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ" اس کے پیچھے ایک قصہ ہے اور وہ یوں ہے کہ ایک چوہدری صاحب تھے مجلس میں بیٹھے تو اپنی خوب تعریفیں کرتے تھے بعض باتیں بہت ہی بے تکی ہوتی تھیں اور تعریف کے موڈ میں انہیں یہ بھی پتہ نہ رہتا کہ میری اس بات کو لوگ قبول بھی کریں گے یا نہیں، جب بے تکی باتیں کرتے تو لوگ حیرت زدہ ہو کر پوچھتے تھے کہ واہ میاں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ چودھری صاحب نے ایک ذہین آدمی کو اس بات پر ملازم رکھا کہ جب میں کوئی بے تکی بات کہوں تو آپ اسے ٹھیک ثابت کر دیا کریں ملازم صاحب نے کام شروع کر دیا ایک دن چودھری صاحب نے اپنی تعریف شروع کر دی اور اپنے شکار کرنے کا قصہ بیان کیا ڈینگیں مارتے ہوئے یوں فرمایا کہ آج جو ہم شکار کے لئے گئے تو ایک ہرن نظر آگیا اسے جو گولی ماری تو گھٹنہ توڑتے ہوئے آنکھ پھوڑتی ہوئی نکل گئی، حاضرین مجلس نے فورًا کہا کہ واہ میاں کہاں گھٹنا اور کہاں آنکھ؟ گھٹنے میں گولی لگ کر آنکھ میں کیسے لگی وہ صاحب جو غلط کو درست کرنے کے لئے ملازم رکھے گئے تھے فورًا بول پڑے کہ چودھری صاحب کا فرمانا ٹھیک ہے بات یہ ہے کہ جب چودھری صاحب نے گولی ماری ہے وہ ہرن اس وقت اپنے گھٹنے سے آنکھ کو کھجا رہا تھا۔ دیکھو انسان میں اپنی تعریف کے کس قدر جذبات ہیں صحیح کرنے کے لئے تنخواہ دار نوکر رکھے۔

علم میں اخلاص کی ضرورت ہے

○ **فرمایا:** عمل بغیر علم کے نہیں اور علم بغیر محنت کے نہیں اور محنت بھی ایسی ہو کہ قلب طلب علم کے لئے فارغ ہو اور علم اس وقت نافع اور مفید ہو گا جب کہ طلب دنیا کے لئے نہ ہو (یہ علم دینیہ سے متعلق ہے۔ علوم دنیاویہ تو حاصل ہی کئے جاتے ہیں دنیا کے لئے، اگر کسی نے علم دین اس لئے حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ دنیا کمائے پھر کہیں دنیا کے لئے پڑھانے لگا تو اس میں اور انگریزی پڑھا کر پیسہ کمانے والے میں کوئی فرق نہیں)۔

○ **فرمایا:** ہر عمل میں اخلاص یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہونا ضروری ہے۔ علم حاصل کرنا بھی ایک عمل ہے اور چونکہ یہ تمام اعمال کی اصل ہے (کیونکہ اس کے بغیر عمل صحیح ادا نہیں ہو سکتا ہے) اس لئے اس میں تو بہت زیادہ اخلاص کی ضرورت ہے جو شخص علوم قرآن وحدیث دنیا کے لئے حاصل کرے اس کے لئے حدیثوں میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اس لئے علم طلب کیا کہ علماء سے مقابلہ کرے یا بیوقوفوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو اللہ اسے دوزخ میں داخل فرمادے گا۔

(رواہ الترمذی)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس علم

کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کی جاتی ہے ایسے علم کو جس نے دنیا کا کچھ بھی سامان ملنے کے لئے حاصل کیا تو یہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔ (رواہ احمد، ابوداؤد)

ان دونوں حدیثوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ طالب علم کے لئے تصحیح نیت بہت ضروری ہے۔ یوں تو مسلمان کو سب کچھ اللہ ہی کے لئے کرنا چاہئے لیکن خصوصیت کے ساتھ ان کاموں کو تو ضرور ہی اللہ تعالیٰ کے لئے کریں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی نسبت اور تعلق سے کئے جاتے ہیں دینی اعمال نماز، روزہ، اذکار و اوراد، صدقہ خیرات حج، زکوٰۃ وغیرہ تو ایسے اعمال ہیں جن کو عام طور سے سب ہی اللہ تعالیٰ کے لئے انجام دینا ضروری سمجھتے ہیں اور ان کے ذریعے طلب مال وجاہ کو برا جانتے ہیں مگر دینی علوم کو خالص اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حاصل کرنے کی طرف بہت کم دھیان جاتا ہے حضور اقدس ﷺ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ جس علم کا تعلق احکام خداوندیہ کے جاننے اور ان کی تعمیل کے طریقوں کے پہچاننے سے ہو وہ علم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مخصوص ہے یہ کون سا علم ہے؟ سب جانتے ہیں کہ یہ علم قرآن وحدیث اور ان علوم کے متعلقات ہیں، قرآن شریف حفظ و ناظرہ، تجوید، قراءت، ترجمہ و تفسیر، حدیث کے الفاظ و معانی، اصول حدیث، اصول فقہ، فقہ، مسائل و فتاوی، ان سب علوم کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حاصل کرنا لازم ہے۔

○ **فرمایا:** علم بڑی مشکل سے حاصل ہوتا ہے بہت ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں، دکھ تکلیف جھیلنا پڑتا ہے، اگر سب کچھ جھیلا اور رضائے الٰہی مقصود نہ ہوئی تو آخرت میں بڑے خسارہ و نقصان کا سامنا ہوتا۔

علامہ زرنوجیؒ "تعلیم المتعلم میں فرماتے ہیں:

﴿وینبغی لطالب العلم ان یتفکر فی ذالک فانه یتعلم العلم بجهد کثیر فلا یصرفه الی الدنیا الحقیرة القلیلة الفانیة﴾

ترجمہ: "طالب علم کو چاہئے کہ وہ اس بارے میں غور کرے جو علم بڑی محنت سے حاصل ہوتا ہے حقیر اور تھوڑی اور فناء ہونے والی دنیا کے لئے خرچ نہ کرے۔"

○ **فرمایا:** جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے علم حاصل کرنے کے لئے نکلا وہ مجاہد کی طرح ہے جیسا کہ وہ فی سبیل اللہ ہے طالب علم بھی اللہ کے راستے میں نکلا ہوا ہے فی الحدیث مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ العلم فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَرْجِعَ۔

(مشکوٰۃ المصابیح ۳۴)

اور جو شخص اللہ کی رضا کے لئے علم حاصل کرے اس کے لئے فرمایا ہے کہ:

﴿مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ یَطْلُبُ الْعِلْمَ لِیُحْیِیَ بِهِ الْاِسْلَامَ فَبَیْنَهُ وَ بَیْنَ النَّبِیِّیْنَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ﴾

"جس کو اس حال میں موت آگئی کہ اسلام کے زندہ کرنے کے لئے علم حاصل کر رہا تھا تو اس کے اور نبیوں کے درمیان جنّت میں ایک درجہ کا فرق ہوگا۔" (رواہ الدارمی)

اس حدیث میں یہ بھی بتا دیا کہ طالب علم کی نیت یہ ہونی چاہئے کہ وہ اسلام کو زندہ کرے گا۔ زندہ کرنے میں یہ بھی ہے کہ جو اعمال اسلامیہ اُمّت میں باقی نہ رہے ہوں ان کو رواج دے اور یہ بھی ہے کہ جو بدعت رواج پائے ہوئے ہوں انہیں مٹانے کی کوشش کرے حدیث شریف میں ہے کہ جو بھی کوئی بدعت اختیار کرلی جاتی ہے اسی طرح کی ایک سُنّت اٹھالی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۱)

معلوم ہوا کہ بدعتوں کا رواج پانا سنتوں کے اٹھائے جانے کا سبب ہے لہٰذا بدعتوں کا مٹانا بھی سنتوں کو زندہ رکھنے کا سبب ہوا۔

نیز اس حدیث سے دینی علوم طلب کرنے والے کا درجہ بھی معلوم ہوگیا۔ اللہ اکبر

طالب علم کا کتنا بڑا درجہ ہے نبیوں کے اور ان کے درمیان صرف ایک ہی درجے کا فرق ہوگا۔

○ **فرمایا:** آج کل عموماً مالداروں کے بچے اور ہاشمی اور صدیقی اور فاروقی اور عثمانی علوی اور رضوی علوم دین سے دور بھاگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ عالم بننا غریبوں ہی کا کام ہے اسی لئے عموماً مدرسوں میں غریبوں کے بچے نظر آتے ہیں یہ لوگ میراث نبوی ﷺ کو چھوڑ کر یونیورسٹیوں اور کالجوں کی ڈگریوں کا وارث ہونے کو بہتر اور اچھا جانتے ہیں یعنی جو چیزیں اسلام کے دشمنوں کے نزدیک فضل و کمال سمجھی جاتی ہیں انہیں کا وارث خود بننا چاہتے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی اسی کے حاصل کرنے میں لگاتے ہیں ان کے نزدیک میراث نبوت (العیاذ باللہ) گھٹیا انسانوں کے حاصل کرنے کی چیز ہے بڑے بڑے دینداری کے دعوے دار اسی کشتی میں سوار ہیں۔

○ **فرمایا:** حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ افضل ہیں ان کی میراث پانے والوں کا بھی بڑا مرتبہ ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ﴾

"اور بے شک علماء نبیوں کے وارث ہیں اور یہ یقین جانوں کہ نبیوں نے (کسی کو) دینار و درہم کا وارث نہیں بنایا بلکہ صرف علم کا وارث بنایا ہے سو جس نے اس علم کو حاصل کیا اس نے بھرپور حصہ لے لیا۔"

(رواہ احمد والترمذی)

○ **فرمایا:** ہر مؤمن کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے اور رسول اللہ ﷺ سے اور آخرت بنانے والے علوم و اعمال سے محبت کرنا لازم و ضروری ہے علوم نبوت کے

سامنے مال و دولت اور ہر علم و ہنر ہیچ ہے اگر اہل دنیا علوم نبوت کا وزن نہ سمجھیں تو کم از کم علمائے کرام کو تو اپنے علم پر بہت خوش رہنا چاہئے۔ اپنے سے زیادہ کسی کو بھی صاحب نصیب اور غنی نہ سمجھیں اور دنیا اور اہل دنیا کے سامنے ہرگز نہ جھکیں اور یہ یقین کریں کہ جو کچھ ہم کو ملا ہے نہ کسی صاحب حکومت کے پاس ہے نہ دولت مند کی تجوری میں ہے نہ کوٹھی میں ہے نہ بنگلہ میں ہے علم نبوت سب سے بڑا انعام ہے۔ فمن اخذہ اخذ بحظ وافر۔

○ **فرمایا:** سعید بن سلیمؒ سے مرسلا روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس کے نصیب میں قرآن آیا پھر اس نے اپنے سے زیادہ کسی کو نصیب ور جانا تو اس نے اس انعام کی تحقیر کی جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے۔ (ذکرہ الشیخ فی فضائل القرآن)

قرآن مجید کے فضائل اور برکات

○ **فرمایا:** قرآن مجید کی بڑی برکات ہیں اور بڑے بڑے فضائل ہیں۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝﴾

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی بشرطیکہ وہ اس کی تلاوت کرتے رہے جس طرح کہ تلاوت کا حق ہے ایسے لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو شخص اسے نہ مانے گا تو ایسے لوگ خسارہ میں رہیں گے۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهٗ کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (رواہ البخاری)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ یعنی میری اُمّت میں سب سے زیادہ شریف لوگ وہ ہیں جو قرآن کے حاملین ہیں اور راتوں کو بیدار رہنے والے ہیں۔

ان دونوں حدیثوں میں قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور اس کی تعلیم و ترویج میں لگنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ دنیا میں کروڑوں آدمی بستے ہیں چھوٹا بڑا اور اچھا برا اور

شریف غیر شریف ہونے کے بہت سے معیار ہیں اس بارے میں لوگوں کی مختلف رائیں ہیں کوئی شخص دولت مند کو بڑا آدمی سمجھتا ہے کوئی صدر اور وزیر اعظم کو شریف جانتا ہے۔ کوئی اچھے بنگلہ میں رہنے والے کو اچھا جانتا ہے، کوئی بڑی فرم اور موٹر کار وغیرہ کا مالک ہونے کو بڑائی کا معیار یقین کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول اللہ ﷺ نے ان مذکورہ خیالات کو غلط قرار دیا اور شرافت کا معیار قرآن مجید میں مشغول ہونا بتایا اور جو اس کی تعلیم میں لگے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ سب سے بہتر آدمی ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال کرنے سے مشغول کرے (کہ اس کو قرآن شریف پڑھنے کی وجہ سے دوسری کسی ذکر اور دعا کی فرصت نہ ملے) میں اس کو سوال کرنے والوں سے افضل (نعمتیں) دوں گا اور کلام اللہ کی فضیلت (دوسرے) سارے کلاموں پر ایسی ہے جیسی اللہ کی فضیلت مخلوق پر ہے۔ (ترمذی وغیرہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی کتاب سے ایک حرف پڑھے تو اس کے لئے اس حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی دس نیکیوں (کے) برابر (لکھی جاتی) ہے (پھر فرمایا) میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (ترمذی) پس اگر کسی نے لفظ اَلْحَمْدُ کہا تو اس کے کہنے سے پچاس نیکیاں مل جائیں گی کیونکہ اس میں پانچ حرف ہیں۔

○ **فرمایا:** قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں احکام ہیں، معارف و حقائق ہیں، اخلاق و آداب ہیں، اس نے دنیا و آخرت کی کامیابی کے اعمال بتائے ہیں، یہ انقلاب عالم کے اسباب اور اقوام کے زیر و زبر ہونے کے رموز کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اس

کی برکتیں بے انتہا ہیں خدائے پاک کی رحمتوں کا سر چشمہ ہے۔ نعمت و دولت کا خزانہ ہے اس کی تعلیمات پر عمل کرنا دنیا و آخرت کی سربلندی اور سرفرازی کا ذریعہ ہے، اس کے الفاظ بھی بہت مبارک ہیں، یہ سب سے بڑے بادشاہ کا کلام ہے خالق و مالک کا پیام ہے جو اس نے اپنے بندوں اور بندیوں کے لئے بھیجا ہے اس کے الفاظ بہت بابرکت ہیں اس کی تلاوت کرنے والا آخرت کے بے انتہا اجور و ثمرات کا مستحق تو ہوتا ہی ہے دنیاوی زندگی میں بھی رحمت و برکت اور عزت و نصرت اس سے ہمکنار ہوتی ہے اور یہ شخص سکون قلب اور خوشحالی کی زندگی گزارتا ہے کلام اللہ کی عجیب شان ہے اس کے پڑھنے سے کبھی سیری نہیں ہوتی اور برسوں پڑھتے رہو کبھی پرانا معلوم نہیں ہوتا یعنی تلاوت کرنے والے کی طبیعت کا لگاؤ اس بنیاد پر ختم نہیں ہوتا کہ بار بار ایک ہی چیز کو پڑھ رہا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ جتنی بار پڑھتے ہیں نئی چیز معلوم ہوتی ہے فَسُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ كَلَامَهٗ۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس میں کئی طرح سے اعجاز ہے۔ یہ اعجاز تو مشہور ہی ہے کہ کوئی بھی شخص کیسا ہی فصیح و بلیغ ہو، عربی ادب کا ماہر ہو، عربی زبان سے واقف ہو، اسالیب کلام کو جانتا ہو، قرآن جیسی کوئی سورت بنا کر نہیں لاسکتا، نہ کوئی لاسکا ہے اور نہ لاسکے گا۔

اسی کو سورۂ اسراء میں فرمایا:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا﴾

”آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو اس جیسی کوئی چیز نہیں لاسکتے اگرچہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔“

یہ معجزہ ساری دنیا کے سامنے ہے۔ قرآن نے تمام انسانوں اور جنات کو چیلنج کیا ہے لیکن سب اس جیسی چیز بنا کر لانے سے عاجز ہیں اور عاجز رہیں گے۔

اور قرآن مجید کا ایک یہ معجزہ ہے جو سب کے سامنے ہے کہ اسے عورتیں، بوڑھے، بچے، جوان سب ہی حفظ کر لیتے ہیں، اتنی بڑی کتاب کوئی بھی شخص اپنی زبان سے لفظ بہ لفظ اور حرف بہ حرف یاد نہیں کر سکتا۔

○ **فرمایا:** قرآن بالفاظہ و حروفہ سینوں میں محفوظ ہے۔ اگر بالفرض، خدانخواستہ سارے مصاحف ختم ہو جائیں تو قرآن مجید پھر بھی محفوظ رہے گا۔ ایک نوعمر حافظ، بچہ کھڑے ہو کر پورا قرآن مجید لکھوا سکتا ہے۔ اہل کتاب نے لکھے ہوئے صحیفوں پر بھروسہ کیا اس لئے اپنی کتاب ضائع کر دی۔ اب ان کے پاس ترجمے ہی ترجمے ہیں۔ اصل کتابیں نہیں ہیں جن سے ترجموں کا میلان کیا جا سکے ترجموں میں اختلاف ہے، تناقض ہے تعارض ہے اور حقیقت تک پہنچنے کا ان کے پاس کوئی راستہ نہیں۔ اپنی کتابیں ضائع کرنے کی وجہ سے وہ حق اور حقیقت سے محروم ہوئے اور عقائد کفریہ اور شرکیہ اختیار کر لئے۔ قرآن مجید نے ان کی واضح تردید فرمائی اور حقائق سے باخبر کیا اور ان کے افتراء کو واضح طور پر بیان فرمایا اور توریت و انجیل کے مضامین کی حفاظت فرمائی۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ میں فرمایا:

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾

”اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور اس کی نگراں ہے۔“

○ **فرمایا:** قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام بھی ہے یہ مسلمانوں کی کتنی بڑی سعادت ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور ان کی

زبانوں پر جاری ہے، چھوٹے چھوٹے بچے بے تکلف روانی کے ساتھ پڑھتے ہیں متشابہات تک یاد ہیں۔ جنہیں قرآن مجید حفظ یاد ہے سوتے میں بھی تلاوت کرتے چلے جاتے ہیں۔ "تقرأہ نائما و یقظان" (رواہ المسلم کما فی المشکوۃ صـ ۴۹۰)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے حفظ قرآن کی نعمت دی پھر اس نے کسی دوسری نعمت کی وجہ سے کسی کے بارے میں یہ سمجھا کہ اس کو جو نعمت دی گئی وہ اس نعمت سے افضل ہے جو مجھے دی گئی تو اس نے سب سے بڑی نعمت کی ناقدری کی۔"

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ج ۴ صـ ۲۷)

○ **فرمایا:** قرآن مجید کا ایک یہ بھی معجزہ ہے کہ ہزاروں بار پڑھ لو سن لو ہر مرتبہ نیا ہی معلوم ہوتا ہے، کسی دوست کا خط آئے تو اسے دو چار مرتبہ پڑھ کر رکھ دیتے ہیں۔ طبیعت بھر جاتی ہے۔ لیکن قرآن حکیم جتنی مرتبہ پڑھا جائے، سنا ہے اس کے لطف اور لذت میں کچھ فرق نہیں آتا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پہلی بار ہی پڑھ رہے ہیں۔ دیکھئے سورۃ الفاتحہ نمازیوں نے ہزاروں مرتبہ پڑھ لی اور سینکڑوں مرتبہ امام سے سن لی لیکن ہر مرتبہ نئی چیز معلوم ہوتی ہے اور کانوں کو بھی لطف آتا ہے اور زبان بھی ہمیشہ لذت آشنا رہتی ہے۔ بلکہ ہمیشہ لطف دوبالا ہوتا چلا جاتا ہے۔

یہ بات تو سب لوگوں میں مشترک ہے، جنہوں نے قرآن پڑھا ہو یا نہیں پڑھا، سننے اور پڑھنے میں سب کو لذت معلوم ہوتی ہے اور جن لوگوں نے قرآن پڑھا اور اس کے معانی سیکھے اور اس کی فصاحت اور بلاغت کو سمجھا اس کی تفسیریں لکھیں، ان کے کیف اور لذت کا کیا ٹھکانہ!

○ **فرمایا:** جس کے دل میں قرآن نہیں وہ بڑا محروم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ﴾

"بلاشبہ جس دل میں قرآن کا کچھ حصہ بھی نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔"

پھر قرآن کی تلاوت کا بھی بہت ثواب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"جس نے اللہ کی کتاب سے ایک حرف پڑھ لیا اس کو ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہو کر ملے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔" (رواہ الترمذی)

○ **فرمایا:** جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے خوشخبری دی کہ:

"انہیں قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی سورج کی اس روشنی سے بھی اچھی ہوگی جب کہ وہ دنیا والے گھروں میں تمہارے اندر موجود ہو (اس کے بعد فرمایا) اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال جس نے اس قرآن پر عمل کیا۔"

○ **فرمایا:** مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا کہ ماں باپ کو یہ درجہ اس لئے دیا جائے گا کہ توجہ اور محنت انہی کی ہے انہوں نے بچہ کو قرآن پڑھنے پر لگایا، اسکولوں سے بچایا، پھر بچہ کو بار بار استاد کے پاس بھیجا اگرچہ بھاگ کھڑا ہوا تو اسے سمجھا بجھا کر (نرمی سے یا سختی سے جو صورت بھی مناسب ہوئی) مدرسوں میں پہنچایا۔ بچہ کی دلداری کی، اس کے لئے جلدی سے ناشتہ تیار کیا وغیرہ وغیرہ۔

○ **فرمایا:** جن لوگوں کو قرآن سے الفت نہیں ہوتی وہ اپنے بچوں کو اسکول کی راہ

دکھاتے ہیں، بہت سے ظالم تو مشن اسکولوں میں داخل کرتے ہیں۔ انگریزی بال کٹے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اس کے گلے میں ٹائی باندھتے ہیں۔ پھر چند سال بعد اس کو پتلون میں داڑھی منڈھی دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ بیس سال کا لڑکا ہو گیا۔ میٹرک بھی کر لیا دنیا کی پٹڑی پر چل رہا ہے لیکن اس کے دین و ایمان کا کیا ہوا؟ قرآن اس کو کتنا یاد ہے۔ نماز یاد ہے یا نہیں اگر یاد ہے تو صحیح یاد ہے یا نہیں۔ اس کا کچھ احساس نہیں۔

○ **فرمایا:** دنیا اور دنیا کی محبت نے ایسے لوگوں کو قرآن سے اور اس کے حفظ کرنے سے اس کی تجوید اور قراءت سے محروم کر دیا۔ خود بھی آخرت سے بے فکر ہیں اور بچوں کو بھی طالب دنیا بنا کر ان کا ناس کھوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ عموماً مسلمانوں میں نسلی مسلمان رہ گئے۔ یعنی ان کے باپ دادا مسلمان تھے۔ یہ بھی ان کے گھروں میں پیدا ہو گئے۔ اسلام کو اس کے تقاضوں کے ساتھ نہ پڑھا نہ سمجھا، جیسے خود ہیں ویسے ہی اولاد کو بنانا چاہتے ہیں۔ جو لوگ اصلی مسلمان ہیں وہ لوگ قرآن کو سینہ سے لگاتے ہیں، حفظ کرتے ہیں، تجوید سے پڑھتے ہیں، بچوں کو بھی حفظ کرواتے ہیں اور اس کے معانی بتاتے ہیں عالم بناتے ہیں علماء کی صحبتوں میں لے جاتے ہیں۔

○ **فرمایا:** اپنے بچوں کو حفظ میں لگاؤ یہ بہت آسان کام ہے۔ جاہلوں نے مشہور کر دیا ہے کہ قرآن حفظ کرنا لوہے کے چنے چبانے کے برابر ہے، یہ بالکل جاہلانہ بات ہے۔ قرآن حافظہ سے یاد نہیں ہوتا، معجزہ ہونے کی وجہ سے یاد ہوتا ہے۔

○ **فرمایا:** ہم نے تجربہ کیا ہے کہ دنیا کا کام کاج کرتے ہوئے اور اسکول کالج میں پڑھتے ہوئے بہت سے بچوں نے قرآن شریف حفظ کر لیا۔ بہت سے لوگوں نے سفید بال ہونے کے بعد حفظ کرنا شروع کیا اللہ جلّ شانہٗ نے ان کو بھی کامیابی عطا کی۔

○ **فرمایا:** جو بچہ حفظ کر لیتا ہے اس کی قوت حافظہ اور سمجھ میں بہت زیادہ اضافہ

ہو جاتا ہے اور وہ آئندہ جو بھی تعلیم حاصل کرے ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے آگے رہتا ہے۔ قرآن کی برکت سے انسان دنیا و آخرت میں ترقی کرتا ہے۔ افسوس ہے کہ لوگوں نے قرآن کو سمجھا ہی نہیں کوئی قرآن کی طرف بڑھے تو قرآن کی برکات کا پتہ چلے۔

○ **فرمایا:** بہت سے جاہل کہتے ہیں کہ طوطے کی طرح رٹانے سے کیا فائدہ؟ یہ لوگ روپے پیسے کو فائدہ سمجھتے ہیں ہر حرف پر دس نیکیاں ملنا اور آخرت میں ماں باپ کو تاج پہنایا جانا اور قرآن پڑھنے والے کا اپنے گھر کے لوگوں کی سفارش کر کے دوزخ سے بچوا دینا فائدہ میں شمار ہی نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ حفظ کر کے ملا بنے گا تو کہاں سے کھائے گا، میں کہتا ہوں کہ حفظ کر لینے کے بعد تجارت اور ملازمت سے کون روکتا ہے، ملا بننا تو بہت بڑی سعادت ہے جسے اپنے لئے یہ سعادت مطلوب نہیں وہ اپنے بچے کو تو قرآن حفظ سے محروم نہ کرے جب حفظ کر لے تو اسے دنیا کے کسی بھی حلال مشغلے میں لگایا جا سکتا ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہونی چاہئے کہ جتنے سال میں یہ بچہ حفظ کرے گا اس کے یہ سال دنیوی تعلیم کے اعتبار سے ضائع نہیں ہوں گے کیونکہ حفظ کر لینے والا حفظ سے فارغ ہو کر چند ماہ کی محنت سے چھٹی ساتویں جماعت کا امتحان بآسانی دے سکتا ہے۔ یہ محض دعویٰ نہیں تجربہ کیا گیا ہے۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔

○ **فرمایا:** بچوں کو قرآن کی تعلیم پر لگانے والے دنیا کی چند دن چمک مہک کو نہیں دیکھتے۔ اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے آخرت کی کامیابی اور وہاں کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کے لئے فکر مند ہوتے ہیں فَأُولٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا۔

○ **فرمایا:** جس طرح قرآن کو یاد کرنا ضروری ہے اسی طرح اس کا یاد رکھنا بھی ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قرآن کو یاد رکھنے کا دھیان رکھو (یعنی نماز میں و خارج نماز اس کی تلاوت کرتے رہو) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو

اونٹ رسیوں میں بندھے ہوئے ہوں جس طرح وہ اپنی رسیوں میں بھاگنے کی کوشش میں رہتے ہیں قرآن ان سے بڑھ کر تیزی کے ساتھ نکل کر چلا جانے والا ہے۔" (رواہ البخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ المصابیح)

بات یہ ہے کہ قرآن جس طرح جلدی سے یاد ہو جاتا ہے اور محبّت کرنے والوں کے دل میں سما جاتا ہے اسی طرح وہ یاد رکھنے کا دھیان نہ کرنے والوں کے سینوں سے چلا جاتا ہے کیونکہ وہ غیرت مند ہے جس شخص کو اس کی حاجت ہے جب وہ یاد رکھنے کی کوشش نہ کرے تو قرآن کیوں اس کے پاس رہے، جب کہ وہ بے نیاز ہے، قرآن پڑھ کر بھول جانے والے کے لئے سخت وعید ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"جو شخص قرآن پڑھتا ہے، پھر بھول جاتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ جذامی ہو گا (یعنی اس کے اعضاء اور دانت گرے ہوئے ہوں گے)۔"

(رواہ ابوداؤد والدارمی۔ مشکوٰۃ المصابیح ص۱۹۱)

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مجھ پر میری اُمّت کے ثواب کے کام پیش کئے گئے تو میں نے ثواب کے کاموں میں یہ بھی دیکھا کہ مسجد میں کوئی تکلیف دینے والی چیز پڑی ہو اور کوئی شخص اسے نکال دے۔ اور مجھ پر میری اُمّت کے گناہ بھی پیش کئے گئے تو میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو کوئی سورت یا آیت عطا کی گئی ہو پھر وہ اس کو بھول جائے۔"

(رواہ الترمذی و ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح ص۶۹)

حضرات حفاظ کرام اور قراء عظام اللہ کی رضا کے لئے قرآن مجید پڑھاتے رہیں دنیا کا لالچ نہ کریں ضرورت کے لئے تھوڑی بہت تنخواہ لیتے رہیں۔ تھوڑی تنخواہ ہو تو صبر و

شکر کے ساتھ گزارہ کرتے رہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کیا کہ ایک دن بیوی نے میٹھا پکا کر سامنے رکھ دیا فرمایا کہ یہ کہاں سے آیا انہوں نے بتایا کہ روزانہ کے وظیفہ میں سے تھوڑا تھوڑا بچا کر میٹھا بنایا ہے فرمایا اچھا ہم ضرورت سے زیادہ وظیفہ لیتے ہیں یہ فرمایا اور ناظر بیت المال کو لکھ دیا کہ میرے وظیفہ میں سے مستقل اتنا وظیفہ کم کر دیا جائے اور ایک کام اور کیا وفات سے پہلے وصیت فرمائی کہ میرا باغ بیچ کر بیت المال میں اتنے پیسے داخل کر دیئے جائیں وظیفہ لے کر دینی کام کرنے والوں کے لئے راستہ بھی نکال دیا اور جو لیا تھا وہ بھی ادا کر دیا۔ (ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور نے اس پر عمل کیا اور زمانہ عسرت میں جو کچھ مدرسہ سے لیا تھا بعد میں ادا فرما دیا)۔

○ **فرمایا:** علی رضی اللہ عنہ بھی بہت سادہ زندگی گزارتے تھے حالانکہ بیت المال ان کے ہاتھ میں تھا۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن رزین رحمہ اللہ (جو کہ تابعی تھے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے کچھ حریرہ سا کھانے کے لئے پیش کیا (جو پانی میں آٹا گوندھ کر بنا لیا جاتا تھا)۔ عبداللہ بن رزین رحمہ اللہ نے کہا کہ آپ یہ اس بطخ کو ذبح کر کے سالن پکا کر کھلا دیتے تو کیسا اچھا ہوتا اللہ نے آپ کو بڑی خیر سے نوازا ہے ارشاد فرمایا کہ اے ابن رزین میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خلیفہ کو اللہ کے مال سے صرف دو پیالے لینے کی اجازت ہے۔ ایک پیالے سے وہ خود کھالے اور اس کے اہل وعیال کھالیں اور دوسرا پیالہ مہمانوں کے سامنے رکھے۔

○ **فرمایا:** ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے۔ سردی کا زمانہ تھا۔ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے لیکن اس سے سردی دور نہیں ہو رہی تھی۔ کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المال میں آپ کے اور آپ کے گھر والوں کے لئے حصّہ مقرر فرمایا ہے اور آپ کا یہ حال ہے کہ سردی سے کپکپا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں

مسلمانوں کے مال سے کچھ نہیں لوں گا۔ میری چادر ہے جو میں گھر سے لایا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کہ یہ میں نے مدینہ منورہ سے منگوائی ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی گھر دھر نہیں بنایا نہ اینٹ پر اینٹ رکھی نہ اینٹ پر کوئی بانس رکھا مدینہ منورہ میں جو ان کا کچھ مال تھا اسی سے تھیلے بھر کر غلہ منگا لیا کرتے تھے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا یہ حال تھا کہ وہ درہ لئے ہوئے بازار میں پھرتے اور لوگوں کو اللہ سے ڈرنے کی اور صحیح طریقہ پر خرید و فروخت کرنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ناپ تول پوری کرو۔ (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۳)

ذکر اللہ کے فضائل اور فوائد

○ **فرمایا:** اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے، دل سے زبان سے اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگا رہنا لازم ہے، ذکر سے بہت بڑے درجات حاصل ہوتے ہیں، سورۂ احزاب میں فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝﴾

”اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔“

سورۂ بقرہ میں فرمایا:

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝﴾

”تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا اور میری شکر گزاری کرو اور میری ناشکری مت کرو۔“

سورۂ عنکبوت میں فرمایا:

﴿اُتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ط وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ۝﴾

”جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کیجئے اور نماز کی پابندی رکھئے،

بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی رہتی ہے، اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں نماز کا ایک خاص وصف بیان فرمایا کہ وہ برائیوں سے روکتی ہے، درحقیقت نماز کو نماز کی طرح پڑھا جائے تو وہ گناہوں کے چھڑانے کا سبب بن جاتی ہے اس میں قراءت قرآن بھی ہے تسبیح بھی تکبیر بھی ہے رکوع بھی ہے سجود بھی ہے خشوع بھی ہے خضوع بھی ہے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اظہار بھی ہے اور اپنی عاجزی اور فروتنی کا تصور بھی ہے، ان سب امور کا دھیان کر کے نماز پڑھی جائے تو بلاشبہ نمازی آدمی بے حیائی کے کاموں اور گناہوں سے رک جائے گا، جس شخص کی نماز جس قدر اچھی ہوگی اسی قدر گناہوں سے دور ہوگا، اور جس قدر نماز میں کمی ہوگی اسی قدر گناہوں کے چھوٹنے میں دیر لگے گی۔ نمازی آدمی اگرچہ گناہ گار ہو بہرحال نماز پڑھتا رہتا ہے، کبھی نہ کبھی اس کی نماز انشاء اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو چھڑا ہی دے گی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور صبح ہوتی ہے تو چوری کر لیتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا نماز پڑھنے والا عمل اسے اس عمل سے روک دے گا جسے تو بیان کر رہا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صـ۱۱ از احمد و بیہقی فی شعب الایمان)

نماز کی اہمیت بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (اور البتہ اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے) درحقیقت اللہ کا ذکر ہی پورے عالم کی جان ہے جب تک دنیا میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے آسمان و زمین قائم ہیں اور دوسری مخلوق بھی موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک زمین میں ایک مرتبہ بھی اللہ اللہ کہا جاتا رہے گا، نماز بھی اللہ کا ذکر کرنے کے لئے ہے جو سراپا ذکر ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں فرمایا ہے اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ کہ میری یاد کے لئے

نماز قائم کیجئے نماز میں اول سے آخر تک ذکر ہی ذکر ہے نمازی آدمی تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک برابر اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے، کبھی اللہ تعالیٰ کے حمد و ثنا میں مشغول ہے، کبھی تلاوت میں، کبھی تکبیر میں، کبھی تسبیح میں، اور کبھی تحمید میں، اور کبھی دعاء میں نمازی آدمی کی زبان بھی ذکر اللہ میں مشغول رہتی ہے اور دل بھی۔

○ **فرمایا:** ذکر سے کبھی غافل نہ رہیں، رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کَانَ یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْ کُلِّ اَحْیَانِہٖ کہ آپ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے (رواہ مسلم) یوں تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا ہر عمل (جس میں گناہوں سے بچنا بھی ہے) اللہ کے ذکر میں شمار ہے، لیکن ذکر اللہ ایسی چیز ہے کہ وہ ہر وقت ہو سکتا ہے، تلاوت قرآن مجید، تسبیح، تحمید، تکبیر، تہلیل، دعاء یہ سب اللہ کا ذکر ہے، درود شریف اللہ کے ذکر میں شامل ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعاء مانگی جاتی ہے، وہ لوگ مبارک ہیں جو دل سے اور زبان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اس کی نعمتوں کے شکر گزار ہوتے ہیں اور اس کی کتاب کی تلاوت میں مشغول رہتے ہیں۔ اور اس کی حمد و ثناء کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی تلاوت کی فضیلت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی کتاب میں سے ایک حرف پڑھے تو اس کی وجہ سے اسے ہر حرف پر ایک نیکی ملے گی، اور ہر نیکی دس گنی ہو کر ملے گی۔ (رواہ الترمذی وقال حسن صحیح)

تسبیح، تحمید کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر میں ایک دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ لوں تو یہ مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج نکلتا ہے (رواہ مسلم) رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں ترازو میں بھاری ہوں گے، رحمٰن کو محبوب ہیں۔ وہ یہ کلمے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ (رواہ البخاری، وہو آخر الحدیث من کتابہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ کہا، اس کے لئے جنّت میں کھجور کا درخت لگادیا جائے گا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں نے ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی انہوں نے فرمایا کہ اے محمد ﷺ تم اپنی اُمّت کو میرا اسلام کہہ دینا اور انہیں بتادینا کہ جنّت کی اچھی مٹی ہے، میٹھا پانی ہے اور وہ چٹیل میدان ہے۔ اور اس کے پودے یہ ہیں، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

(رواہ الترمذی وقال حسن غریب اسنادا)

مطلب یہ ہے کہ جنت میں ہے تو سب کچھ مگر اسی کے لئے ہے جو کر کے لے جائے جو عمل سے خالی ہاتھ گیا، اسے کے لئے تو چٹیل میدان ہی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک ایسے درخت پر گزر ہوا، جس کے پتے سوکھے ہوئے تھے، آپ نے اس میں اپنی عصا کو مارا تو پتے جھڑنے لگے، آپ نے فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ بندے کے گناہوں کو اس طرح گرادیتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے گر رہے ہیں۔

(رواہ الترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا افضل الذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وافضل الدعاء اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یعنی سب سے بڑی فضیلت والا ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور سب سے بڑی فضیلت والی دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں جنّت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتادوں میں نے عرض کیا کہ ارشاد فرمائیے، فرمایا وہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ط ہے۔

○ **فرمایا:** جب ذکر اللہ کی اس قدر فضیلت ہے تو اس میں تو لگا رہنا ہی چاہئے ایک سیکنڈ بھی ضائع نہ ہونے دیں، بہت سے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ کوئی کام کاج نہیں ریٹائرمنٹ کے بعد بیس بیس سال گزار دیتے ہیں، دکانوں میں لڑکے اور ملازم کام کرتے ہیں اتنی بڑی زندگی فضول گفتگو میں، اخبار پڑھنے میں، دنیا کے ملکوں کا تذکرہ کرنے میں، بلکہ غیبتوں میں گزار دیتے ہیں، یہ بڑے نقصان کا سودا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھے جس میں انہوں نے اللہ کا ذکر نہ کیا تو یہ مجلس ان کے لئے نقصان کا باعث ہوگی، پھر اگر اللہ چاہے تو عذاب دے یا چاہے تو مغفرت فرما دے۔ (رواہ الترمذی)

ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی چیزیں تو بہت ہیں آپ مجھے ایک ایسی چیز بتلا دیجئے کہ میں اس میں لگا رہوں۔ آپ نے فرمایا لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ کہ تیری زبان ہر وقت اللہ کی یاد میں تر رہے۔ (مشکوٰۃ) ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضیلت کے اعتبار سے سب سے بڑا عمل کون سا ہے؟ فرمایا وہ عمل یہ ہے کہ تو دنیا سے اس حال میں جدا ہو کہ تیری زبان اللہ کی یاد میں تر ہو۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر اللہ کے علاوہ زیادہ باتیں نہ کیا کر کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ بولنے سے دل میں قساوت یعنی سختی آجاتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے سب زیادہ دور وہی شخص ہے جس کا دل سخت ہو۔ (رواہ الترمذی)

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کے لئے صاف کرنے کی ایک چیز ہوتی ہے اور دلوں کی صاف

کرنے والی چیز اللہ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والی کوئی چیز نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس قدر جہاد کرے کہ مارتے مارتے اس کی تلوار بھی ٹوٹ جائے تو یہ عمل بھی عذاب سے بچانے میں ذکر اللہ سے بڑھ کر نہیں ہے۔

(رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر کمافی المشکوۃ ص ۱۹۹)

ہوشمند بندے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگے رہتے ہیں، اپنی زندگی ضائع نہیں کرتے۔ جعلنا اللّٰہ تعالیٰ منھم۔

○ **فرمایا:** بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی دینی بات ہو رہی ہو تو وہ تسبیح پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ بات سنو تو کہتے ہیں کہ جی ہاں میرے کان ادھر ہی لگے ہوئے ہیں، لیکن اگر ان سے پوچھا جائے کہ بات کہنے والے نے کیا کہا تو پوری بات بتا نہیں سکتے کیونکہ آنکھیں ان کی بات کہنے والے کی طرف اٹھی ہوئی نہ تھیں۔ بلکہ زبان کی مشغولیت بھی توجہ تام سے مانع ہوتی ہے، اور بعض لوگوں کو ضرورت سے زیادہ نیکی کا جوش ہوتا ہے وہ دوران خطبہ بھی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں جب کہ دوران خطبہ ذکر، تلاوت، تسبیح پڑھنا ممنوع ہے اگر کان لگے رہیں تب بھی حضوری قلب کی ضرورت ہوتی ہے اسی کو سورہ ق میں فرمایا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ۔

نماز کے فضائل اور فوائد

○ **فرمایا:** شریعت اسلامیہ میں ایمان کے بعد نماز کا درجہ ہے، نماز کی ایک عظیم اور ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ وہ معراج شریف کی رات میں فرض کی گئی اور اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے لئے اذان دی جاتی ہے۔ اور ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ باجماعت پڑھی جاتی ہے جب جماعت کھڑی ہو جاتی ہے تو اقامت کے ذریعہ دوبارہ اطلاع دی جاتی ہے، چونکہ شریعت میں نماز کی غیر معمولی اہمیت ہے اس لئے اس کے لئے مذکورہ بالا امور کا اہتمام کیا گیا ہے۔

نماز کی مزید خصوصیات یہ ہیں:

بدن یا کپڑوں پر یا نماز کی جگہ نجاست ہونے سے نماز نہیں ہوتی اور اس کی ادائیگی کے لئے حدث اکبر اور حدث اصغر سے پاک ہونا بھی ضروری ہے۔

○ **فرمایا:** ایک صاحب نے عجیب بات بتائی اور وہ یہ ہے کہ ایسے لوگ تو بہت ہیں جو تارک نماز ہیں۔ لیکن ایسا کوئی شخص بھی نہ ملے گا جو غسل فرض ہوتے ہوئے یا بے وضوء ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لے، بات یہ ہے کہ نماز دیانت پر ڈالتی ہے کسی بے نمازی سے کتنی ہی ضد کر لو اور یوں کہو کہ نماز پڑھ لے اگرچہ بے وضو ہو تو وہ بے وضو نماز نہیں پڑھ سکتا۔

جب نمازی کا یہ حال ہے کہ وہ بے وضو نماز پڑھنے کو تیار نہیں تو نمازی شخص کیسے دیانت دار اور امانت دار نہ ہوگا، وہ اپنے اور اللہ کے درمیان اور اپنے اور مخلوق کے

درمیان صحیح تعلق قائم رکھے گا (ہاں نماز میں کمی ہو تو یہ اور بات ہے)۔

○ **فرمایا:** نماز میں ایک یہ بات ہے کہ انسان جب نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کا ہر چیز پر کنٹرول ہوتا ہے، نماز اس پر آمادہ کرتی ہے کہ ظاہر و باطن سب اللہ کی طرف متوجہ ہو زبان سے پڑھ رہے ہیں ہاتھ باندھے ہوئے ہیں قدم اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں، کھڑے ہونے کی حالت میں نظر سجدہ کی جگہ اور رکوع میں قدموں پر اور سجدہ میں ناک پر اور تشہد میں گود میں اور سلام میں دونوں کاندھوں پر ہونی چاہئے۔ چونکہ نماز میں اس قدر بندش ہے اس لئے نفس نماز سے بہت گھبراتا ہے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اٹھارہ گھنٹے بڑی محنت سے کام کرتے ہیں لیکن دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے ان کا نفس آمادہ نہیں ہوتا، ہاں اگر کسی کو نماز کا ذوق ہو جائے تو نفس اور قلب اور روح سب کو نماز میں مزہ آنے لگتا ہے۔ اس صورت میں صرف شیطان ہی رہ جاتا ہے جو نماز سے روکنے کی کوشش کرتا ہے اور نمازی کا دل بٹاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وانها لكبيرة الا على الخاشعين﴾

ترجمہ: ”یعنی نماز نفس پر بھاری ہے سوائے ان لوگوں کے جو نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔“

خشوع قلبی جھکاؤ کا نام ہے دل جھکے گا تو دوسرے اعضاء بھی جھکیں گے۔ پھر اللہ جل شانہ نے خشوع حاصل کرنے کا طریقہ بتایا ہے اور ارشاد فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾

ترجمہ: ”خشوع والے وہ ہیں جو یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“

○ **فرمایا:** جو آدمی اس کا یقین رکھتا ہے کہ مجھے مرنا ہے اور موت کے بعد پیشی ہونی ہے، میری نماز بھی بارگاہ صمدیت میں پیش ہوگی وہ اچھی نماز پڑھے گا اور اسے خشوع کی کیفیت حاصل ہوگی اور نفس کو خشوع کی نماز کے لئے آمادہ کرے گا۔

○ **فرمایا:** تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد حضرت ثابت بنانیؒ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے تو مجھے ضرور اجازت دینا، راوی کا بیان ہے کہ جب ان کو دفن کیا اور لحد کی اینٹیں لگا کر ہٹے تو ایک اینٹ گر گئی، کسی نے جھانک کر دیکھا تو نظر آیا کہ وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔

○ **فرمایا:** حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ذکاوت کے بہت سے واقعات ہیں جو ان کے سیرت نگاروں نے لکھے ہیں ان میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ میں اپنی قیمتی چیز اپنے ہی گھر کسی جگہ دفن کر کے بھول گیا ہوں لہٰذا اس کے یاد آنے کی کوئی تدبیر بتائیں۔ حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تم جا کر نفل نماز پڑھنا شروع کرو اور جب تک یاد نہ آئے نماز پڑھتے رہو اس نے نماز پڑھنا شروع کر دی، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اسے وہ جگہ یاد آگئی جہاں اپنی چیز دفن کر چکا تھا، اس میں وہی نکتہ ہے کہ نماز نفس پر بھاری ہے ایک طرف تو نفس کی مصیبت آگئی، دوسری طرف شیطان کو گوارا نہ ہوا کہ یہ شخص لمبی نماز پڑھے، اور نفس اور شیطان کا یوں بھی یارانہ ہے، دونوں نے مل کر زور لگایا جلدی سے اس شخص کو دفینہ کی یاد آگئی اس نے وہیں نماز پوری کر کے سلام پھیر دیا اور حضرت امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا ماجرا بیان کیا، حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا کہ "بندہ خدا بطور شکرانہ پوری رات نماز پڑھتا رہتا تو کیسا اچھا تھا"۔

○ **فرمایا:** شیطان کو یہ گوارا نہیں ہے کہ کوئی شخص نماز پڑھے پھر اگر کوئی شخص اس

کی کوشش کو فیل کر دیتا ہے اور نماز پڑھنے ہی لگتا ہے تو شیطان نماز خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے رکوع سجدہ پورا نہیں کرنے دیتا غرح طرح کے وسوسے ادھر ادھر کے خیالات لاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان زور زور سے ہوا خارج کرتا ہوا بھاگ جاتا ہے یہاں تک کہ مقام روحاء تک پہنچ جاتا ہے (یہ مقام بدر کے راستہ میں مدینہ منورہ سے ۳۶ میل پر پڑتا ہے) جب اذان ختم ہو جاتی ہے وہ واپس آجاتا ہے پھر جب تکبیر ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے پھر جب نماز شروع ہوتی ہے تو واپس آجاتا ہے اور نمازی اور اس کی نماز کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور وہ باتیں یاد دلاتا ہے جو اس وقت نمازی کے خیال میں بھی نہیں ہوتیں یہاں تک کہ نمازی کو خیال نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ (صحیح مسلم ص۱۶۷، ص۱۶۸)

○ **فرمایا:** حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ (امیر تبلیغی جماعت) نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ مؤمن کی زندگی کے سب کام نماز کے نقشہ پر ہونے چاہئیں، نماز معیار ہے جس کی نماز ٹھیک ہو اس کے دوسرے کام بھی ٹھیک ہوتے ہیں اگر نماز کے اعمال اور آداب صحیح ادا نہ ہوں تو زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی بے ڈھنگا پن ظاہر ہو جاتا ہے اور ضروری کاموں میں بہت بڑا خلا ہو جاتا ہے۔ ایک بزرگ نے کسی کو سالن کا پیالہ دیا وہ کہیں پہنچانا تھا اس نے جو پیالہ اٹھایا تو کرتے کے دامن پر شوربہ گر گیا ان بزرگ نے فرمایا تمہاری نماز کے کون سے عمل میں کوتاہی ہے جس کی وجہ سے یہ شوربہ گرنے کی نوبت آئی۔

احقر نے اس بارے میں غور کیا تو اندازہ ہوا کہ یہ واقعی بہت گہری بات ہے اور اس کی تفصیل میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، ایک حدیث میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نماز عشاء پڑھاتے ہوئے قراءت لمبی کر دی۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں ان کی شکایت کر دی، چونکہ یہ قراءت عشاء کی مسنون قراءت سے

زیادہ تھی اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان کو ڈانٹا، اور فرمایا کہ "اے معاذ! کیا تم فتنہ میں ڈالنے والے ہو"۔ (تین بار ایسا ہی فرمایا) پھر فرمایا جب لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو ہلکی نماز پڑھاؤ کیونکہ نمازیوں میں مریض بوڑھے اور صاحب حاجت (یعنی کام کاج کرنے والے) ہوتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۹۷)

بعض روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ **اقتد باضعفهم** یعنی لوگوں میں جو سب سے زیادہ ضعیف ہو اس کی اقتدا کرو۔ (جمع الفوائد)

دیکھئے امام کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ مقتدی بنے اور نمازیوں میں جو سب سے زیادہ ضعیف ہو اس کی اقتدا کرے اقتداء کا مطلب یہ ہے کہ جو ان میں کمزور ترین ہو اس کی رعایت کی جائے اب اسی کو زندگی کے تمام شعبوں میں جاری کر کے دیکھو کسی کو کھانسی اٹھ رہی ہے یا کراہ رہا ہے بے چارہ آواز نکالنے پر مجبور ہے اس کی آواز کی وجہ سے تمام گھر والوں کو جاگنا پڑے گا یہ ضعیف کی اقتداء ہے ایک جماعت پیدل جارہی ہے اور سب اس کو اس کے ساتھ چلنا اور مقصد کی جگہ ساتھ پہنچنا ہے ان میں کوئی جوان ہے کوئی بوڑھا ہے جو ضعیف ہے وہ درمیانہ رفتار سے بھی نہیں چل سکتا سب کو اس کی رعایت کرنی ہوگی، اگر رعایت کریں گے تو جماعت باقی رہے گی اور سب مقصد کی جگہ ساتھ پہنچ سکیں گے۔

چھوٹا بچہ ناسمجھ ہے سمجھانے سے سمجھتا نہیں چپ کرانا چاہو تو اور ضد کرتا ہے اور سمجھ کے اعتبار سے ضعیف ماں باپ کو اور سب گھر والوں کو اس کی رعایت کرنی پڑتی ہے جب تک وہ چپ ہو کر نہ سو جائے گھر کے دوسرے افراد نہیں سو سکتے اگر غور کریں گے تو اس طرح کی اور بہت سی مثالیں انشاء اللہ سامنے آجائیں گی۔

نماز کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب کھانا حاضر ہو تو نماز سے پہلے کھانا کھا لو پھر نماز پڑھو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کھانا کھاتے رہتے تھے اور مسجد سے امام کی قراءت کی آواز آتی رہتی تھی۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۹۶)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مقولہ کسی سے سنا تھا: لان اجعل طعامی کلہ صلوۃ خیر من ان اجعل صلوتی کلھا طعاما ترجمہ: "اگر میں اپنے کھانے کو نماز بنالوں یعنی کھانا کھاتا رہوں اور یہ سوچتا رہوں کہ اب نماز پڑھوں گا تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنی نماز کو کھانا بنالوں یعنی نماز پڑھتے ہوئے میں یہ سوچتا رہوں کہ نماز سے فارغ ہوں تو کھانا کھاؤں۔"

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ پیشاب پائخانہ کا تقاضا ہوتے ہوئے نماز نہ پڑھو۔

اس میں بھی وہی بات ہے کہ جب ان دونوں سے جنگ ہوگی (ایک تقاضا کرے گا کہ میں آؤں اور نمازی کہے گا کہ ابھی تیرا موقعہ نہیں ہے) تو اس میں بھلا خشوع کہاں حاصل ہوگا؟ قربان جائیے صاحب رسالت ﷺ کے آپ نے اس مضمون کو ولا وھو یدافعہ الاخبثان (مشکوۃ المصابیح ص۹۶) کہہ کر بیان فرمایا، ذرا باب مفاعلہ کے مفہوم کو سامنے لائیں پھر حدیث کی معنویت کا پتہ چلے گا۔

دعاء عبادت کا مغز ہے

○ **فرمایا:** دعا کا مطلب اللہ تعالیٰ سے مانگنا، درخواست کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان تعلّق خالق و مخلوق مالک و مملوک، رازق و مرزوق اور سب سے بڑھ کر عابد و معبود کا ہے۔ یہ مقام عبدیت ہی ہے کہ جو جتنا عبادت گزار ہوگا اسے اسی قدر اللہ عزوجل کا قرب حاصل ہوگا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:
اُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ "مجھ سے دعا مانگا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔"
(المؤمن)

○ **فرمایا:** حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے، ذکر میں وہ دعائیں بھی شامل ہیں جن کا موقعہ بموقعہ پڑھنا آپ ﷺ سے مروی ہے ان کا اہتمام کرنے سے کثرت ذکر کی دولت نصیب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے، ان کے مضامین میں غور خوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں توحید کی بڑی اہم تعلیمات ہیں اور ان کے پڑھنے اور سمجھنے سے اللہ جلّ شانہٗ کی ربوبیت کا بار بار اقرار ہوتا ہے اور دل و زبان پر بار بار یہ بات آتی ہے کہ اللہ ہی نے پیدا فرمایا، اسی نے زندہ رکھا، اسی نے سلایا، اسی نے سونے سے جگایا، اسی نے کھلایا اور اسی نے پہنایا، اسی کے حکم سے صبح شام ہوتی ہے، سفر اور حضر میں وہی محافظ ہے، دشمنوں کے شر سے وہی بچاتا ہے شیطان سے وہی محفوظ رکھتا ہے۔ ہر دکھ درد کا دور کرنے والا وہی ہے، بارش اسی کے حکم سے آتی ہے ہوائیں اسی کے حکم سے چلتی ہیں، ہر مجلس میں اور ہر موقعہ اور ہر

مقام میں اسی کو یاد کرنا لازم ہے اور ہر نعمت حاصل ہونے اور ہر دکھ تکلیف کے چلے جانے پر اسی کا شکر کرنا واجب ہے ہر خیر کا اسی سے سوال کریں اور ہر شر سے محفوظ ہونے کے لئے اسی کو پکاریں۔

○ **فرمایا:** بظاہر انسان اپنی محنت سے کماتا ہے پھر پکا کر کھاتا ہے اور یہی بات زندگی کے دوسرے شعبوں سے متعلق ہے۔ مثلاً اپنی کمائی سے کپڑا خرید کر پہنتا ہے اور اپنے تعمیر کردہ مکان میں ٹھکانہ پکڑتا ہے اور ان دعاؤں میں بار بار یہ بتایا گیا ہے کہ باوجود کوشش اور محنت کے بندہ کے کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، کھلانے کی نسبت اللہ ہی کی طرف ہے اور پہنانے کی نسبت بھی اسی کی طرف ہے پیٹ بھی وہی بھرتا ہے، پیاس بھی وہی بجھاتا ہے اور ہر طرح کا آرام وراحت وہی پہنچاتا ہے اگر اس کی مشیت نہ ہوتی تو باوجود محنت اور مشقت اور کدو کاوش کے پیسہ نہیں ملتا اور تجارت میں نفع کے بجائے پورا سرمایہ ہی ڈوب جاتا ہے اگر پیسہ بھی مل جائے تو ضروری نہیں کہ اس کے ذریعے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی چیزیں میسر ہو جائیں اگر چیزیں میسر بھی آجائیں تو ضروری نہیں کہ ان کا استعمال کرنا بھی نصیب ہو جائے اور اگر استعمال کر بھی لیں تو یہ ضروری بھی نہیں کہ ان سے حاجت پوری ہو جائے، بہت سے لوگ کھاتے ہیں مگر ہضم نہیں ہوتا اور بہت سے لوگ کھاتے ہی چلے جاتے ہیں مگر پیٹ نہیں بھرتا اور بہت سے لوگ پیتے ہی چلے جاتے ہیں مگر پیاس نہیں بجھتی، وہ لوگ بھی ہیں جن کے پاس لاکھوں کا سرمایہ ہے لیکن کھانے سے عاجز ہیں کیونکہ معدہ کچھ قبول نہیں کرتا، بہترین مکانات ہیں ایر کنڈیشنڈ ہیں، نرم نرم بستر ہیں اور راحت کا ہر سامان موجود ہے لیکن نیند نہیں آتی، نیند کا لانا اور پھر زندہ اٹھا دینا، کھلانا پلانا اور پیٹ بھرنا اور سیراب کرنا اور معدہ میں پہنچا دینا اور اور پچا دینا اور خون بنا کر جسم میں رواں دواں کر دنیا اور قوت دینا یہ سب اللہ ہی کی مشیت اور قوت سے ہوتا ہے اس لئے حضور اقدس ﷺ ہر ہر

موقعہ پر اللہ کی وحدانیت اور مالکیت کا اقرار اور اپنی عاجزی اور ضعف کا اعتراف کرتے تھے اور اپنی اُمت کو بھی اس طرف متوجہ فرماتے تھے اور اس کی تعلیم دیتے تھے، چونکہ سب اللہ ہی کے بندے ہیں اور اس کی مخلوق ہیں اور جن اسباب سے بندے آرام وراحت پاتے ہیں وہ بھی خدا ہی کی مخلوق ہیں اس لئے انسان پر لازم ہے کہ ہر حرکت و سکون کو اللہ ہی کی طرف سے سمجھے اور ان کے ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرے اور ہر وقت اور ہر موقعہ پر اللہ ہی کی یاد کریں اور بار بار اپنی غلامی، عاجزی اور بے بسی کا اقرار و اعتراف کرے۔

○ **فرمایا:** مسنون دعاؤں کو بڑے اہتمام سے پڑھنا چاہئے (مؤلف کی کتاب فضائل دعا اور مسنون دعائیں کا مطالعہ فرمائیں) کیونکہ ان کے پڑھنے میں اول تو آنحضرت سرور عالم ﷺ کا اتباع ہے جو خداوند تعالیٰ شانہ، تک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہے۔ دوسرے چونکہ ان دعاؤں کے الفاظ اللہ جلّ شانہ، نے اپنے نبی پاک ﷺ کو الہام فرمائے ہیں اس لئے اپنی زبان میں شکر ادا کرنے یا عربی میں کسی دوسرے کی بنائی ہوئی دعا کے پڑھنے کے بجائے ان کا ورد رکھنا اور موقع بموقع پڑھنا بہت زیادہ اہم ہے۔

○ **فرمایا:** فرمایا مؤمن بندوں کو محبوب حقیقی کے ذکر میں مزا آتا ہے اور اس سے لذت محسوس ہوتی ہے اور جو لوگ دنیا کی محبّت میں پھنسے ہوئے ہیں وہ فرض نماز تک سے جان چراتے ہیں اور دس پانچ مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے بھی گھبراتے ہیں ایسے لوگ ذاکرین کو دیوانہ اور بے وقوف کہتے ہیں اور شیطان کے بہکانے اور نفس کے ورغلانے سے کثرت ذکر کے عمدہ ترین مشغلہ میں لگنے والوں کو رہبانیت کا طعنہ دیتے ہیں، قرآن مجید میں کثرت ذکر کا حکم ہے اور حضور اقدس ﷺ نے اس پر عمل کرکے دکھایا اور اپنی اُمّت کو اس کی ترغیب دی اور زندگی بھر کے احوال اور اوقات کے مطابق دعائیں سکھائیں۔ اگر یہ رہبانیت ہوتی تو آپ ﷺ کثرت ذکر میں خود کیوں لگتے

اور اپنی اُمت کو اس میں کیوں لگاتے۔

○ **فرمایا:** تقریباً پینتالیس سال پہلے جب احقر نے کتاب ''مسنون دعائیں'' لکھی تھی اس وقت ایک شخص کا غضب ناک خط آیا جس میں اس نے لکھا تھا کہ اس مشغولیت کے دور میں لوگوں کو اتنی دعائیں پڑھنے کی فرصت کہاں ہے؟ اس خط سے اندازہ ہوا اور کچھ سیاسی مزاج لوگوں کے قول و فعل اور رنگ ڈھنگ سے پتہ چلا کہ مسنون دعائیں پڑھنا اور اذکار ماثورہ میں لگنا گویا ان کے نزدیک کارخانوں کے تباہ کرنے اور سیاست میں رخنہ پیدا کرنے اور تجارتوں کے برباد ہونے کے مترادف ہے، جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے اگر ان کی زبان یا قلم سے ایسی باتیں نکلتیں تو محل تعجب نہ تھا، لیکن افسوس یہ ہے کہ جو لوگ مسلمان ہونے کے مدعی ہیں وہ بھی ایسی باتیں کرتے ہیں اور لکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اذکار و ادعیہ میں لگنے والوں کی مذمت کرتے ہیں اور ان کے خلاف زہر اگلتے ہیں فیا اسفی عَلَیۡهِمۡ بات اصل یہ ہے کہ اپنا مقصد تخلیق یاد نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ترجمہ: (نہیں پیدا کیا میں نے جنات کو اور انسان کو مگر عبادت کے لئے) میں بیان فرمایا ہے ایسے لوگوں کو قرآن وحدیث کی تصریحات بھی معلوم نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوا اللّٰهَ ذِکۡرًا کَثِیۡرًا وَّسَبِّحُوۡهُ بُکۡرَةً وَّاَصِیۡلًا۝ ترجمہ: (اے ایمان والوں تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو) اور ارشاد نبوی ﷺ لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطۡبًا مِّنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ ترجمہ: (تیری زبان ہر وقت اللہ کی یاد میں تر رہے) (رواہ الترمذی عن عبداللہ بن بسر وحسنہ کمافی المشکوۃ ص۱۹۸) اور اَکۡثِرُوۡا ذِکۡرَ اللّٰهِ حَتّٰی یَقُوۡلُوۡا مَجۡنُوۡنٌ ترجمہ: (اللہ کے ذکر کی کثرت کرو یہاں تک کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں)۔ (رواہ احمد وابویعلی وابن حبان والحاکم وقال

صحیح الاسناد کمافی الترغیب ج ۲ ص ۳۹۹) کو پڑھتے اور دل وجان سے مانتے تو ایسی باتیں ہرگز نہ کرتے۔ اگر اللہ کے نام میں مشغول ہونے سے فانی دنیا کا نقصان ہو جائے جو اللہ کے نزدیک بکری کے کان کٹے ہوئے مردہ بچہ سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (کمافی المشکوٰۃ ص ۴۳۹ عن صحیح مسلم) تو یہ کوئی رنج کی بات نہیں ہے۔ بالفرض اگر اذکار وادعیہ میں لگنے سے فانی دنیا کا کچھ نقصان ہو بھی جائے تو اس عظیم فائدہ کو بھی تو دیکھنا چاہئے کہ اذکار وادعیہ میں لگنے سے زندگی نورانی بنتی ہے اور مال ومتاع میں بہت بڑی برکت ہوتی ہے اور قلبی سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے۔ پھر یہ نقصان کا وسوسہ بھی تو غلط ہے کیونکہ بظاہر نقصان کا امکان اس وقت تھا جب کہ ہروقت ادعیہ واذکار ہی میں لگے رہتے۔ (جیساکہ ان میں لگنے کا حق ہے) لیکن اگر مختلف اوقات کی مختلف دعائیں پڑھی جائیں تو ان میں مشاغل دنیویہ کو چھوڑنے کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی اور ان کے لئے مستقل وقت نہیں نکالنا پڑتا، کام کاج میں لگے ہوئے چلتے پھرتے سب دعائیں ادا ہو جاتی ہیں بات اصل وہی ہے کہ جو لوگ مردار دنیا اور اہل دنیا سے محبّت اور شفقت رکھتے ہیں، وہ اللہ کے نام کی لذت سے ناآشنا ہیں اور آخرت کی نعمتوں سے بے خبر ہیں۔

زبان کے فوائد اور تباہ کاریاں

○ **فرمایا:** در حقیقت زبان کے اپنے ذاتی جو گناہ ہیں وہ بھی بہت سارے ہیں اور بڑے بڑے ہیں جھوٹ بولنا، جھوٹی قسم کھانا، جھوٹے وعدے کرنا، چغلی کرنا، غیبت کرنا، گالی دینا، کسی مسلمان کو کافر کہنا، جھوٹی گواہی دینا، فسق اور کفر کی دعوت دینا، منافقانہ باتیں کرنا، تہمت لگانا وغیرہ وغیرہ یہ بذات خود کبیرہ گناہ ہیں۔ لیکن دوسرے اعضاء سے جو گناہ عموماً صادر ہوتے ہیں۔ ان کے صادر ہونے میں بھی زبان کی شرکت ہوتی ہے۔ چور ڈاکو مل کر آپس میں مشورے کرتے ہیں۔ رشوت کے لین دین میں بھی زبان استعمال ہوتی ہے زنا کار مرد اور عورت کے درمیان بھی زبان سے مفاہمت ہوتی ہے۔ دھوکا فریب دینے میں بھی زبان کی شرکت ہوتی ہے۔ اسی لئے دوسرے اعضاء اس کی خوشامد اور عاجزی کرتے ہیں کہ دیکھ تو ہماری سلامتی کو خطرہ میں مت ڈال دینا۔ دیکھو زبان گالی دیتی ہے اور بہت مرتبہ اس گالی کی وجہ سے جوتا سر پر پڑتا ہے اور زبان اپنی جگہ ۳۲ دانتوں کے قلعہ میں محفوظ رہتی ہے۔

○ **فرمایا:** ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی باتیں دریافت کیں۔ اخیر میں عرض کیا پھر اس کے بعد کیا کروں آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا "کُفَّ عَلَیْكَ هٰذَا" (اسے قابو میں رکھو تاکہ یہ تمہیں ضرر نہ پہنچائے) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَکَلَّمُ بِهٖ کیا ہمارا اس پر مواخذہ ہوگا جو ہم باتیں کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَهَلْ یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ

عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ (کہ لوگوں کو دوزخ میں مونہوں کے بل ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی توڑالیں گی)۔(ذکرہ صاحب المشکوٰۃ فی کتاب الایمان)

بہت سے لوگوں کو زبان پر قابو نہیں ہوتا۔ فضول باتیں غیبتیں، چغلیاں جھوٹی باتوں جھوٹی قسموں کا مشغلہ رکھتے ہیں۔انہیں ذرا ڈر نہیں اور بالکل دھیان نہیں کہ ان باتوں کا کیا پھل ملے گا۔

○ **فرمایا:** غیبت بہت بری بلا ہے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾

"اور تم میں بعض، بعض کی غیبت نہ کریں کیا تم میں کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ اس کو تو تم مکروہ جانتے ہو۔"

معلوم ہوا کہ مؤمن بھائی کی غیبت کرنا اس کے مردہ ہونے کے بعد اس کا گوشت کھانے کے مترادف ہے، بعض لوگوں کو غیبت کا چسکا ہوتا ہے دوسرے کی غیبت کر کے مزہ لیتے ہیں اس غیبت کا وبال بہت بڑا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی تو ہے ہی جو کبیرہ گناہ ہے۔ حقوق العباد کا مسئلہ ہے قیامت کے دن نیکیوں کے ذریعے لوگوں کو مظالم کا بدلہ دینا ہوگا، مظالم میں بے آبرو کرنا بھی ہے۔ جو غیبت میں بہت زیادہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا (غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا اس طرح سے کہ زنا کر کے بندہ توبہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے اور غیبت اس وقت تک معاف نہ ہوگی جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی گئی ہو۔(ذکرہ صاحب المشکوٰۃ فی باب حفظ اللسان)

○ **فرمایا:** غیبت میں ایک پہلو تکبر کا بھی ہے کیونکہ غیبت کرنے والا اس برائی سے

اپنے آپ کو بری کرتا ہے جو دوسرے کی برائی بیان کرتا ہے۔ جس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ وہ ایسا ہے میں ایسا نہیں ہوں یہ "میں" ہی تو تکبیر ہے۔

کسی بزرگ سے سنا ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ؒ نے غیبت کے زنا سے زیادہ شدید ہونے کا ایک نکتہ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ زنا کا گناہ باہی اور غیبت کا گناہ جاہی ہے۔ یعنی اس میں غیبت کرنے والے کے دل میں تکبر مضمر ہوتا ہے۔

○ **فرمایا:** ہمارے استاد حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رامپوری ؒ ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور غیبت سے بہت زیادہ پرہیز کرتے تھے اگر مجلس میں کسی کا ذکر خیر بھی آجائے تو جلدی سے روک دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ تعریف ہوتے ہوتے غیبت شروع ہو جاتی ہے۔ ایک نے تعریف کی دوسرا شخص اسی مجلس میں "لیکن" لگا کر اس کی برائی شروع کر دیتا ہے۔

مولانا موصوف ؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ لفظ غیبت میں اس کا لغوی معنی ملحوظ نہیں ہے۔ مطلب یہ تھا کہ لفظ غیبت اگرچہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ پیٹھ پیچھے برائی کرے لیکن غیبت کا گناہ اس شخص کو بھی ہو گا جو سامنے کسی کی برائی کرے۔

حضرت الاستاد ؒ نے جو یہ بات فرمائی کہ کسی کے پیٹھ پیچھے برائی کرے یا سامنے دونوں گناہ میں برابر ہیں اس کی دلیل ایک حدیث مرفوع ہے، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ (تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟) صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ذِکْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَکْرَہُ (کہ تیرا اپنے بھائی کو اس طرح یاد کرنا جو اسے ناگوار ہو یہ غیبت ہے) اس سے معلوم ہوا کہ غیبت کا مدار ناگواری پر ہے پیچھے ہو یا سامنے، اس سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہو گئی جو غیبت کو جائز کرنے کے لئے یوں کہہ دیتے ہیں کہ میں اس کے منہ پر کہہ سکتا ہوں، منہ پر کہہ دینے سے غیبت کے گناہ سے نہیں بچ سکتے۔

○ **فرمایا:** رسول اللہ ﷺ نے غیبت کا جو مطلب اور مصداق بتایا اس سے معلوم ہوا کہ غیبت صرف زبان ہی سے نہیں ہوتی ہاتھ آنکھ اور زبان کے اشاروں سے بھی ہوتی ہے کیوں کہ یہ بھی ذِکْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ میں شامل ہے۔

اب آگے حدیث سنئے جب رسول اللہ ﷺ نے غیبت کا تعارف فرماتے ہوئے ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ فرمایا تو ایک صحابی نے عرض کیا اَرَئَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ اَخِيْ مَا اَقُوْلُ (ارشاد فرمائیے کہ اگر وہ خرابی جو میں بیان کر رہا ہوں میرے بھائی میں موجود ہو تو کیا اس کا ذکر کرنا بھی غیبت ہے) آپ ﷺ نے فرمایا اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهُ۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب حفظ اللسان) (اگر تیرے بھائی میں وہ عیب اور خرابی ہے جو تو بیان کر رہا ہے تب ہی تو غیبت ہوئی اور اگر تو نے وہ بات کہی جو اس میں نہیں تب تو اسے تو نے بہتان لگایا)۔

علما نے فرمایا کہ بہتان کے ساتھ غیبت بھی ہے کیوں کہ جب اپنے واقعی عیب کا تذکرہ ناگوار ہوتا ہے تو جو عیب موجود نہ ہو اس کے بیان کرنے میں کیوں کر ناگواری نہ ہوگی لہٰذا تہمت غیبت بھی بن جاتی ہے۔

○ **فرمایا:** جو زبان کے گناہ ہیں ان سے زبان بھی گندی ہوتی ہے اور قلب کا بھی خون ہو جاتا ہے، گناہ تو گناہ ہے لایعنی کلام سے بھی دل متأثر ہوتا ہے اور دل میں قساوت و سختی آجاتی ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے لا تكثر الكلام بغير ذكر الله فان كثرة الكلام بغير ذكر الله قسوة للقلب (یعنی اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ نہ بولا کرو کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ بولنا دل کی قساوت یعنی سختی کا باعث ہے) مزید فرمایا وان ابعد الناس من الله القلب القاسي (اور لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہے جس کا دل قاسی ہے)۔ یعنی جس دل میں قساوت و سختی ہے وہی اللہ سے سب سے زیادہ دور ہے۔

دل کی قساوت آخرت کی فکر سے دور رکھتی ہے نماز میں دل نہیں لگنے دیتی، ضعیف اور مسکینوں پر رحم کرنے نہیں دیتی اور حق بات قبول کرنے سے مانع ہو جاتی ہے۔

○ **فرمایا:** ایک اور حدیث میں ارشاد ہے **کل کلام ابن ادم علیه لاله الا امر بمعروف او نهی عن منکر او ذکر اللّٰه** (انسان کی ہر بات اس کے لئے ضرر کا باعث ہے نفع کی چیز نہیں۔ الا یہ کہ امر بالمعروف ہو (یعنی بھلائی کا حکم دیا جائے) یا نہی عن المنکر ہو یعنی برائی سے روکا جائے) یا اللہ کا ذکر ہو۔ (اللہ کے ذکر میں وہ سب اعمال آگئے جو اللہ کی رضا کے لئے کئے جائیں) اس حدیث میں تین باتوں کے علاوہ باقی سب چیزوں کو باعث ضرر بتایا۔ ان میں جو گناہ ہیں ان کا باعث ضرر ہونا تو ظاہر ہی ہے لیکن جو باتیں گناہ نہیں ہیں یعنی فضول اور لایعنی باتیں ان کا باعث ضرر ہونا اس اعتبار سے ہے کہ ان سے دل میں قساوت آتی ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ جتنی دیر میں لایعنی بات کی اتنی دیر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا تو فائدہ مند ہوتا۔ فائدہ مند بات سے محروم ہونا بھی تو ضرر ہے، دوکانداروں کا طریقہ ہے کہ سال بھر کی کمائی کا حساب لگاتے ہیں اگر نفع نہیں ہوا اور پونجی صحیح سالم رہی تو اسے بھی نقصان میں شمار کرتے ہیں اس لئے کہ وقت خرچ ہوا اور محنت رائیگاں گئی۔ آخرت کے معاملے میں بھی ایسے ہی سوچنا چاہئے جس بات سے نفع نہ ہوا اگرچہ گناہ بھی نہ ہوا اس جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو کتنا بڑا ثواب ملتا۔ یہ ثواب سے محرومی بھی تو نقصان اور ضرر ہے۔

○ **فرمایا:** زبان انسان کے اندر بہت اچھی چیز ہے اللہ کی عبادت، اللہ کا ذکر، اللہ کی کتاب کی تلاوت، خیر کی تعلیم و تلقین نرم گفتاری یہ سب چیزیں زبان ہی سے صادر ہوتی ہیں لیکن اگر اسے شر میں استعمال کیا جائے تو دیگر تمام اعضاء سے بڑھ کر شر اور معصیت کا ذریعہ بن جاتی ہے اسی لئے اکابر سلف نے فرمایا ہے **جِرمه صغیر و جُرمه کبیر** کہ اس کا جسم تو چھوٹا سا ہے لیکن جرم اس کا بڑا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

جب صبح ہوتی ہے تو دیگر اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر کیونکہ ہماری سلامتی تیرے ہی سبب سے ہے اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے اور اگر تو کج راہی (ٹیڑھی راہ) پر چل پڑی تو ہمیں بھی ٹیڑھی راہ پر چلنا ہو گا۔ (رواہ الترمذی ابواب الزہد)

اللہ تعالیٰ کی انمول نعمتیں اور احکام شرعیہ میں آسانیاں

○ **فرمایا:** اللہ جلّ شانہ، نے محض اپنے فضل و کرم سے کائنات عالم کو وجود بخشا پھر ان کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے، ایمان اور کفر کو واضح طور پر بیان فرمایا، ایمان کی جزاء اور کفر کی سزا سے باخبر فرمایا۔ ایمان کا بدلہ جنّت ہے جو دائمی انعام ہے نہ وہاں سے نکلیں گے نہ نکالے جائیں گے اور نہ وہاں سے نکلنا چاہیں گے لَا یَبۡغُوۡنَ عَنۡهَا حِوَلًا دیکھو! ایمان کتنی بڑی نعمت ہے دنیا میں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ بن کر رہے اور آخرت میں دائمی جنت پائے اتنی بڑی چیز کتنی سستی کر دی۔ اس میں کچھ خرچہ ہی نہیں اور نہ کچھ محنت اور کوشش اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے واسطے سے جو کچھ بھیجا ہے اس کو دل سے مان لینا اور تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ہی ایمان ہے چونکہ ایمان ایک قلبی چیز ہے جو دل میں پوشیدہ ہے اس لئے اس کا پتہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہیں چل سکتا۔ لہٰذا اس کو چرا بھی نہیں سکتا اور اس پر ڈاکہ بھی نہیں ڈال سکتا۔ اگر کوئی شخص تلوار لے کر کھڑا ہو جائے اور یوں کہے کہ کفر کا کلمہ کہہ ورنہ تجھے قتل کر دوں گا تو اس صورت میں کلمہ کفر کہنا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ دل میں ایمان اور تصدیق باقی رہے اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ۔

جیسا کہ ابھی عرض کیا ایمان سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کی جزاء بھی سب سے بڑی اور دائمی ہے اور یہ نعمت سستی بھی بہت زیادہ ہے کہ اس سے زیادہ سستی کوئی چیز نہیں۔ مادی ضروریات میں بھی اللہ جلّ شانہٗ کی یہی عادت ہے کہ جو بہت زیادہ ضرورت کی چیز ہے وہ بہت زیادہ سستی ہے۔ دیکھو زندگی کے لئے سب سے زیادہ ہوا کی ضرورت ہے ہوا میں سانس لیتے ہیں جس سے زندگی برقرار رہتی ہے ہوا کتنی سستی چیز ہے انمول ہے اور بے مول ہے اتنی زیادہ ہے کہ کوئی شخص اس سے بچنا چاہے تو بچ نہیں سکتا جس کی وجہ سے فلاسفہ کو دھوکہ لگ گیا اور وہ یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ خلا محال ہے۔

○ **فرمایا:** ہوا کے بعد پانی کی ضرورت ہے۔ وہ بھی بہت زیادہ سستا ہے۔ سمندروں نہروں اور کنوؤں سے بے قیمت لے سکتے ہیں۔ اگر کہیں فروخت ہوتا ہے تو بھی بہت سستے داموں میں مل جارتا ہے جتنی اس کی ضرورت ہے اس سے ہزاروں درجہ کم قیمت میں میسر آجاتا ہے۔ پانی کے بعد خوراک کی ضرورت ہے، دیکھو گیہوں، چاول اور دوسرا غلہ کس قدر سستا ہے۔ اور جن چیزوں کی ضرورت کم پڑتی ہے یا درجہ ضرورت میں ہے ہی نہیں جیسے سونا، چاندی اور پلاٹینم وغیرہ تو یہ چیزیں مہنگی ہیں۔

○ **فرمایا:** ایمان کے بعد سب سے بڑا درجہ نماز کا ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ اسلام میں نماز کی وہ حیثیت ہے جو جسم انسانی میں سر کی حیثیت ہے۔ (الترغیب والترہیب للحافظ المنذری ج ا ص ۲۴۶)

نماز بھی ہر عاقل بالغ پر فرض ہے ...... اور یہ بھی سستی چیز ہے باوضو ہو کر پاک کپڑوں میں پاک جگہ قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو کر پڑھ لو جو کپڑے پہلے سے پہنے ہوئے ہیں انہیں کا پاک ہونا کافی ہے نماز پڑھنے کے لئے علیحدہ کپڑوں کی ضرورت نہیں۔ پانی نہ ہو تو مٹی سے تیمّم ہو سکتا ہے جو ہر جگہ ملتی ہے۔ اتنی بڑی سعادت کی چیز جو اسلام کا ستون

ہے بغیر کسی خرچہ کے ادا ہو جاتی ہے۔(مشکوٰۃ ا/۔ماثر ص ۱۴)

○ **فرمایا:** اب زکوٰۃ کو لے لو، وہ ہر شخص پر فرض نہیں — ۵۹۵ گرام چاندی کا مالک ہو پھر اس مال پر چاند کے اعتبار سے ایک سال گزرا ہو۔ تب زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوتی ہے اور فرض بھی کس قدر ہے کل مال کا چالیسواں حصّہ دینا فرض ہوتا ہے۔ سو روپے میں سے ڈھائی روپے دینا کوئی زیادہ نہیں۔ زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور اس کی ادائیگی میں کس قدر آسانی ہے۔

○ **فرمایا:** اب روزہ کو دیکھو! روزہ میں تو کوئی خرچہ ہی نہیں، کوئی محنت بھی نہیں وہ تو ترک فعل اور ترک خرچ کا نام ہے۔ کتنی سستی عبادت ہے۔ اور یہ بھی ارکان اسلام میں سے ہے، ہے تو بے خرچ کی عبادت لیکن اللہ جلّ شانہٗ غیب سے اتنی برکتیں عطا فرماتے ہیں کہ روزے دار کو خوب کھانے کو ملتا ہے۔

اسلام کا پانچواں رکن حج ہے۔ یہ مالی عبادت بھی ہے اور جانی بھی یعنی...مال بھی خرچ ہوتا ہے اور سفر بھی کرنا پڑتا ہے اعمال بھی کرنے پڑتے ہیں۔ یہ بھی ہر شخص پر فرض نہیں جس کو اتنا مقدور ہو کہ مکہ معظّمہ تک اپنے خرچے سے جا آسکے اور پیچھے جن کے خرچے واجب ہیں ان کے لئے اخراجات چھوڑ سکے اس پر فرض ہے۔

○ **فرمایا:** درحقیقت اسلام پر چلنا بہت آسان کام ہے۔ اور لوگوں نے دنیاداری اور دکھاوے کے لئے جو لوازم اپنے ذمّہ لگا لئے ان کو پورا کرنا مصیبتوں کا باعث ہے۔ عام طور سے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اجی مولوی صاحب دین سے دنیا بھاری ہے، یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن عجیب بات یہ ہے۔ کہ بھاری کی طرف سب دوڑتے ہیں اور ہلکے کام کرنا پسند نہیں کرتے جب کہ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ بھاری دنیا فانی ہے جو عموماً گناہوں کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اور گناہوں میں مبتلا کرتی ہے۔

○ **فرمایا:** قرآن حکیم تو معجزہ ہے ہی احادیث شریفہ میں بھی اعجاز ہے سرور عالم ﷺ

امی تھے آپ ﷺ نے کسی سے کچھ پڑھا نہیں اب غور کیا جائے کہ جس نے کسی سے کچھ پڑھا لکھا نہ ہو اس نے پورے عالم کے انسانوں کو جو زندگی گزارنے کے آداب سکھائے اور اجتماعی اور انفرادی زندگی کے احکام بتا دیئے یہ کیسے اور کہاں سے معلوم ہوئے یہ تو کوئی پڑھا ہوا بھی نہیں بتا سکتا ظاہر ہے کہ یہ علم آپ کو اللہ تعالیٰ شانہٗ ہی نے عطا فرمایا۔ خاص کر آنحضرت ﷺ کی ہر پیشین گوئی معجزہ ہے کیونکہ آنے والے حالات کی سچی خبریں خالق کائنات جلّ مجدہٗ کے بتائے بغیر کوئی نہیں جان سکتا۔

○ **فرمایا:** فرائض کا اہتمام اور محرمات اور منہیات سے اجتناب نہ ہو تو کوئی بزرگ نہیں، لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ قلب بھی جاری ہے تصوف کے اسباق بھی پورے ہوگئے ہیں بلکہ خلافت بھی مل گئی ہے لیکن بینک میں ملازم ہیں داڑھی کٹی ہوئی ہے رشتہ داروں سے تعلّقات خراب ہیں، نمازوں میں کوتاہی ہے گزشتہ کی قضاء نمازیں ان کے ذمہ ہیں ان سب کی طرف کوئی دھیان نہیں ایسے لوگ بھی دیکھے گئے ہیں کہ مرید ہیں لیکن ان کو نماز صحیح یاد نہیں، ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ مرید فرمانے کے بعد نماز بھی سنوارتے تھے۔

نفس پر قابو پائیں اور اعمال صالحہ انجام دیتے رہیں

○ **فرمایا:** صرف آرزو اور دعا سے کام نہیں چلتا عمل بھی کرے دعا بھی کرے اور امید بھی رکھے اور ڈرتا بھی رہے، سورۃ الانبیاء میں متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ فرما کر ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّھُمْ کَانُوْا یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَھَبًا وَّکَانُوْا لَنَا خَاشِعِیْنَ ۝

"یہ سب نیک کاموں میں جلدی سے آگے بڑھتے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے، اور ہمارے سامنے خشوع کرتے تھے۔"

اور سورۂ سجدہ میں فرمایا:

﴿تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝﴾

"ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں یعنی نماز کے لئے نیند چھوڑ کر اٹھ جاتے ہیں اس طور پر کہ وہ اپنے رب کو امید اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ اعمالِ صالحہ میں بھی لگے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرے امید بھی رکھے ڈرتا بھی رہے، یہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عبادِ صالحین کا طریقہ ہے عمل نہ کرنا اور خالی امید رکھنا یہ ایمانی تقاضوں کے خلاف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰهِ﴾

"ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور بے وقوف وہ ہے جو نفس کو اس کی خواہشوں کے پیچھے چلاتا رہے اور اللہ سے امید لگائے رکھے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۵۱)

رسول اللہ ﷺ نے جو مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ فرمایا ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے شراح حدیث لکھتے ہیں۔ ای حاسب نفسه وَقَهَرَهَا وَغَلَبَهَا وَاسْتَعْلَاهَا مطلب یہ ہے کہ نفس کا حساب لیتا رہے اس کی نگرانی کرتا رہے اس کو گناہوں سے بچائے، اس سے فرائض و واجبات کی پابندی کرائے، اعمالِ صالحہ پر لگائے رکھے، نفس پر قابو نہ پایا تو وہ ڈنک مار دے گا، خود بھی تباہ ہوگا نفس والے کو بھی تباہ کرے گا۔

○ **فرمایا:** آج کل سستی ہی سستی ہو رہی ہے لیکن دینی امور میں سستی کی جاتی ہے، عام طور سے لوگ دنیا کے کام بڑی چستی اور بشاشت اور نشاط کے ساتھ انجام دیتے ہیں، نمازیں تو قضا ہو جاتی ہیں لیکن نوکری کی ڈیوٹی سے بغیر کسی خاص معذوری اور مجبوری کے غیر حاضر نہیں ہوتے۔ ٹھیک وقت پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ طالبِ دنیا ہیں اور آخرت سے غافل ہیں۔ اگر آخرت کی کامیابی کو مطلوب بنالیں تو آخرت میں کام آنے والوں کے لئے بھی چستی اختیار کریں اور پوری بشاشت

کے ساتھ عمل کریں، رسول اللہ ﷺ نے جو دعائیں بتائی ہیں ان میں یہ دعا بھی ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ﴾

"اے اللہ! میں آپ کی پناہ لیتا ہوں غم سے اور رنج سے اور عاجز ہونے سے اور سستی سے اور بزدلی سے اور کنجوسی سے اور قرض کی مصیبت سے اور لوگوں کے دبدبہ سے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۱۶ از بخاری و مسلم)

○ **فرمایا:** سستی آخرت کے حرمان اور نقصان کا سبب ہے اسی کو بعض حضرات نے فرمایا ہے ع

فندامة العقبی لمن یتکاسل

○ **فرمایا:** نفس آرام طلب ہے تکلیف اٹھانے کو تیار نہیں مزے اور لذتیں ڈھونڈتا ہے اس کو سمجھا بجھا کر ترکیب سے ساتھ لے کر چلنا چاہئے صاحب قصیدہ بردہ نے کیا اچھی مثال دی ہے ؎

والنفس کالطفل ان تهمله شب علی
حب الرضاع وان تفطمه ینفطم

ترجمہ: "اور نفس تو دودھ پیتے بچے کی طرح سے ہے اگر تم اسے ڈھیل دے دو گے تو دودھ پیتا ہی رہے گا اور دودھ چھڑا دو گے تو چھوڑ دے گا۔"

ایک بزرگ تھے ان کے نفس نے حلوہ کھانے کی خواہش کی انہوں نے حلوہ پکا کر سامنے رکھ لیا اور نفلیں پڑھنا شروع کر دیں ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے اور نفس کو لالچ دلاتے کہ دو رکعت اور پڑھ لے تو حلوہ مل جائے گا بہت ساری نماز پڑھ کر نفس کو حلوہ

کھلایا۔

○ **فرمایا:** پرانے صوفیاء تو نفس سے مجاہدہ کراتے تھے لیکن حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ نفس کو کھلاؤ پلاؤ اور اس سے کام بھی لو یہ مصرع بھی پڑھا کرتے تھے ؎

کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب کا شعر بھی سن لو ؎

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پیر بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی تُو دبالے کبھی وہ دبالے

○ **فرمایا:** نفس پر کبھی اطمینان نہ کیا جائے حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا ہی اچھا فرمایا، قرآن مجید میں ان کا قول نقل فرمایا ہے:

﴿وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِي اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي﴾

ترجمہ: ”اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتلاتا نفس تو بری ہی بات بتلاتا ہے سوائے اس کے جس پر میرا رب رحم کرے۔“

حدیث شریف میں اس سے پناہ مانگی ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ ... وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَغْرَمِ وَالْمَاثَمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ﴾

”اے اللہ میں آپ کی پناہ لیتا ہوں عاجز ہونے سے اور سستی سے اور آپ کی پناہ لیتا ہوں تاوان پڑنے سے اور گناہ سے اور آپ کی پناہ مانگتا ہوں

قرضہ کے غلبہ سے اور لوگوں کے غالب ہونے سے۔"

○ **فرمایا:** خوف اور رجاء دونوں کی ضرورت ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: "اللہ کی رحمت سے نا امید مت ہو جاؤ۔"

اور فرمایا:

﴿اِنَّهٗ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ﴾

ترجمہ: "بے شک اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔"

مؤمن بندوں کا کام ہے کہ اعمال صالحہ انجام دیتے رہیں اور ڈرتے بھی رہیں کہ قبول ہوتا ہے یا نہیں؟ سورۂ الم سجدہ میں ان لوگوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا یَدْعُوْنَ ربهم خوفا و طمعا کہ یہ اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے ہوئے اور قبولیت کا لالچ رکھتے ہوئے۔

اور فرمایا:

﴿ذَالِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾

ترجمہ: "یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔"

اعمال صالحہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ثواب کی امید باندھے رہے اور اعمال کی کمی اور کوتاہی کی بخشش کے لئے بھی امیدوار بنے اور گناہوں سے بچے۔

خوف و خشیت کی ضرورت اس لئے ہے کہ گناہوں پر دلیر نہ ہو جائے اللہ جلّ شانہٗ اجل اعظم و اکبر ہے اس سے یوں بھی ڈرنا چاہئے لیکن جب گناہوں کی عقوبت اور سزائیں بھی مقرر فرما دی ہیں اور وعیدیں بھی سنا دی ہیں تو خوف و خشیت اور زیادہ ہونا چاہئے۔

○ **فرمایا:** لیکن خوف ورجا دونوں میں اعتدال کی ضرورت ہے نہ تو ایسی رجا ہو کہ گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے اور بے باک ہو کر گناہ کرے اور مغفرت کی امید پر جیتا رہے اور نہ ہی ایسا خوف ہو کہ امید ہی نہ رہے اور ایسا زیادہ خوف بھی نہ ہو جو حواس ظاہرہ و باطنہ کو ختم کر دے اسی لئے حدیث شریف میں ایک دعا کے الفاظ اس طرح وارد ہوئے ہیں:

﴿اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْكَ﴾

"اے اللہ ہمارے نصیب میں اپنا اتنا خوف تقسیم فرما جو ہمارے اور آپ کی نافرمانیوں کے درمیان آڑ بن جائے۔"

اور دعا معروف ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مَخَافَةً تَحْجُزُنِیْ عَنْ مَعَاصِیْكَ﴾

"اے اللہ میں آپ سے ایسا خوف مانگتا ہوں جو مجھے میری نافرمانیوں سے روک دے۔"

قرآن مجید میں تقویٰ کا بار بار حکم دیا ہے بعض آیات میں دو مرتبہ فرمایا ہے سورہ حشر میں ہے:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

اس آیت میں دو مرتبہ تقویٰ کا حکم فرمایا ہے اور دوبار تقویٰ حاصل کرنے کا حکم دیا ہے، اوّل تو یہ فرمایا کہ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (اور ہر جان غور کرے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے) پھر فرمایا اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (بے شک اللہ

تمہارے کاموں سے باخبر ہے) ان دونوں باتوں کا مراقبہ کریں یعنی روز قیامت کے لئے بھیجا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر عمل سے باخبر ہے تو صفت تقویٰ آسانی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ تقویٰ کا حاصل یہ ہے ہر چھوٹے بڑے گناہوں سے بچے اور جس کا تقویٰ زیادہ بڑھ جاتا ہے وہ خلاف اولیٰ کاموں سے بھی بچتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ تقویٰ تو بڑے لوگوں کا کام ہے حالانکہ جو شخص بھی اللہ کے خوف سے چھوٹے بڑے کسی گناہ سے بچتا ہے وہ اپنے درجہ میں متقی ہے پھر یہ بات کہ تقویٰ بڑے آدمیوں کا کام ہے اس کا مطلب یہ نکالنا کہ ہم متقی نہیں ہو سکتے یہ غلط ہے جن کو بڑا سمجھا جاتا ہے وہ بھی تو انسان ہیں انہوں نے اپنے نفسوں کو گناہوں کے چھوڑنے پر آمادہ کر لیا ہر شخص اس کو کر سکتا ہے، دین کے معاملہ میں کم ہمتی کیوں دکھاتے ہیں کیوں بڑے نہیں بنتے۔ دین میں بڑے بنو تقویٰ اختیار کرو حرام صریح سے بھی بچو، مشتبہات سے بھی بچو، خلاف تقویٰ راہ اختیار کرنے میں تھوڑا سا نفس کا مزہ ہے جو اسی دنیا تک محدود ہے آخرت کی نعمتوں اور لذتوں پر یقین کرو اور نفس کو بھی یقین دلاؤ دیکھو کیسا راضی ہوتا ہے۔

سارے گناہ چھوڑنے کی ہمت نہ ہو تو جو گناہ چھوڑ سکتا ہے اسے چھوڑ دے پھر ہمت کر کے تھوڑے تھوڑے کر کے سب کو چھوڑ دے لازم تو یہ ہے کہ ہر گناہ کو ایک دم چھوڑ دے لیکن اگر نفس سے مغلوب ہے (جو مؤمن کی شان نہیں) تو جہاں تک ممکن ہو کم سے کم گناہ کرے کیا بات ہے آخرت کے معاملے میں کمزور ہیں اور بے ہوش ہیں گناہ چھوڑنے کی ہمت نہیں کرتے اور دنیا کے بارے میں یہ سوچتے ہیں کہ کم سے کم تکلیف ہو اور کم سے کم نقصان ہو در حقیقت یقین کی کمی آخرت سے غافل کر دیتی ہے۔

○ **فرمایا:** بعض لوگوں کو کٹ حجتی کی عادت ہے جب ان سے کہا جاتا ہے کہ شریعت پر چلو تو کہہ دیتے ہیں اور کون شریعت پر چل رہا ہے۔ یہ جاہلانہ جواب ہے۔ ہر شخص الگ الگ ذاتی طور پر شریعت پر چلنے کا مامور ہے اگر دوسرے لوگ شریعت پر

نہیں چلتے تو اس کی وجہ سے یہ جائز نہیں ہو جاتا کہ ہم بھی نہ چلیں ہر ایک اپنے اپنے عمل کا ذمہ دار ہے اور ہر ایک کی جزاء و سزا اس کے اپنے ذاتی عمل سے متعلّق ہے قیامت کے دن جب دوسرے لوگ پکڑے جائیں گے تو کیا یہ لوگ چھوٹ جائیں گے جو دوسروں کی بے عملی اور بے راہی سے دلیل لاتے ہیں۔ سورہ زخرف میں فرمایا:

﴿وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾

ترجمہ: "اور جب کہ تم کفر کر چکے تھے تو آج یہ بات تمہارے کام نہ آئے گی کہ تم سب عذاب میں شریک ہو۔"

بات یہ ہے کہ ایسی باتیں کرنے والوں کو آخرت کا مواخذہ اور عذاب کا یقین نہیں ہے ورنہ ایسی باتیں نہ کرتے کسی مجرم کے ساتھ دنیا کی جیلوں میں تو ساتھ جانے کو تیار نہیں اور دوزخ کا عذاب بھگتنے کے لئے تیار ہیں کہ فلاں دوزخ میں جا رہا ہے تو ہم بھی چلے جائیں۔

جسے دوزخ کی آگ کی گرمی کا پتہ ہو وہ بھلا آگ میں جلنے کے لئے اس وجہ سے راضی ہو سکتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی جل رہے ہیں؟

○ **فرمایا:** اگر کوئی شخص اپنے دل سے یہ مان لے کہ میرا دین اسلام ہے تو اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سارے قوانین کو دل و جان سے قبول کرے اور احکام شرعیہ پر پوری طرح عمل پیرا ہو۔ یہ احکام قرآن مجید نے بھی بیان فرمائے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے بھی بتائے ہیں اور واضح فرمائے ہیں۔ آپ کا فرمایا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہی فرمان ہے کیونکہ قرآن مجید میں فرمایا ہے: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (جو شخص فرمانبرداری کرے رسول کی تو اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی)۔

سورہ بقرہ میں فرمایا ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ

الشَّیْطَانِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴾

"اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

○ **فرمایا:** بہت سے لوگ ایسے ہیں جو مسلمان ہونے کے دعوے دار ہیں لیکن اسلام کے فرائض تک پر عمل نہیں کرتے اور کچھ لوگوں کو دینداری کا خیال تو ہے لیکن ان کی دینداری نماز تک یا ایک دو اعمال تک محدود ہے اگر توجہ دلائی جائے کہ حرام ملازمت چھوڑ دو تو تیار نہیں اگر یوں کہا جائے کہ سود کا لین دین نہ کرو تو آمادہ نہیں اگر یوں کہو کہ حرام چیزیں فروخت نہ کرو تو کہتے ہیں کہ یہ روزی کا معاملہ ہے اس کو کیسے چھوڑ دیں؟ ان کی جاہلانہ بات کا مطلب یہ ہے کہ روزی کمانے میں گویا آزاد ہیں۔ (العیاذ باللہ)۔

○ **فرمایا:** لوگوں کا یہ حال ہے کہ فرائض و واجبات تک کا علم حاصل نہیں کرتے خود بھی جاہل ہیں اور اولاد کو بھی جاہل رکھتے ہیں نماز تک نہیں سیکھتے نہ اولاد کو سکھاتے ہیں اگر یاد ہے تو غلط سلط یاد ہے۔ بچوں کو انگریزی پڑھاتے ہیں انگریزی فیشن سکھاتے ہیں ڈاڑھی منڈی ہوئی اور پتلون بھی پہنی ہوئی دیکھنا چاہتے ہیں ان کے گلوں میں اپنے ہاتھ سے ٹائی باندھتے ہیں (جو نصاریٰ کا شعار ہے) اور جو لوگ قرآن وحدیث پڑھتے ہیں ان پر پھبتیاں کستے ہیں۔ اسلام کا دعویٰ بھی ہے اور حالت یہ ہے، حج کو آتے ہیں کلمہ سنا جاتا ہے تو وہ بھی یاد نہیں ہوتا اصل بات یہ ہے کہ اسلام کو اس کی ذمہ داریوں کے ساتھ قبول نہیں کیا عموماً نسلی مسلمان ہیں اگر اصلی مسلمان ہوتے تو علم سے بھی آراستہ ہوتے اور عمل سے بھی اور اولاد کو بھی علوم دینیہ سکھاتے اور فرائض و واجبات کی تعلیم دیتے۔

دیکھا جاتا ہے کہ جب مرجاتے ہیں تو بیٹے نماز جنازہ پڑھاتے تو کیا (جب کہ ولی کا

حق اوروں سے مقدم ہے) جنازہ پڑھتے تک نہیں اور پڑھیں کہاں سے مرنے والے باپ نے انہیں نماز جنازہ سکھائی کب تھی قصور تو مرنے والے ہی کا ہے اسی سلسلہ میں ایک شعر بھی ملاحظہ فرمائیں ؎

نماز جنازہ پڑھائی غیروں نے ان کی
بیٹے رہے کھڑے پتلون ہلاتے ہوئے

یقین اعمال پر ابھارنے کا ذریعہ ہے

○ **فرمایا:** عمل پر ابھارنے کا سب سے بڑا ذریعہ آخرت کا یقین ہے۔ آخرت کا پورا پکا یقین نہ ہونے کی وجہ سے فرائض بھی ترک ہوتے ہیں، واجبات بھی چھوٹتے ہیں، سنتوں پر بھی عمل نہیں ہوتا، اور چھوٹے بڑے گناہوں کا ارتکاب ہوتا رہتا ہے، اگر اعمال صالحہ پر آخرت میں بڑی بڑی نعمتیں ملنے اور گناہ کرنے پر قبر اور حشر اور دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونے کا یقین ہو تو نفس کو اعمال صالحہ ادا کرنے اور گناہوں سے روکنے پر آمادہ کرنا آسان ہو جاتا ہے، اگر کسی شخص کو قبر کے عذاب کا اور دوزخ کی آگ کا یقین ہو تو کیسے فرض نماز چھوڑ سکتا ہے؟ نفس کو بار بار سمجھایا جائے اور آخرت کے عذاب کا یقین دلایا جائے تو ان شاء اللہ وہ راہ پر آ ہی جائے گا۔ یہ عذاب والی بات اس لئے کہی کہ انسان کے مزاج میں دفع مضرت جلب منفعت سے مقدم ہے ورنہ اعمال صالحہ پر جو آخرت میں ملنے والی نعمتوں کے سچے وعدے ہیں اعمال صالحہ فرائض واجبات اور نوافل ادا کرانے کے لئے ان کا یقین بھی کافی ہے۔ اگر یقین والوں میں اٹھا بیٹھا کریں تو ان کی صحبتوں سے یقین پختہ ہوگا اور یقین میں ترقی آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

○ **فرمایا:** لوگوں میں ایمان و یقین کے تقاضوں پر عمل کرنا باقی نہیں رہا تجارتوں میں آزاد ہیں غیر شرعی تجارتیں کرتے ہیں حرام مال خریدتے ہیں اور حرام مال بیچتے ہیں سود لیتے اور دیتے ہیں، رشوت کا لین دین چالو ہے، حقوق العباد کی ادائیگی کا دھیان نہیں،

ڈاڑھیاں منڈھی ہوئی ہیں، ننگے پہناوے ہیں، کسی ہوئی پتلونیں ہیں، عورتیں بے پردہ بازاروں اور پارکوں میں گھوم رہی ہیں، بہت زیادہ مال کمانے کی طرف توجہ ہے اپنا وطن (جہاں کچھ دینی فضا ہے اور جہاں چاہیں تو اسلام پر رہ سکتے ہیں) چھوڑ کر مال کمانے کے جذبات آسٹریلیا، امریکہ ویورپ کے شہروں میں کشاں کشاں لئے جارہے ہیں جہاں حرام کھاتے بھی ہیں اور حرام بیچتے بھی ہیں اور اپنی اولاد کو دین سے بالکل بیگانہ کر دیتے ہیں وہاں کا ماحول میں بہت سے بہت انسان اپنی نماز پڑھ سکتا ہے، جماعت سے نمازوں کے مواقع کم ہیں، مسجدیں بیس، تیس میل دور ہیں جمعہ کی نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملتا، لیکن پرانے دینداروں کی اولادیں وہاں جاجا کر اپنا دین تباہ کررہی ہیں اور اپنی اولاد کو بد دینی کی آغوش میں پہنچارہی ہیں۔

○ **فرمایا:** ..... جسے مرنے کے بعد کے حالات کا اور امور آخرت کا پختہ یقین ہو (جن کی قرآن وحدیث میں خبردی گئی ہے) تو وہ معاصی سے ضرور بچے گا اور اپنے جسم اور جان کو گناہ کے کاموں سے ضرور محفوظ رکھے گا اور فرائض وواجبات کا ضرور اہتمام کرے گا، دیکھو دنیا میں اگر کسی کو یقین ہو جائے کہ فلاں سوراخ میں سانپ ہے یا بچھو ہے تو کبھی بھی اس میں اپنی انگلی نہیں ڈال سکتا اسی طرح کسی سے کہیں کہ تجھے ہزار روپیہ دیں گے اپنی انگلی کو جلتی ہوئی آگ میں رکھ دے تو کبھی بھی اس بات کو منظور نہیں کر سکتا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اسے سانپ اور بچھو کے ڈسنے کی تکلیف اور آگ کے جلانے کی مصیبت معلوم ہے۔ یہ دنیا کی آگ ہے اور دوزخ کی آگ حسب فرمان نبی اکرم ﷺ دنیا کی اس آگ سے انہتر (۶۹) درجہ زیادہ گرم ہے۔ **فضلت علیھن بتسعة وستین جزءا کلھن مثل حرھا۔** (مشکوٰۃ ص ۵۰۲ عن البخاری)

اگر یہ یقین ہے کہ گناہوں کی وجہ سے آخرت میں عذاب ہے تو پھر گناہوں پر جرات کیوں ہے معلوم ہوتا ہے کہ یقین ہی نہیں ہے یا کہنے کے لئے یونہی جھوٹا سا یقین

ہے۔ یقین وہ ہے جو سوتے کو جگادے، لیٹے کو اٹھادے، قلب کو گرمادے، اور دل کو تڑپادے، دیکھو دنیا میں لوگ نوکریاں کرتے ہیں ڈیوٹی پر جانے کے لئے دو گھنٹے پہلے اٹھتے ہیں۔ نہ سردی مانع ہوتی ہے نہ گرمی سے رکاوٹ، نہ بارش کا خیال۔ گھڑی لگا کر سوئے وقت سے پہلے اٹھے ناشتہ کیا بس پکڑی دس پندرہ میل کا کھڑے ہو کر کھچا کھچ بھیڑ میں سفر کیا اس کے بعد ڈیوٹی پر پہنچے، یہی شخص جو پیسہ کمانے کے لئے نیند کو چھوڑتا ہے اور اتنی تکلیف برداشت کرتا ہے جب چھٹی کا دن ہوتا ہے فجر کی نماز کے لئے نہیں جاگتا، حقیر ٹکوں نے جگادیا اور نماز نے نہیں جگایا حالانکہ ایک نماز کی حیثیت اور قیمت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿من فاتته صلوة فکانما وتر اهله وماله﴾ (الترغیب و الترہیب)

"جس کی ایک نماز فوت ہوگئی گویا کہ اس کے اہل اولاد اور اموال سب برباد ہوگئے۔"

ایک اور حدیث میں فرمایا ہے:

﴿رکعتا الفجر خیر من الدنیا و ما فیها﴾ (مشکوۃ المصابیح ص۱۰۲)

"فجر کی دو رکعتیں دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہیں۔"

علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے فجر کی دو سنتیں مراد ہیں۔ جب سنتوں کا یہ مرتبہ ہے تو فرضوں کا کیا مقام ہوگا۔

○ **فرمایا:** ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کا تھوڑا سا نقصان ہو جائے، ایک روپیہ گم ہو جائے ناسمجھ بچہ ایک روپیہ کا نوٹ پھاڑ دے، دو دن کی تنخواہ کٹ جائے تو بڑا ملال ہوتا ہے لیکن دینی نقصان ہو جائے تو کوئی ملال نہیں ہوتا۔ جماعت تو بہت دور کی بات ہے فرض نماز بالکل ہی وقت سے ٹال دی جاتی ہے دوکانداری کے چکروں میں یا بیاہ شادی

کے جھمیلوں میں، ریاکاری کے دھندوں میں قصداً فوت کردی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا منادی پکارتا ہے اذان دیتا ہے حی علی الصلوۃ کی نداء سنتے ہیں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں مسلمان تو اسے کہتے ہیں جسے آخرت کا یقین ہو اگر آخرت کا یقین ہے تو یہ فرائض وواجبات کیوں چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔

حلال کمانے کا حکم اور حرام کی تفصیلات

○ **فرمایا:** جو بھی مال کمائیں حلال طریقوں سے ہو۔ رشوت غصب، سود، چوری، لاٹری، جوا، خیانت، جھوٹ، فریب کے ذریعے نہ کمائیں ورنہ یہ مال وبال بن جائے گا۔ بہت سے لوگ کماتے تو حلال ہیں۔ لیکن معاصی اور گناہوں میں خرچ کر دیتے ہیں، بیوی بچوں کی فرمائشیں پوری کرنے میں تصویریں اور گڑیاں خرید کر دینے میں، ننگے پہناووں میں مال خرچ کر دیتے ہیں۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ حرام مال کمانے کی ضرورت پیش آتی ہی اس لئے ہے کہ بیوی بچوں کی فرمائشیں پوری کریں جن میں معاصی بھی ہوتے ہیں اور اسراف و تبذیر (فضول خرچی) بھی۔ بیاہ شادی میں دکھلاوے کے لباس اور زیور حلال کمائی سے حاصل نہیں ہوتے تو حرام کی طرف بڑھتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے اسی لئے فرمایا "الحلال لا یعمل السرف" (حلال میں عموماً فضول خرچی کی گنجائش نہیں ہوتی)۔

○ **فرمایا:** آج کل اول تو لوگ میراث تقسیم کرتے ہی نہیں جس کے قبضہ میں جو کچھ ہوتا ہے اس پر قبضہ جمائے بیٹھا رہتا ہے، اور اگر حصّہ دینے بھی لگتے ہیں تو مرنے والے کی بیوی اور لڑکیوں کو حصّہ نہیں دیتے، خاص کر جہاں دو بیویوں کی اولاد ہو ان میں جس بیوی کی اولاد کا قبضہ ہو گیا وہی سارا مال دبا لیتے ہیں، شرعی طور پر حق دینے کا ذرا

بھی خیال نہیں کیا جاتا۔ وارثین میں یتیم بچے بھی ہوتے ہیں ان کا مال بھی کھا جاتے ہیں اور میراث کا جو شرعی نظام ہے اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، نماز پڑھنے کی حد تک تو مسلمان ہیں۔ تلاوت ذکر و اذکار بھی خوب کرتے ہیں، لیکن میراث جاری کرنا جو شریعت کا ایک لازمی حکم ہے اس کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

ہندوستان میں جب کہ انگریزوں کا تسلط تھا اور ان ہی کا قانون رائج تھا اس زمانہ میں ایک مسلمان انگریز مجسٹریٹ کے یہاں اپنے باپ کی وراثت تقسیم کرانے کے لئے گیا اور اس سے کہا کہ آپ انگریزی قانون کے مطابق تقسیم کر دیں مجسٹریٹ نے کہا چونکہ میں سرکاری ملازم ہوں اس لئے میں اسی طرح تقسیم کر دوں گا جیسے آپ کہہ رہے ہیں لیکن میرا سوال یہ ہے کہ آپ مسلمان ہوتے ہوئے قرآن کے مطابق کیوں تقسیم نہیں کراتے؟ قرآن میں تو آدھی سطر سے بھی کم میں لڑکوں اور لڑکیوں کا حصہ بیان فرما دیا ہے آپ قرآن کے لفظ للذکر کو تو ماننے کے لئے تیار ہیں اور مثل حظ الانثیین ماننے کو تیار نہیں یہ قرآن ماننے کا کون سا طریقہ ہے؟ مسلمان صاحب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

○ **فرمایا:** کچھ حرام کی تفصیلات بھی ذہن نشین کر لی جائیں:

1. مردار کی اور شراب اور سور کے تمام اجزاء کی قیمت حرام ہے۔ مردار کی کھال دباغت سے پہلے بیچ دی جائے تو اس کی قیمت بھی حرام ہے۔
2. ہر گناہ کی اجرت حرام ہے زنا کی اجرت حرام ہے۔
3. چوری کا مال، ڈاکہ زنی سے حاصل کیا ہوا مال کسی کو اغواء کر کے چھوڑنے کے عوض حاصل کیا ہوا مال یہ سب حرام ہیں۔
4. سود کا مال (اگرچہ بینک سے لیا ہو) قمار بازی، یعنی جوے اور سٹہ بازی اور لاٹری کا مال، غصب کا مال، کسی کی بلا اجازت یا زبانی جھوٹی اجازت سے حاصل کیا ہوا مال، خیانت سے حاصل کیا ہوا مال یہ سب حرام ہیں۔

۵ جتنے بھی ٹیکس ہیں سب کا وصول کرنا حرام ہے، ان محکموں میں نوکری کرنا بھی حرام ہے یہی حکم کسٹم ڈیوٹی اور اس کی ملازمت کا ہے۔

۶ لڑکیوں کا مہران کے شوہروں سے وصول کر کے اپنے استعمال میں لے لینا ان کی بلا اجازت یا اوپر کی زبانی جھوٹی اجازت سے خرچ کرنا حرام ہے۔

۷ میراث تقسیم نہ کرنا، مرنے والوں کی بیٹیوں اور بیویوں کو حصّہ نہ دینا، یتیموں کا حصّہ دبا لینا یہ سب حرام ہے۔ اس گناہ میں بڑے بڑے دین داری کے دعوے دار مبتلا ہیں۔ میراث کی تقسیم کو تو لوگوں نے شریعت کا منسوخ حکم سمجھ لیا ہے۔

۸ ڈرائیور، کنڈیکٹر، کلینر، ٹکٹ چیکر، مال بک کرانے والے لوگوں سے تعارف و تعلّق ہونے کی بنیاد پر ٹکٹ بچا لینا یا سامان کے مقررہ محصول سے کم دینا یا بالکل ہی نہ دینا یہ سب حرام ہے۔

یہاں پہنچ کر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کا ایک واقعہ یاد آگیا۔ وہ سفر میں کہیں تشریف لے جا رہے تھے ساتھ میں سامان بھی تھا۔ آپ نے ریل کا ٹکٹ تو خرید لیا لیکن اسٹیشن کے اسٹاف سے کہا یہ سامان بھی میرے ساتھ ہے اس کو تول دو۔ انہوں نے کہا لے جائیے فکر نہ کیجئے، فرمایا، تم تو چھوڑ دو گے آگے کیا ہوگا، انہوں نے کہا آگے جہاں آپ کو اترنا ہوگا ہمارا یہ ٹکٹ چیکر آپ کو گیٹ سے نکال دے گا۔ فرمایا اس کے بعد کیا ہوگا؟ کہنے لگا اس کے بعد اور کیا ہے؟ فرمایا، اس کے بعد آخرت ہے، اس خیانت کی گرفت سے وہاں کون چھڑائے گا، وہاں کے گیٹ سے کون پار کرائے گا؟

حضرت حکیم الامت ؒ کا ایک قصّہ اور یاد آیا ایک مرتبہ کسی اسٹیشن پر رات کو (غالباً گاڑی کے انتظار میں ٹھہرنا پڑ گیا) اسٹیشن ماسٹر نے جس کمرہ میں ٹھہرنے کو کہا اس میں اندھیرا تھا، اندھیرے میں وحشت سی ہوئی جی چاہا کہ روشنی ہو لیکن یہ خطرہ ہوا کہ یہ شخص ناجائز طور پر ریلوے کا لالٹین نہ لے آئے، خطرہ گزرا ہی تھا

کہ اس نے ملازم سے کہا کہ بھائی ان کے لئے ہمارے گھر سے لال ٹین جلاؤ، بات یہ ہے کہ جب فکر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد بھی ہوتی ہے۔

۹ محکمہ آب کاری کی ملازمت حرام ہے اسی طرح جن ہوٹلوں میں سور کا گوشت فروخت کیا جاتا ہو، شراب پلائی جاتی ہو یا اور کوئی گناہ کا کام کیا جاتا ہو ایسی ہر ملازمت حرام ہے اور اس کی اجرت بھی حرام ہے۔ اسی طرح بینک کی ہر ملازمت حرام ہے۔ بینک کی چھوٹی سے ملازمت بھی تعاون علی الاثم یعنی گناہ کی مدد سے خالی نہیں۔

۱۰ رشوت دینا دلانا اور درمیان میں لینے دینے کا واسطہ بننا یہ سب حرام ہے۔ تینوں آدمیوں پر لعنت آئی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۲۶)

رشوت لینے والے جو مال لیتے ہیں وہ حرام ہوتا ہے اور ان کا نفس انہیں یہ حیلہ بتاتا ہے کہ دینے والے نے اپنی خوشی سے دیا ہے۔ بھلا خوشی سے کون دیتا ہے اپنی ضرورت کے دباؤ میں دیتے ہیں۔ جس نے رشوت لی ہے اگر اپنے عہدہ اور ملازمت کے اعتبار سے رشوت دینے والے کا کام کرنے پر مامور ہے تو اسے ضرورت مند سے رقم لینے کا حق کہاں ہے؟ اگر اس کا کام قانون کے مطابق کر دیں تو وہ کبھی بھی کچھ نہ دے، اس کا نام رضامندی رکھ لینا خود فریبی اور نفس کی مکاری ہے، پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ جو کام خلاف قانون کیا ہے جس کے کرنے کی اجازت نہ تھی یہ محکمہ کی مخالفت بھی ہے اور مفوضہ کام کے خلاف جو کچھ کیا ہے اس کی تنخواہ بھی حلال نہیں رشوت تو اپنی جگہ رہی تنخواہ تو حلال ہو۔

۱۱ مال میں ملاوٹ کر کے بیچنا، نقلی مال کو اصلی بتانا، ہندوستانی، پاکستانی مال پر جاپانی مہر لگا کر بیچنا اپنے شریک سے چھپا کر مشترکہ رقم میں سے کچھ لے لینا یہ سب حرام ہے۔

۱۲ لڑکیوں کو بیچ دینا حرام ہے۔ اس سلسلہ میں جو مال لیا ہے وہ بھی حرام ہے۔

محرماتِ شرعیہ سے بچنے میں انسانیت کا شرف ہے

○ **فرمایا:** شریعت اسلامیہ میں کھانے پینے اور پہننے میں اور زندگی کے دوسرے اعمال اور اشغال میں حرام اور حلال کی پابندیاں ہیں انسانوں کو یہ پابندی ناگوار ہے لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ پابندی شرافت انسانی کی وجہ سے ہے چونکہ انسان مکرم ہے، عقلمند ہے، باہوش ہے، سردار ہے اس لئے اس پر پابندیاں لگائی گئی ہیں اگر انسان پر کوئی بھی پابندی نہ رہے اور اس کو شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا جائے تو انسانوں اور جانوروں میں فرق ہی کیا رہے گا؟ جانور جو چاہتا ہے کھاتا ہے جہاں چاہتا ہے منہ مارتا ہے سب کے سامنے جفتی کرلیتا ہے، انسانیت کے شرف کو اجاگر کرنے کے لئے اس پر پابندیاں لگائی گئی ہیں لیکن دور حاضر کے انسان کو یہ پابندیاں ناگوار ہیں۔ یورپ امریکہ کے انسان کھانے پینے کی آزادی اور نفسانی خواہشات پورا کرنے کے ذیل میں حیوان بن کر رہ گئے ہیں اور انہیں حیوانیت پسند ہے ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْکُلُوْنَ کَمَا تَاْکُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًی لَّھُمْ﴾ (سورہ محمد ع ۲)

ترجمہ: ”اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ (چیزوں سے) نفع حاصل کرتے

ہیں اور کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں اور دوزخ ان کا ٹھکانہ ہے۔"

یہ لوگ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے چلتے ہیں اور انہیں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، سورہ فرقان میں فرمایا:

﴿اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا﴾ (سورہ فرقان ع ۴)

ترجمہ: "آپ بتائیے کہ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا کیا آپ اس پر مسلط رہیں گے کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے بہت سے سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو بس جانوروں کی طرح سے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر راہ بھٹکے ہوئے ہیں۔"

یورپ میں فرینڈ شپ عام ہے لڑکے لڑکیاں دوست تلاش کرتے پھرتے ہیں ریلوں اور بسوں میں معاشقہ کے مظاہرے ہیں اور بعض پارک ایسے بنا دیئے گئے ہیں جن میں علی العیان سب کچھ کرنے کی اجازت ہے یہ سب حیوانیت نہیں تو اور کیا ہے؟ سچی صحیح بات یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں نبی اکرم ﷺ کا دامن نہیں اس میں نہ انسانیت ہے نہ انسانیت کا شعور ہے نہ وہ شرافت انسانی کو اپنانے کا خواہشمند ہے۔

○ **فرمایا:** جن چیزوں کا کھانا پینا شریعت اسلامیہ میں حرام قرار دیا گیا ہے ان کے حرام قرار دینے میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں خبیث چیزیں حرام قرار دی ہیں اور پاکیزہ چیزیں کھانے کی اجازت دی ہے۔ سورہ اعراف میں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾

”کہ آپ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔“

خبیث چیزیں کون سی ہیں جو گندی ہیں گھناؤنی ہیں شریف انسان کی طبیعت اسے قبول نہیں کرتی۔ حشرات الارض کیڑے مکوڑے، سانپ، بچھو، چوہا، چھپکلی، گرگٹ، مکھی، مچھر، کھٹمل، ان ہی خبائث میں سے ہیں۔ اور وہ چیزیں بھی خبیث ہیں جن سے انسان کی عقل مندی اور ہوش مندی زائل ہوتی ہے جیسے شراب وغیرہ اور وہ چیزیں بھی خبیث ہیں جن سے اخلاق انسانی پر اثر پڑتا ہو جن کے کھانے سے انسان میں ظلم اور بے رحمی اور بے حیائی کی صفت پیدا ہوتی ہے جو جانور پھاڑ کر کھاتے ہیں، جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا، کتا، بلی اور جیسے شکرا، باز حملہ کر کے شکار کرنے والے پرندے ان سب کا کھانا حرام قرار دیا ہے تاکہ انسان میں وحشی پن ظلم اور بے رحمی کی صفات پیدا نہ ہوں، نیز سور کو نجس العین قرار دیا ہے، اس کے کھانے والوں میں بہت زیادہ بے حیائی ہے، یورپ اور امریکہ میں کثرت سے کھایا جاتا ہے اور اسی کثرت سے وہاں بے شرمی اور بے حیائی بھی رواج پذیر ہے بلکہ وہاں بے حیائی ہنر اور حیا عیب بن کر رہ گئی ہے۔ جو جانور اپنی موت مر جائے اور جو غیر اللہ کے لئے ذبح کیا جائے اس کا کھانا بھی حرام قرار دیا، نیز خون کا کھانا پینا بھی حرام ہے جس جانور کو شریعت کے اصولوں کے مطابق ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا کھانا بھی حرام ہے، جو لوگ شریعت اسلامیہ کے حرام فرمودہ کو کھاتے ہیں ان کے اعمال و اخلاق سب پر عیاں ہیں، یہ لوگ انسانیت کے تقاضوں سے بہت دور ہیں، اور ظلم و ستم اور بے حیائی کے خوگر بنے ہوئے ہیں۔

○ **فرمایا:** اللہ تعالیٰ نے افزائش نسل کے لئے اپنی مخلوق میں شہوت رکھ دی ہے اور اولاد کو پرورش کرنے کے لئے محبت اور ممتا رکھ دی جس طرح کھانے پینے کی اشیاء میں حلال و حرام کی تفصیلات ہیں اسی طرح نکاح اور مرد و عورت کے باہمی استمتاع

کے بارے میں بھی تفصیلات ہیں۔ اور حلال و حرام کے مسائل ہیں، یہ پابندیاں بھی انسانیت کا شرف بلند کرنے کے لئے ہیں، نکاح شرعی کس عورت سے کیا جاسکتا ہے؟ اور جن عورتوں سے نکاح نہیں ہوسکتا ان میں محرمات نسبیہ، مائیں، بیٹیاں، بہنیں، خالائیں، بھانجیاں پھوپیاں، بھتیجیاں ہیں، اور رضاعی رشتہ سے بھی حرمت ہے اور حرمت مصاہرت بھی ہے جمع بین الاختین (وما فی معناہ) بھی حرام ہے، جب تک ایک عورت کسی دوسرے کے نکاح میں ہے اس سے کسی شخص کا نکاح نہیں ہوسکتا، نکاح کے بارے میں یہ سب تفصیلات ہیں اور ان میں بڑی حکمتیں ہیں، انسان میں جو ایک حیاء کا جوہر ہے محرمات کی تفصیل میں اس کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے، نصاریٰ کو چھوڑ کر جن کے یہاں عقیدہ تکفیر نے بے حیائی کو عملاً جائز کردیا ہے، دیگر غیر مسلم اقوام میں بھی اپنی محارم عورتوں سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ ہمارے ایک بزرگ سے ایک ہندو نوجوان نے کہا کہ آپ کے یہاں بکری حلال ہے اور سور حرام ہے ہمیں تو کوئی فرق کی وجہ معلوم نہیں ہوتی؟ انہوں نے فرمایا کہ بہن میں اور اس عورت میں کیا فرق ہے جسے بیاہ کر لاتے ہو، یہ سن کر وہ خاموش ہوگیا، بات یہ ہے کہ انسانوں میں اگرچہ ادیان اور فرقے بہت سے ہوگئے ہیں لیکن تھوڑے بہت انسانیت کے تقاضے اکثر اقوام میں باقی ہیں جو ان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے ملے ہیں، ان میں حیاء بھی ہے۔ جنّت میں جب حضرت اور ان کی بیوی نے اس درخت میں سے کھالیا جس کے پاس جانا منع فرمادیا گیا تھا تو اس درخت کے کھاتے ہی دونوں کے جسم سے کپڑے گر گئے، کپڑوں کا گرنا تھا کہ وہ دونوں جنّت کے پتے لے کر اپنے بدن پر چپکانے لگے حالانکہ دونوں آپس میں میاں بیوی تھے، وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ صحیح اور پوری انسانیت انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے اتّباع کے بغیر نہیں مل سکتی، خاتم النبیین ﷺ آخری نبی ہیں جو ہر عربی و عجمی اور کالے و گورے کی طرف مبعوث ہوئے ہیں ان کے اتّباع کے بغیر نہ دنیا درست ہے نہ آخرت میں نجات ہے۔ اسی وجہ

سے میں کہتا ہوں کہ اسلام انسانیت ہی کا دوسرا نام ہے، انسان وہ ہے جو اپنے خالق کو مانے اور اس کے حقوق ادا کرے اور اس نے جو دین بھیجا ہے اس کو قبول کرے اور بندوں کے حقوق ادا کرے جو اخلاق عالیہ کو اختیار کئے بغیر ادا نہیں ہو سکتے۔

حقوق العباد کی فکر کیجئے

○ **فرمایا:** قرض بری بلا ہے اکابر کا یہ مقولہ تو مشہور ہی ہے کہ القرض مقراض المحبة یعنی قرض محبّت کی قینچی ہے لفظ قرض کا لغوی معنی ہی کاٹنے کا ہے،، بہت سے لوگوں کو قرض لینے کی عادت ہوتی ہے ضرورت بلا ضرورت قرض لیتے رہتے ہیں اور جب بہت سے قرض چڑھ جاتے ہیں تو ڈھیٹ ہو جاتے ہیں اور ہر ایسے آدمی کی تاک میں رہتے ہیں جس سے قرض مل سکتا ہو جہاں کہیں نئے آدمی سے میل جول ہوا بس اسے داغ دیا۔ اب وہ بے چارہ آگے پیچھے پھرتا ہے، ادائیگی کا نام نہیں جب قرض لیا تھا تو دوسرا منہ تھا عاجزی کے ساتھ مانگ رہے تھے بھیگی بلی بنے ہوئے تھے اب جب قرض دینے والا مانگنے کو آتا ہے تو اس کی صورت دیکھنا بھی گوارا نہیں ہوتا اس کو دیکھا اور بخار چڑھ گیا اور بعض تو بڑی بے باکی سے کہہ دیتے ہیں کہ میں نہیں دیتا جو چاہے کرلے۔

قرض بہت ہی مجبوری میں لیا جائے اور جیسے ہی انتظام ہو جائے فورًا ادا کردے پیسوں کی آمد پر ادائیگی منحصر نہ رکھے، گھر کی چیزیں بیچ کر محنت مزدوری کر کے جس طرح ممکن ہو جلد سے جلد قرض ادا کرے۔ اور قرض خواہ کے تقاضا سے پہلے خود جا کر ادا کرے۔

○ **فرمایا:** قرض کی ادائیگی کا انتظام ہوتے ہوئے ادا نہ کرنا اس کو حدیث میں ''مطل'' فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے مطلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ یعنی جس کے پاس ادائیگی کا انتظام ہو اس کا ٹال مٹول کرنا قرضہ ادا نہ کرنا یہ ظلم کی بات ہے۔ جس شخص

نے نیکی کی تمہاری ضرورت کے وقت کام آیا اور ادھار دے دیا اس کو یہ سزا دے رہے ہیں کہ تقاضوں کے لئے بار بار آئے واپس چلا جائے۔اور انتظام ہوتے ہوئے نہ دیا جائے، شرعًا اور عقلاً ظلم کی بات ہے۔

○ **فرمایا:** رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے **یُغْفَرُ لِلشَّھِیْدِ کُلُّ ذَنْبٍ اِلاَّ الدَّیْنُ** یعنی قرض کے علاوہ شہید کا ہر گناہ بخش دیا جاتا ہے۔

دیکھو شہادت کتنی بڑی نیکی ہے جان تک دے دی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا لیکن حقوق العباد پھر بھی معاف نہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اس حال میں موت آئی کہ وہ تکبر سے اور قرضے سے بری ہے تو وہ جنّت میں داخل ہوگا۔(رواہ الترمذی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپ نماز جنازہ پڑھائیں آپ نے دریافت کیا اس شخص پر قرضہ ہے؟ حاضرین نے کہا کہ ہاں اس پر قرض ہے! فرمایا کیا اس نے ادائیگی کا انتظام چھوڑا ہے؟ عرض کیا نہیں! اس پر فرمایا کہ آپ لوگ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لیں (میں نہیں پڑھاتا) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا قرضہ ادا کر دوں گا۔اس کے بعد آپ آگے بڑھے اور نماز جنازہ پڑھادی۔(مشکوۃ المصابیح از شرح السنۃ)

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ دو پیسے کے عوض سات سو مقبول نمازیں دینی ہوں گی۔ مزید فرمایا کہ میں نے مولوی نصیر الدین سے کہہ دیا (یہ حضرت شیخ کے کتب خانہ کے منیجر تھے) کہ لین دین میں حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھو میری تو سات سو نمازیں مقبول نہیں ہیں اب تو اپنے بارے میں سوچ لے کہ تیری کتنی مقبول نمازیں ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم تو مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس روپیہ نہ ہو اور مال نہ ہو، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ میری اُمت کا حقیقی مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے روز نماز اور روزہ اور زکوٰۃ لے آئے گا یعنی اس نے نمازیں بھی پڑھی ہوں گی، روزے بھی رکھے ہوں گے، زکوٰۃ بھی ادا کی ہوگی اور ان سب کے باوجود اس حال میں میدان حشر میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی کو تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا۔ اور کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا اور کیونکہ قیامت کا دن فیصلہ کا دن ہوگا اس لئے اس شخص کا فیصلہ اس طرح کیا جائے گا کہ جس کو اس نے ستایا ہوگا اور جس جس کی حق تلفی کی تھی سب کو اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔ کچھ اس کی نیکیاں اس حقدار کو دی جائیں گی اور کچھ دوسرے حق دار کو دی جائیں گی۔ پھر اگر حق پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو اس کے سر حقداروں کے گناہ ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (رواہ مسلم)

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کر رکھا ہو کہ اس کی بے آبروئی کی ہو یا اور کوئی حق تلفی کی ہو تو آج ہی (اس دنیا میں اس کا حق ادا کر کے یا معافی مانگ کر) اس سے پہلے معاف کرا لے جہاں نہ دینار ہوگا نہ درہم۔ پھر فرمایا کہ اگر اس کے کچھ عمل اچھے ہوں گے تو بقدر ظلم اس سے لئے جائیں گے (جو اصحاب حقوق کو دے دیئے جائیں گے) اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس ظالم کے سر ڈال دی جائیں گی۔

(رواہ البخاری)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صرف پیسہ کوڑی دبالینا ہی ظلم نہیں ہے بلکہ گالی دینا، غیبت کرنا، تہمت لگانا، بے جا مارنا، بے آبروئی کرنا بھی ظلم اور حق تلفی ہے

بہت سے لوگ اپنے بارے میں سمجھتے ہیں کہ ہم دیندار ہیں مگران باتوں سے ذرا نہیں بچتے واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو توبہ استغفار سے معاف فرما دیتا ہے لیکن بندوں کے حقوق اس وقت معاف ہوں گے جب ان کو ادا کرے یا صاحب حق سے معاف کرالے۔

○ **فرمایا:** حقوق العباد کا معاملہ بہت سخت ہے عام طور پر لوگوں کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی دینداری بس نماز اور کرتہ اور داڑھی میں رہ گئی۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ستّر نافرمانیاں لے کر قیامت کے میدان میں پہنچے تو یہ اس سے ہلکا جرم ہے کہ کسی بندے کا ایک حق اپنے ذمہ لے کر میدان قیامت میں حاضر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اس سے معافی کی امید رکھی جائے لیکن بندے چونکہ محتاج ہیں اس لئے ان کے حقوق کی ادائیگی کا دھیان رکھنا اور حقوق العباد سے پاک ہو کر جانا بہت زیادہ اہم اور سخت ضروری ہے۔ بندوں سے وہاں معاف کرنے کی امید رکھنا بے وقوفی ہے بندے وہاں محتاج ہوں گے کسمپرسی کا عالم ہو گا ذرا ذرا سا سہارا تلاش کرتے ہوں گے اور ہر صاحب حق اپنا پورا پورا حق وصول کرنا چاہے گا میراث کے بارے میں تو دینداری کے مدعی پیر فقیر عالم جاہل عموماً مبتلائے مصیبت ہیں۔ مرنے والا مر جاتا ہے اور اس کا مال شرعی اصول کے مطابق ورثا میں تقسیم نہیں ہوتا یتیموں اور بیواؤں کے حصے دوسرے ہی لوگ کھا جاتے ہیں اور مرنے والوں کی بیویوں اور بیٹیوں کو میراث کے شرعی حصے نہیں دیئے جاتے بدعت کے کاموں میں میراث کے مشترک مال سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اجرت پر قرآن مجید پڑھوایا جا رہا ہے جو حرام ہے تیجے چالیسویں ہو رہے ہیں جو بدعت ہیں اور ان میں ریاکاری بھی مقصود ہوتی ہے۔ یتیموں بیواؤں کا مال (جو انہیں میراث میں ملا ہے) بدعات اور خرافات ہیں خرچ کرتے چلے جاتے ہیں اور شریعت کے مطابق میراث تقسیم کرنے سے جان چراتے

ہیں۔

عموماً یہ ہوتا ہے کہ جہاں دو بیویوں کی اولاد ہوئی ان میں سے جس بیوی یا جس بیوی کی اولاد کے قبضہ میں مرنے والے کی املاک اور اموال میں سے جس قدر بھی ہو لے اڑتا ہے یہ بالکل نہیں سوچا جاتا ہے کہ یہ مرنے والے کا مشترک مال ہے شریعت کے مطابق اس کی دونوں بیویوں سے اس کی جو اولاد ہے ان سب کے حصے ہیں مرنے والے نے جتنا بھی مال چھوڑا ہے خواہ کسی بھی بیوی اور کسی بھی اولاد کے قبضہ میں ہو شرعاً سب میں میراث کا قانون جاری ہوتا ہے اگر تقسیم نہ کیا جائے اور جس کے قبضہ میں جو مال ہے اسے دبا کر بیٹھ جائے تو جو دوسروں کا حصّہ دبالیا آخرت میں وبال ہوگا، حقیر دنیا کے لئے ظلم کرنا وہ بھی اپنے رشتہ داروں پر کس قدر بے عقلی اور بے رحمی کی بات ہے۔

فکر آخرت کی ضرورت

○ **فرمایا:** دنیا اور آخرت ضَرَّتَان ہیں یعنی آپس ہر ایک دوسرے کی سوکن ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے مَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاهُ وَمَنْ اَحَبَّ دُنْیَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ کہ جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچائے گا اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرے گا وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا۔ پھر فرمایا: فَاٰثِرُوْا مَایَبْقٰی عَلٰی مَایَفْنٰی لہٰذا باقی رہنے والی چیز کو فنا ہونے والی چیز پر ترجیح دو۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ مال اور جاہ اور اعضاء و جوارح ان سب کے ذریعہ آخرت بھی کمائی جاتی ہے اور دنیا بھی اور زندگی ایک ہی بار ملی ہے اسی میں دنیا کے لئے بھی کام کئے جاتے ہیں اور آخرت کے لئے بھی محنتیں ہوتی ہیں وقت محنت مال اور اعمال سب محدود ہیں موت پر سب ختم ہو جاتے ہیں یہاں عمل ہے اور حساب نہیں اور وہاں حساب ہے اور عمل نہیں اسی تھوڑی سی زندگی میں مال اور اعضاء و جوارح کی محنت کو جتنا چاہے دنیا کے لئے لگائے اور جتنا چاہے آخرت کے کاموں میں لگا دے۔ ایک کے اعمال کرے گا تو دوسرے کے اعمال رہ جائیں گے۔

اسی کو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فانی اور باقی کا فرق سمجھ لو باقی کو اختیار کرو یعنی آخرت کا نقصان نہ ہونے دو اسی کو ترجیح دو کیونکہ وہ باقی ہے۔ بقدر ضرورت دنیا میں بھی مشغول ہونا پڑتا ہے لیکن جو لوگ ضرورت سے زیادہ دنیا میں لگتے ہیں وہ اس حدیث کے پیش نظر آخرت کے اعتبار سے بڑے خسارہ میں ہیں۔

○ **فرمایا:** دنیا کی آگ کتنی گرم ہے سب کو معلوم ہے اور جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ۶۹ درجہ زیادہ گرم ہے دنیا کی آگ سے بچنے کا اتنا اہتمام کہ جگہ جگہ فائر بریگیڈ اور ان سے زیادہ فائر اکسٹنگوشرز لگے ہوئے ہیں۔ دوکان دوکان میں موجود ہیں بعض جگہ بلدیہ کا قانون ہے کہ کوئی دوکان آگ بجھانے کے آلہ کے بغیر کھولی ہی نہیں جاسکتی آگ بجھانے کی باقاعدہ مشقیں کرائی جاتی ہیں روڈ پر جگہ جگہ بڑے بڑے پانی کے پائپ لگے ہوئے ہیں تاکہ عندالضرورت ان کو کھول کر آگ بجھائی جاسکے۔ اب آخرت کی آگ سے بچنے کے بارے میں سوچ لیا جائے۔ خوب بڑھ چڑھ کر صغیرہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں اپنی اولاد کو اور متعلّقین کو گناہوں سے بچانے کی فکر نہیں کرتے بلکہ گناہوں میں ملوث کرتے ہیں حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ آخرت میں اس کی سزا دوزخ کی آگ ہے۔ کیسی بے باکی اور جسارت ہے چھوٹا سا بچہ اگر چولہے کے آس پاس آجائے تو اس کو پھرت سے بچاتے ہیں اور سختی سے ہٹاتے ہیں لیکن دوزخ کی اتنی گرم ترین آگ سے بچوں کو بچانے کا کوئی اہتمام نہیں بلکہ بچوں کو خود گناہوں پر ڈالتے ہیں اور گناہ سکھاتے ہیں اور بہت لوگ زبردستی کر کے گناہ کرواتے ہیں رشوتیں لینے پر مجبور کرتے ہیں سود کے لین دین پر آمادہ کرتے ہیں اگر کوئی لڑکا مال حرام سے بچنے لگے تو اس کو متقی ہونے کا طعنہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ط﴾

”کہ اے ایمان والوں اپنی جانوں کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔“

آخرت کی آگ کے بارے میں یہ تغافل کیوں ہے؟ ہر شخص اپنے ایمان کو ٹٹولے ایسا تو نہیں کہ قرآن وحدیث کی باتوں پر بے یقینی ہو۔

زندگی کی قدر و قیمت پہچانئے

○ **فرمایا:** دنیا میں کوئی شخص بغیر عمل کے نہیں، چھوٹا سا بچہ بھی پیدا ہونے کے چند دن بعد ہی ہاتھ پاؤں مارنے لگتا ہے بلکہ دودھ پینے کے لئے تو پیدا ہوتے ہی ہونٹ چلاتا ہے اور ماں کا پستان یا نپل دباتا ہے۔ ساری زندگی سراپا عمل ہے۔ اب انسان چاہے اچھے اعمال کرے چاہے برے اعمال کرے، گناہ کرے یا نیکی کرے، لہو و لعب میں لگے، لایعنی باتیں کرے یا فضول مشاغل میں وقت لگائے کام میں تو سبھی مشغول رہتے ہیں۔ ہوش مند وہ ہے جو اپنی زندگی کو نیک کاموں میں خرچ کرے تاکہ اس کی محنت اور مجاہدہ دوزخ میں جانے کا ذریعہ نہ بنے۔ آخرت کی عظیم اور کثیر نعمتوں کے نقصان اور خسران اور حرمان کی راہ اختیار نہ کرے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْمُوْبِقُهَا﴾

(رواہ مسلم کما فی المشکوۃ ص۳۸)

(صبح ہوتی ہے تو ہر شخص کام کاج کے لئے نکلتا ہے اور ہر شخص اپنی جان کو کام میں لگاتا ہے اور نتیجہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے نفس کو دوزخ سے آزاد کرا لیتا ہے اور کوئی شخص اپنے نفس کو ہلاک کر دیتا ہے) دوزخ میں بھی عمل ہی کے ذریعہ جائیں گے اور جنت میں بھی اعمال ہی لے جائیں گے جب دونوں اپنے ہی کئے کا نتیجہ ہیں تو انسان ایسی بے وقوفی کیوں کرے کہ عمل بھی کرے اور دوزخ میں بھی جائے۔

○ **فرمایا:** رات دن کے ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں، ان میں سے عام طور سے تجارت یا

سروس اور محنت مزدوری میں ۸ گھنٹے خرچ ہوتے ہیں باقی ۱۶ گھنٹے کہاں جاتے ہیں؟ ان میں سے مجموعی حیثیت ۲ یا ۳ گھنٹے نماز کے اور کھانے کے، باقی وقت ضائع ہو جاتا ہے، اور یہ ضائع بھی ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے جو گناہوں میں مشغول نہ ہوں کیونکہ جب وقت گناہوں میں لگا وہ تو وبال ہے اور باعث عذاب ہے۔ مسلمان آدمی کو آخرت کی نجات کے لئے اور وہاں کے رفع درجات کے لئے فکرمند رہنا لازم ہے، لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ملازمتوں سے ریٹائرڈ ہو گئے، کاروبار لڑکوں کے سپرد کر دیئے، دنیا کمانے کی ضرورت باقی نہیں رہی، بہت کرتے ہیں فرض نماز پڑھ لیتے ہیں یا پوتی پوتا کو گود میں لے لیتے ہیں اس کے علاوہ سارا وقت یوں ہی گزر جاتا ہے کہیں بیٹھ کر باتیں کر لیں، اخبار پڑھ لیا، دنیا کی خبروں پر تبصرہ کر لیا بس یہی مشغلہ رہ جاتا ہے۔ اور گناہوں میں جو وقت خرچ ہوتا ہے وہ اس کے علاوہ ہے حالانکہ یہ وقت بڑے اجر و ثواب کے کاموں میں لگ سکتا ہے، ذکر میں، تلاوت میں، درود شریف پڑھنے میں، اہل خانہ کو نماز سکھانے اور دینی اعمال پر ڈالنے اور تعلیم و تبلیغ میں سارا وقت خرچ کریں تو آخرت کے عظیم درجات حاصل ہونے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ۵۰، ۵۵ سال کی عمر میں ریٹائرڈ ہوئے، کاروبار سے فارغ ہوئے اس کے بعد برسہا برس تک زندہ رہتے ہیں بہت سے لوگ ۸۰ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر پاتے ہیں۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد یہ ۲۵، ۳۰ سال کی زندگی یونہی لایعنی فضول باتوں بلکہ غیبتوں میں، تاش کھیلنے میں، ٹی وی دیکھنے میں اور وی سی آر سے لطف اندوز ہونے میں گزار دیتے ہیں نہ گناہوں سے بچتے ہیں نہ لایعنی باتوں اور کاموں سے پرہیز کرتے ہیں یہ بڑی محرومی کی زندگی ہے، اور گناہ تو باعث عذاب اور وبال ہیں ہی۔

○ **فرمایا:** حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ نے ساٹھ سال کی عمر دے دی اس کے لئے عذر کا کوئی موقعہ نہیں چھوڑا۔ (رواہ البخاری کما فی المشکوٰۃ صـ۴۵۰)

سانٹھ سال کی زندگی بہت ہوتی ہے اس میں انسان دادا اور پڑدادا بن جاتا ہے، دنیا کماتا ہے ہزاروں کے ریل پیل میں مشغول ہوتا ہے۔ دنیا کے لئے چاق وچوبند۔ بیدار مغز، فکر مند اور آخرت سے غفلت یہ بڑی بے وقوفی ہے۔ سورہ فاطرہ میں فرمایا:

﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ط﴾

"اور وہ لوگ دوزخ میں چیخ وپکار کرتے ہوئے یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں نکال دیجئے جو ہم اعمال کیا کرتے تھے اب ان کے علاوہ عمل کریں گے جو نیک عمل ہوں گے۔"

اس کے جواب میں ارشاد ہوگا:

﴿أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيرُ ط﴾

"کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرلیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا۔"

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ "نَذِیْرٌ" (ڈرانے والے) سے سفید بال مراد ہیں جب سفید بال آگئے تو آخرت کی فکر بہت زیادہ کرنی چاہئے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ "نَذِیْرٌ" سے اولاد کی اولاد مراد ہے جب اولاد کی اولاد آگئی تو سمجھ لو کہ چل چلاؤ ہے۔ اگلی زندگی کی فکر زیادہ سے زیادہ کریں۔

○ **فرمایا:** کیا ہی مبارک ہیں وہ لوگ جو قرآن وحدیث کی تعلیم وتدریس میں مشغول ہیں۔ یا کسی بھی اعتبار سے دینی کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان جب دنیا میں آیا تو اسے کچھ تو کرنا ہی ہے اور کسی نہ کسی کی خدمت میں لگنا ہی ہے۔ کوئی اپنی خدمت میں مشغول ہے۔ بناؤ سنگار، کپڑوں کی استری، گھر کی آرائش اور

زیبائش میں لگا ہوا ہے، کوئی زمین کی خدمت کرتا ہے، بوتا ہے اور جوتتا ہے، کوئی بکریاں چراتا ہے، کوئی اونٹوں میں مشغول ہے، کوئی دفتر میں چپراسی ہے، کوئی جوتوں کی پالش کا کام لئے ہوئے بیٹھا ہے، کوئی کپڑے سی رہا ہے کوئی گورنر ہے مگر وہ بھی نوکر ہے، کوئی وزیر ہے وہ بھی عوام کی خدمت کا لیبل لگائے ہوئے ہیں۔ کچھ لوگ گاڑیاں دھو رہے ہیں مکینک ہیں گاڑیوں کے نیچے لیٹ کر مرمت کر رہے ہیں، حد یہ ہے کہ دنیا میں فضلہ اٹھانے والے بھی ہیں۔ بلدیہ کے ملازم سڑکوں پر جھاڑو دے رہے ہیں اور بہت سے لوگ اسی دنیا میں کتوں کو نہلانے پر اور بہت سے لوگ خنزیروں کے چرانے پر مامور ہیں اور یہ سب کچھ دنیاوی ضروریات پورا کرنے کے لئے ہے، بہت سے بندے وہ ہیں جو اللہ کی کتاب پڑھنے میں مشغول ہیں نمازیں سکھاتے ہیں، لوگوں کو اللہ کی یاد میں مشغول کرتے ہیں بہت سے لوگ حدیث وفقہ کا درس دیتے ہیں اللہ کی مخلوق کو اسلام کے احکام اور مسائل بتاتے ہیں، اور بہت سے حضرات خانقاہوں میں فروکش ہیں یہ تزکیہ نفوس کا کام کرتے ہیں اور کثرت ذکر کی تلقین کرتے ہیں، بہت سے حضرات مسجد کی امامت اور خطابت میں اور بہت سے حضرات اذان دینے کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں یہ حضرات اللہ کے دین کے خادم ہیں اور دین کی دعوت اور اشاعت میں مشغول ہیں۔ میں اپنے لڑکوں سے کہتا ہوں کہ اللہ کے دین کی خدمت میں لگے رہو خدمت تو کرنی ہی ہے پھر اعلیٰ خدمتوں کو کیوں نہ اختیار کیا جائے جس میں دنیا اور آخرت کی خیر ہے اور یہی مؤمن کا مقصود حیات ہے میں علم دین حاصل کرنے والے طلبہ سے کہتا ہوں کہ تم نہایت عمدہ مشغولیت میں ہو اگر قرآن و حدیث کی خدمت میں مشغول نہ ہوگے تو کسی نہ کسی کی خدمت کرنا ہی ہوگی بعض طالب علموں نے درمیان میں چھوڑ دیا پھر دنیا اور اہل دنیا کی خدمت میں لگنا پڑا ایسی سینکڑوں نظیریں نظروں کے سامنے ہیں۔

○ **فرمایا:** اسی ذیل میں ایک بات اور یاد آگئی لوگ اپنے بچوں کو قرآن و حدیث نہیں پڑھاتے اور کہتے ہیں کہ کیا اپنے بچوں کو ملا بنانا ہے اور مسجد کی روٹیاں کھلانا ہے؟ یہ لوگ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے نام پر نام رکھنے پر تو فخر کرتے ہیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جو کام تھا یعنی اذان دینا اس کام میں اپنی اولاد کو لگانا عار سمجھتے ہیں امامت و خطابت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین ابوبکر و عمر و عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا کام تھا اس کام سے اپنی اولاد کو بچاتے ہیں اور مساجد سے متعلقین کو مسجد کی روٹیاں کھانے کا طعنہ دیتے ہیں مسجد کی روٹیاں کھانا رشوت، سود اور حرام کاروبار کے پیسہ سے روٹیاں کھانے سے کہیں بہتر ہے، جب اپنی اولاد کو مسجد سے دور رکھتے ہیں تو زندگی بھر دوری ہی رہتی ہے۔

صبر کی اہمیت اور ضرورت

○ **فرمایا:** ذکر و فکر، صبر و شکر، مؤمن کی زندگی کی گاڑی کے پہیے ہیں، اللہ کی یاد میں بھی لگا رہے اور ترقی درجات کے لئے بھی فکرمند رہے تکلیف پر صبر بھی کرے اور ہر حال میں اللہ کا شکر گزار رہے۔

○ **فرمایا:** دنیا دارالمصائب ہے صبر کے بغیر زندگی گزارنے کا کوئی راستہ نہیں، اتنا فرق ہے کہ مؤمن صبر کا ثواب بھی لے لیتا ہے اور کافر کو یہ بات نصیب نہیں، اور جو شخص مدعی اسلام ہو لیکن بے صبرا ہو، مصیبت کے وقت واویلا کرتا ہو اجر و ثواب کی امید نہ رکھتا ہو وہ بھی ثواب سے محروم رہتا ہے۔ اور در حقیقت مصیبت زدہ وہی ہے جسے تکلیف بھی پہنچی اور ثواب بھی نہ ملا اسی کو فرمایا ہے انما المصاب من حرم الثواب۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

○ **فرمایا:** تکلیف کے وقت صبر بہت کڑوا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا نتیجہ میٹھا نکلتا ہے اردو میں مثل مشہور ہے کہ صبر کا پھل میٹھا ہے عربی میں کسی نے کہا الصبر امر من الصبر و احلی من الثمر صبر ایلوے سے زیادہ کڑوا اور پھل سے زیادہ میٹھا ہے۔

در حقیقت مؤمن سے زیادہ کوئی آرام و راحت میں نہیں وہ اللہ کی قضا اور قدر پر راضی رہتا ہے اور ہر حالت میں ثواب کا امیدوار رہتا ہے طبعی طور پر اگر کسی بات پر رنج ہو تو عقلی اور ایمانی طور پر اس کا دفاع ہو جاتا ہے اور اس طرح اس کی مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے۔

○ **فرمایا:** صبرو شکر کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے ایک بہت عمدہ گر بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھو ایسا کرنے سے اللہ کی نعمتوں کی قدر دانی ہوگی۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

جب کوئی شخص دوسروں کو دیکھے گا کہ کوئی نابینا ہے کوئی لنگڑا ہے کسی کے دونوں ہاتھ نہیں، کسی کے دونوں پاؤں نہیں، کوئی غریب ہے حاجتیں پوری کرنے کے لئے پیسہ نہیں، اور اپنا حال ان سب سے بہتر ہے اعضاء سب صحیح سالم ہیں، ضرورتیں بھی پوری ہوتی ہیں تو اللہ کا شکر دل سے ادا کرنے کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور دینداری میں اگر اپنے سے زیادہ کسی کو دیکھے تو اس کی حرص کرے بلکہ اس سے آگے بڑھنے کی رغبت کرے۔ تو یہ جو فرمایا کہ دنیاوی اعتبار سے اپنے سے نیچے کو دیکھو اس کے بارے میں حضرت شیخ سعدیؒ نے اپنا ایک واقعہ گلستان سعدی میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک سفر میں جوتے نہیں تھے ننگے پاؤں پیدل چل چل کر پاؤں کا برا حال ہوگیا۔ شہر بعلبک کی جامع مسجد میں پہنچے دیکھا کہ ایک شخص کے پاؤں ہی نہیں ہیں (یکے را دیدم پائے نہ وارد) اس کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ (من پاپوش نہ دارم داایں پائے نہ دارم) کہ میرے پاس تو جوتا نہیں لیکن اس کے تو پاؤں ہی نہیں ہیں۔

اگر انسان بصیرت کی آنکھوں سے چلے پھرے اور خلق خدا پر عبرت کی نظر ڈالے تو اپنے آپ کو بڑی آسانی سے صابرو شاکر بنا سکتا ہے۔

○ **فرمایا:** ایک تو ہے صبر کرنا اور ایک ہے صبر آجانا ثواب صبر کرنے پر ہے، ایک عورت اپنے بیٹے کی موت پر رو رہی تھی آنحضرت ﷺ نے اس کو صبر کی تلقین فرمائی اس نے کہا آپ ﷺ کو کیا معلوم مجھے کیا مصیبت پہنچی ہے جب آپ ﷺ تشریف لے گئے تو اس کو کسی نے متنبہ کیا کہ تو نے اللہ کے رسول ﷺ کو ایسا نامناسب جواب دیا (اس کو معلوم نہ تھا کہ آپ ﷺ کون ہیں) جب اس کو معلوم ہوگیا تو گھبرا

گئی، کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ایسا بے تکا جواب دے دیا چنانچہ وہ معذرت کرنے کے لئے درِ دولت پر حاضر ہوئی اس کا خیال تھا کہ یہاں دربان ہوں گے دیکھا کہ وہاں ایک بھی دربان نہیں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا انما الصبر عند الصدمۃ الاولی کہ صبر وہی معتبر ہے جو صدمہ اولی کے وقت ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۵۰)

مطلب یہ ہے کہ بعد میں تو صبر آہی جاتا ہے اس میں مؤمن و کافر سب برابر ہیں جب وقت گزر جاتا ہے تو مصیبت بھول بھلیاں ہو جاتی ہیں جس وقت تازہ تازہ مصیبت ہو اس وقت نفس و زبان پر قابو پانا ہی اصل صبر ہے۔

○ **فرمایا:** دکھ تکلیف رنج و غم کم ہو یا زیادہ اس سب میں مؤمن کے گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی ہوتی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کسی مؤمن بندہ نے کچھ خریدنے کا ارادہ کیا اور جیب میں پیسے نکالنے کے لئے ہاتھ ڈالا اور پیسے نہ نکلے تو اس سے جو ذرا سا رنج ہوتا ہے اس سے بھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۳۶)

دعا تو عافیت ہی کی مانگتے رہیں لیکن کوئی تکلیف روحانی یا جسمانی پہنچ جائے تو صبر کریں اور اجر و ثواب کی امید رکھیں۔

○ **فرمایا:** حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی کے لئے کوئی بلند مرتبہ لکھ دیا پھر اس کے عمل اس قابل نہ ہوئے کہ اس درجہ کو پہنچے جو اسے دیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دکھ تکلیف میں مبتلا فرما دیتے ہیں پھر اس پر اسے صبر دیتے ہیں.... پھر ان کے ذریعے اس کو اس درجہ میں پہنچا دیتے ہیں جو اس کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۳۷)

مؤمن بندوں کو دکھ تکلیف سے گھبرانا نہیں چاہئے ان کے لئے اس میں بھی خیر ہے اور آرام اور راحت میں بھی خیر ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿عجبا لامر المؤمن ان امره کله له خیر و لیس ذلک لاحد الا لمؤمن ان اصابته سراء شکر فکان خیر اله وان اصابته ضراء صبر فکان خیر اله﴾

"مؤمن کا عجیب حال ہے ہر طرح اس کے لئے خیر ہے اور مؤمن کے علاوہ کسی کو یہ بات حاصل نہیں اگر اسے اچھی حالت پہنچ گئی تو اس نے شکر کیا یہ اس کے لئے خیر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچ گئی تو اس نے صبر کیا یہ بھی اس کے لئے خیر ہے۔" (مشکوۃ المصابیح ص۴۵۲)

○ **فرمایا:** ایک صحابی عورت کو بخار آگیا رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے (یاد رہے کہ عیادت کے لئے بے پردہ ہونا ضروری نہیں) آپ نے اس سے فرمایا کیا بات ہے۔ کپکپا رہی ہو اس نے کہا اس کا برا ہو بخار چڑھ گیا آپ نے فرمایا بخار کو برا نہ کہو وہ بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ص۱۳۵)

یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے مسلمان موت سے پہلے کسی لمبے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں سانس کا مرض ہوتا ہے فالج گر جاتا ہے ہاتھ پاؤں میں ضعف آجاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب مؤمن کے لئے خیر ہوتا ہے۔ پچھلے گناہ بھی معاف ہوتے رہتے ہیں اور تکلیف میں ثواب بھی ملتا ہے اور درجات بھی بلند ہوتے ہیں اسی طرح موت کی سختی مؤمن کے لئے خیر ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی موت کے وقت جو تکلیف تھی وہ دیکھ کر مجھے کسی کی آسان موت پر رشک نہیں ہوتا۔ (مشکوۃ المصابیح ص۱۳۶)

(کیونکہ موت کی سختی بھی گناہوں کی معافی اور درجات بلند ہونے کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے گناہ تو تھے نہیں مزید رفع درجات کے لئے یہ سختی مزید سبب بن

گئی)۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے بیماریوں کے ثواب کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ مؤمن آدمی کو جب بیماری پہنچتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے عافیت دے دیتے ہیں تو یہ اس کے گزشتہ گناہوں کے لئے کفارہ ہوجاتا ہے اور آئندہ کے لئے نصیحت ہوجاتی ہے (تاکہ آئندہ گناہوں سے باز رہے) اور منافق جب مریض ہوتا ہے پھر اسے عافیت مل جاتی ہے تو اونٹ کی طرح ہے اس کے مالکوں نے اسے باندھ دیا پھر چھوڑ دیا اسے کچھ پتہ نہیں کہ انہوں نے اسے کیوں باندھا اور کیوں چھوڑا، وہیں مجلس میں ایک آدمی حاضر تھا اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ بیماری کیا ہے اللہ کی قسم میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا آپ نے فرمایا اٹھ کھڑا ہو تو ہم میں سے نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۷)

حدیث کی شرح لکھنے والوں نے بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص منافق تھا، دیکھو کیسی بے تکلفی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے منہ در منہ فرمادیا کہ تو ہم میں سے نہیں ہے اور اسے مجلس سے اٹھا بھی دیا۔ معلوم ہوا کہ عافیت ہی عافیت رہے ہمیشہ صحت رہے، کوئی تکلیف نہ ہو یہ مؤمن کی شان نہیں۔

درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ مسلمانوں کی تکلیفوں کو گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ بنا کر آخرت کے عذاب سے محفوظ فرمانے کا وعدہ فرمالیا۔

دنیا کی جتنی بڑی تکلیف ہو آخرت کی تکلیف کے سامنے کچھ بھی نہیں دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا زیادہ گرم ہے۔

○ **فرمایا:** دنیا کے ابتلاءات میں جسمانی تکلیفیں بھی ہیں اور تنگدستی بھی ہے لیکن تنگدستی کی تکلیف جسمانی امراض اور تکالیف سے کم ہے مگر اجر و ثواب ان تکلیفوں پر بھی خوب زیادہ ملتا ہے جو تنگدستی کی وجہ سے آتی رہتی ہیں۔

آخرت میں فقر و فاقہ والے بہت خوش ہوں گے مال کا حساب نہیں دینا پڑے گا

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فقراء مؤمنین مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے جو ہزار سالہ روز قیامت کا آدھا دن ہو گا، یہ حضرات جنّت میں جا چکے ہوں گے اور مالدار لوگ مال کا حساب دینے کے لئے رکے ہوئے ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دو چیزیں ایسی ہیں جنہیں انسان مکروہ سمجھتا ہے ایک تو موت ہے جسے مکروہ جانتا ہے حالانکہ موت مؤمن کے لئے بہتر ہے کیونکہ اس کے ذریعہ فتنہ سے بچ جاتا ہے، دوسرے مال کا کم ہونا یہ بھی انسان کو ناگوار ہے حالانکہ مال کا کم ہونا حساب کی کمی کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۴۸)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حقیقت کو سمجھتے تھے آخرت کے کاموں کو ترجیح دیتے تھے مال کی طلب میں حیران و سرگران و پریشان نہیں ہوتے تھے اگر اللہ تعالیٰ شانہ، نے حلال مال زیادہ دے دیا تو اس کی بھی قدر کرتے تھے اور مال سے متعلق حقوق و فرائض جو قرآن و حدیث میں بتائے ہیں ان کو بھی ادا کرنے کے لئے فکر مند رہتے تھے تاکہ یہ مال آخرت میں وبال نہ بن جائے۔

حلال مال کماتے ہوئے بھی شریعت کے احکام کو پامال کرنا حلال نہیں ہے اور حرام مال دنیا میں بھی وبال ہے اور آخرت میں بھی، حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ جس نے دس درہم کا کپڑا پہنا، جن میں سے ایک درہم حرام کا لیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہ فرمائے گا، جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۴۳)

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس نے حرام مال چھوڑا وہ اس کے لئے دوزخ کا توشہ یعنی اس میں داخل ہونے کا ذریعہ بنے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۴۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا جو جسم حرام مال سے پلا اور بڑھا ہو دوزخ ہی کا وہ زیادہ مستحق ہو گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۴۲)

مسلمانوں پر لازم ہے کہ شکر گزار بندے بنیں

اللہ تعالیٰ شانہٗ کی بے انتہا نعمتیں ہیں، اس نے وجود بخشا صحیح سالم اعضاء دیئے بولنے کو زبان، غور و فکر کے لئے دل و دماغ عطا فرمایا کھانے پینے کے لئے بے انتہا طرح طرح کی ماکولات و مشروبات پیدا فرمائیں، انسان کو سوچ سمجھ سے آراستہ فرمایا، برو بحر میں اس کو حکومت دی زمین میں اسے خلیفہ بنایا اولاد و ازواج سے نوازا۔ بندوں پر لازم ہے کہ زبان سے اور دل سے اور عمل سے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے شکر گزار بندے بنیں، کوئی ایسا عمل نہ کریں جو گناہ کی فہرست میں آتا ہو اور جہاں تک ہو نیکیوں میں ہی لگے رہیں۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ کی نعمتوں میں ڈوبا رہنا اور ساتھ ہی گناہ کرتے رہنا یہ بہت بڑی ناشکری ہے۔ سورۂ ابراہیم میں فرمایا: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کرسکتے بلاشبہ انسان بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا دھیان رکھتے تھے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی اس طرف متوجہ فرماتے رہتے تھے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہمراہ لے کر ایک انصاری صحابی کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے کھجوروں کا خوشہ پیش کیا جن میں

تینوں قسم کی کھجوریں تھیں تر کھجور بھی اور خشک کھجور بھی اور کچھ پکی کے درمیان بھی، صاحب خانہ انصاری نے ایک بکری بھی ذبح کی، آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کھجوریں کھائیں اور کھانا کھایا اور پانی پیا، جب سیر ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت کے دن اس نعمت کے بارے میں تم سے ضرور سوال کیا جائے گا (کہ نعمت کا کیا حق ادا کیا اور اس سے جو قوت حاصل ہوئی اس کو کس کام میں لگایا شکر ادا کیا یا نہیں)۔ تم کو بھوک نے گھروں سے نکالا ابھی تم واپس نہیں لوٹے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمت عطا فرمادی۔ (رواہ مسلم)

ایک اور حدیث میں اسی طرح کا قصّہ مروی ہے، آپ اپنے دونوں ساتھیوں یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے انہوں نے کھجوروں کا ایک خوشہ پیش کیا آپ ﷺ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اس میں سے کھایا، پھر ٹھنڈا پانی طلب فرمایا پانی پی کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تم سے اس نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھجوروں کا خوشہ ہاتھ میں لے کر زمین پر مارا جس سے کھجوریں بکھر گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم سے اس کے بارے میں سوال ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں (ہر نعمت کے بارے میں سوال ہو گا) سوائے تین چیزوں کے ① اتنا چھوٹا سا کپڑے کا ٹکڑا جس سے آدمی اپنی شرم کی جگہ لپیٹ لے ② (روٹی کا ٹکڑا) جس سے اپنی بھوک کو دفع کر دے ③ اتنا چھوٹا گھر جس میں گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے بتکلّف داخل ہو سکے۔ (مشکوٰۃ المصابیح فی شعب الایمان ص۳۶۹ از احمد)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے لئے تین چیزوں کے سوا کسی چیز میں حق نہیں ہے (وہ تین چیزیں یہ ہیں) ① رہنے کا گھر ② اتنا کپڑا جس سے اپنے شرم کی جگہ چھپالے ③ روکھی روٹی (بغیر سالن

کے) اور اس کے ساتھ پانی۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ سے نعمتوں کے بارے میں جو سب سے پہلا سوال کیا جائے گا وہ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ فرمائیں گے کیا ہم نے تیرے جسم کو تندرست نہیں رکھا تھا اور کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا۔ (رواہ الترمذی فی تفسیر سورۃ التکاثر)

سنن ترمذی میں ہے کہ جب آیت کریمہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ نازل ہوئی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سے کون سی نعمت کا سوال ہوگا، ہم تو کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب نعمتیں مل جائیں گی۔ (رواہ فی تفسیر التکاثر وقال حدیث حسن)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز انسان کے تین دفتر ہوں گے ایک دفتر میں اس کے نیک عمل لکھے ہوں گے۔ دوسرے دفتر میں اس کے گناہ درج ہوں گے۔ اور ایک دفتر میں اللہ کہ وہ نعمتیں درج ہوں گی جو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں دی گئی تھیں۔ اللہ عزوجل سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائیں گے کہ اپنی قیمت اس کے نیک اعمال میں سے لے لے چنانچہ وہ نعمت اس کے تمام اعمال کو اپنی قیمت میں لگالے گی اور اس کے بعد عرض کرے گی کہ (اے رب) آپ کی عزت کی قسم (ابھی) میں نے پوری قیمت وصول نہیں کی ہے، اب اس کے بعد گناہ باقی رہے اور نعمتیں بھی باقی رہیں (جن کی قیمت ادا نہیں ہوئی ہے) رہے نیک عمل سو وہ سب ختم ہو چکے ہوں گے، کیونکہ سب سے چھوٹی نعمت اپنی قیمت میں تمام نیک عمل کو لگا چکی ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر رحم کرنا چاہیں گے (یعنی مغفرت فرما کر جنت عطاء فرمانا چاہیں گے) تو فرمائیں گے کہ اے میرے بندے میں نے تیری نیکیوں میں اضافہ کر دیا اور تیرے گناہوں سے درگزر کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر خدائے پاک کا ارشاد گرامی نقل فرماتے ہوئے یہ

بھی فرمایا کہ میں نے تجھے اپنی نعمتیں (یوں ہی بغیر عوض کے) بخش دیں۔

(الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۳۹۷)

اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی عنایت فرمایا ہے بغیر کسی استحقاق کے دیا ہے اس کو یہ حق ہے کہ اپنی نعمت کے بارے میں سوال کرے اور یہ مواخذہ کرے کہ تم میری نعمتوں میں رہے ہو، بولو ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا؟ اور میری عبادت میں کس قدر لگے؟ اور ان نعمتوں کے استعمال کے عوض کیا لے کر آئے؟

یہ سوال بڑا کٹھن ہوگا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکریہ میں عمل صالح کرتے رہتے ہیں اور آخرت کی پوچھ سے لرزتے اور کانپتے ہیں، برخلاف ان کے وہ بد نصیب ہیں جو اللہ کی نعمتوں میں پلتے بڑھتے ہیں اور نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف ان کو ذرا دھیان نہیں اور اس کے سامنے جھکنے کا ذرا خیال نہیں۔ خداوند عالم کی بے شمار نعمتیں ہیں۔

بلاشبہ یہ انسان کی بڑی نادانی ہے کہ مخلوق کے ذرا سے احسان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے اور جس سے کچھ ملتا ہے اس سے دبتا ہے اور اس کے سامنے باادب کھڑا ہوتا ہے، حالانکہ یہ دینے والے مفت نہیں دیتے بلکہ کسی کام کے عوض یا آئندہ کوئی کام لینے کی امید میں دیتے دلاتے ہیں، خداوند کریم خالق و مالک ہے غنی و مغنی ہے وہ بغیر کسی عوض کے عنایت فرماتا ہے، لیکن اس کے احکام پر چلنے اور سربسجود ہونے سے گریز کرتا ہے، یہ بڑی بدبختی ہے۔ اللہ کی نعمتوں کو کوئی کہاں تک شمار کرے گا جو بھی نعمت ہے ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ ایک بدن کی سلامتی اور تندرستی ہی کو لے لیجئے کیسی بڑی نعمت ہے۔ جب پیاس لگتی ہے تو غٹاغٹ ٹھنڈا پانی پی جاتے ہیں، یہ پانی کس نے پیدا کیا ہے؟ اس پیدا کرنے والے کے احکام پر چلنے اور شکر گزار بندہ بننے کی بھی فکر ہے یا نہیں؟ یہ غور کرنے کی بات ہے۔

اقوال اور اعمال میں صدق کی اہمیت اور ضرورت

○ **فرمایا:** دین اسلام میں صدق یعنی سچائی کی بہت بڑی اہمیت ہے، سورہ زمر میں ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۝﴾

"اور جو شخص سچ لے کر آیا اور سچ کی تصدیق کی یہ لوگ متقی ہیں۔"

اس آیت میں سچائی اختیار کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اور انہیں صفت تقویٰ سے متصف بتایا ہے، سورۂ حجرات میں فرمایا ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾

"بلاشبہ مؤمن وہ لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہ وہ لگ ہیں جو سچے ہیں۔"

اس میں یہ بتادیا کہ ایمان میں سچائی ہونا لازم ہے۔ اگر دین کی کسی بات کو نہ مانایا

عقائد دینیہ کے کسی عقیدہ میں شک کیا تو وہ لوگوں کے سامنے بظاہر مسلمان ہونے کا دعویٰ کردے گا لیکن ایمان میں شک ہونے کی وجہ سے اللہ کے ہاں مؤمن نہ ہوگا، بلکہ منافق ہوگا کیونکہ اس کے ایمان میں سچائی نہیں ہے پھر عملی طور پر بھی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرکے دکھانا لازم ہے۔ اللہ کی راہ میں مالوں سے، جانوں سے جہاد کریں اور یہ سب کچھ دل کی گہرائی سے پوری سچائی کے ساتھ ہو۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے نہ جان جانے کی پرواہ ہو نہ مال خرچ ہونے سے نفس میں کوئی ہچکچاہٹ اور چبھن محسوس ہوتی ہو۔

○ **فرمایا:** جو بھی عمل کریں اس میں نیت کی سچائی ہو یعنی صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت ہو۔ بندوں کو معتقد بنانا ان سے تعریف کروانا اعمال صالحہ کے ذریعہ دنیا طلب کرنا اور مال حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ جیسی عبادت مخلوق کے سامنے کرے جو خالص اللہ کے لئے ہو ایسی ہی عبادت تنہائی میں کرے۔ ایسا نہ کرے کہ لوگوں کے سامنے لمبی اور اچھی نماز پڑھے اور تنہائی میں نماز پڑھے تو جلدی جلدی نمٹادے۔ نہ رکوع سجدہ ٹھیک ہو نہ تلاوت صحیح ہو نہ خشوع و خضوع ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جب بندہ ظاہر میں نماز پڑھتا ہے اور اچھی نماز پڑھتا ہے اور پھر علیحدہ تنہائی میں نماز پڑھتا ہے تب بھی اچھی طرح نماز پڑھتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ هٰذَا عَبْدِیْ حَقًّا (سچ مچ یہ میرا بندہ ہے)۔ (رواہ ابن ماجہ کمافی المشکوٰۃ ص۴۵۵)

○ **فرمایا:** حضرت شیخ سعدیؒ نے گلستان میں ایک قصّہ لکھا ہے کہ ایک صاحب جو بزرگ سمجھے جاتے تھے اپنے ایک لڑکے کے ساتھ بادشاہ کے ہاں مہمان ہوئے وہاں انہوں نے نماز لمبی پڑھی اور کھانا کم کھایا جب واپس گھر آئے تو اہل خانہ سے کھانا طلب کیا۔ لڑکے نے کہا کہ ابا جان نماز بھی دوبارہ پڑھئے کیونکہ جیسے وہاں کھانا کم کھانا اللہ

تعالیٰ کے لئے نہ تھا ایسے ہی لمبی نماز بھی اللہ تعالیٰ کے لئے نہ تھی۔

○ **فرمایا:** جب بندہ کہتا ہے کہ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں اور اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے الفاظ زبان سے ادا کرتا ہے تو اسے ظاہر سے اور باطن سے اللہ ہی کا بندہ بننا لازم ہے۔ زبان سے اللہ کا بندہ ہونے کا دعویٰ اور عملی طور پر دنیا کا بندہ خواہشوں کا بندہ۔ دینار اور درہم کا بندہ یہ شان عبدیت کو زیب نہیں دیتا۔ دعوائے بندگی میں سچا ہونا لازم ہے۔

○ **فرمایا:** جب دعا کرے تو دعا میں بھی سچائی ہونی چاہئے یعنی جب یوں کہے کہ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں تو پوری طرح متوجہ ہو کر حقیقی سائل بن کر سوال کرے زبان سے دعا کے الفاظ جاری ہیں لیکن دل غافل ہے۔ اور یہ بھی پتہ نہیں کہ کیا مانگ رہا ہوں یہ سچ اور سچائی کے خلاف ہے، جب اللہ سے مغفرت کی دعا مانگے تو سچے دل سے حضور قلب کے ساتھ مغفرت طلب کرے ایسا نہ ہو کہ زبان سے تو یوں کہہ رہا ہو کہ میں مغفرت چاہتا ہوں لیکن دل اور کہیں لگا ہوا ہو، یہ صدق اور سچائی کے خلاف ہے۔ اسی لئے حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ اسْتِغْفَارُنَا يحتاج الى اسْتِغْفَارِ كَثِيْر کہ ہمارا استغفار کرنا بھی صحیح استغفار نہیں ہے اس کے لئے بھی استغفار کی ضرورت ہے۔ (ذکرہ ابن الجزری فی الحصن الحصین)

○ **فرمایا:** اگر قسم کھائے تو اللہ کی قسم کھائے اور سچی قسم کھائے آئندہ کسی عمل کے کرنے پر قسم کھائے تو قسم کو پورا کرے (بشرطیکہ گناہ کرنے کی قسم نہ کھائی ہو) اسی طرح سے اگر کوئی نذر مانے تو وہ بھی پورا کرے، (شرط اس میں بھی وہی ہے کہ گناہ کی نذر نہ ہو جب کسی نیک کام کرنے کا ارادہ اور وعدہ کرے تو سچا کر دکھائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا انس بن نضر غزوہ بدر میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے اس کا بہت رنج ہوا کہنے لگے کہ افسوس ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار مشرکین سے جنگ کی اور

میں اس میں شریک نہ ہوا اگر اللہ نے مجھے مشرکین سے قتال کرنے کا موقعہ دیا تو میں جان جوکھوں میں ڈال کر دکھا دوں گا آئندہ سال جب غزوہ احد پیش آیا اور اس میں مسلمان شکست کھا گئے تو انہوں نے کہا اے اللہ میں مشرکین کے عمل سے برأت ظاہر کرتا ہوں اور یہ جو مسلمانوں نے شکست کھائی ان کی طرف سے معذرت پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ مجھے احد سے ورے جنّت کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے یہ کہا اور مشرکین سے بھڑ گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے شہادت کے بعد دیکھا گیا تو ان کے جسم میں تلواروں اور نیزوں کے اسی سے کچھ اوپر زخم تھے، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (مؤمنین میں سے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنا عہد پورا کر دکھایا، جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا) حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سمجھتے تھے کہ یہ آیت حضرت انس بن نضر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ (ذکر السیوطی فی الدر المنثور ج ۵ ص ۱۹۱ وعزاہ الی الترمذی والنسائی والبیہقی فی الدلائل ورواہ البخاری مختصرا ج ۲ ص ۷۰۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد سے فارغ ہوئے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر آپ کا گزر ہوا آپ نے ان کو مقتول پڑا ہوا دیکھا اور آیت رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ تلاوت فرمائی۔

(در منثور ج ۱ ص ۱۹۱ عن الحاکم والبیہقی فی الدلائل)

○ **فرمایا:** سچ اور جھوٹ اقوال میں منحصر نہیں، اعمال و احوال اور لباس اور دعاوی عزائم ان سب میں سچ اور جھوٹ کی شان پیدا ہو جاتی ہے ہر مؤمن بندہ اپنی نگرانی کرے اور سچ ہی کو اختیار کرے اور ہر طرح کے جھوٹ سے بچے۔

جو شخص عالم نہ ہو طرز گفتگو سے ظاہر نہ کرے کہ میں عالم ہوں۔ اگر کوئی شخص عالم بھی ہو اور مسئلہ معلوم نہ ہو تو اٹکل سے مسئلہ نہ بتائے کیونکہ اس میں اس کا دعوی ہے

کہ میں جانتا ہوں اور یہ دعوی جھوٹا ہے پھر اٹکل سے بتانے میں غلطی ہو جاتی ہے اس میں اپنا بھی نقصان ہے اور سوال کرنے والے کو بھی دھوکہ دینا ہے اور گمراہ کرنا ہے۔

○ **فرمایا:** اگر کسی کے پاس مال یا علم و عمل کا کمال نہ ہو تو اپنی حقیقی حالت کے خلاف ظاہر نہ کرے کیونکہ یہ صدق و سچائی کے خلاف ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ایک سوکن ہے اگر میں جھوٹ موٹ (اسے جلانے کے لئے) یوں کہہ دوں کہ شوہر نے مجھے یہ یہ کچھ دیا ہے اور حقیقت میں نہ دیا ہو تو کیا اس میں کچھ گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَالَمْ یُعْطَ کَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۸۱ از بخاری و مسلم)

کہ جس شخص نے جھوٹ موٹ یہ ظاہر کیا کہ مجھے یہ یہ چیز دی گئی ہے حالانکہ وہ اسے نہیں دی گئی اس کی ایسی مثال ہے۔ جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہن لئے۔ (یعنی سر سے پاؤں تک وہ جھوٹا ہی جھوٹا ہو گیا) اس حدیث کا مفہوم بہت عام ہے ہر قسم کے جھوٹے دعویداروں کو شامل ہے۔

○ **فرمایا:** حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جانوں کی طرف سے مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنّت کی ضمانت دیتا ہوں۔ ① جب بولو تو سچ بولو ② وعدوں کو پورا کرو ③ جو امانتیں تمہارے پاس رکھی جائیں انہیں ادا کرو ④ اپنی شرم کی جگہوں کی حفاظت کرو ⑤ اپنی نظر کو نیچا کرو ⑥ اپنے ہاتھوں کو (ظلم اور زیادتی سے) بچائے رکھو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۵)

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میری والدہ نے مجھے بلایا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے میری والدہ نے کہا آ میں تجھے دے رہی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اسے کیا چیز دینے کا ارادہ کیا تھا انہوں نے کہا

کہ میں نے کھجور دینے کا ارادہ کیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو اسے کچھ بھی نہ دیتی تیرے اعمال نامہ میں ایک جھوٹ لکھا جاتا (مشکوۃ المصابیح) اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو راضی کرنے کے لئے بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں ان سے جو وعدہ کریں وہ بھی سچا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سچ کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور بے شک نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور انسان برابر سچ اختیار کرتا ہے اور سچ ہی پر عمل کرنے کی فکر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدیق (بہت سچا) لکھ دیا جاتا ہے۔ اور ایک آدمی ایسا ہوتا ہے کہ جھوٹ کو اختیار کرتا ہے اور جھوٹ ہی کے لئے فکر مند رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک کذاب (بہت جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔ (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تیرے اندر چار خصلتیں ہوں تو ساری دنیا تجھ سے جاتی رہے تو کوئی ڈر نہیں۔ ① امانت کی حفاظت ② بات کی سچائی ③ اخلاق کی خوبی ④ لقمہ کی پاکیزگی۔ (مشکوۃ المصابیح ص۴۴۵)

○ **فرمایا:** صادقین اور صالحین کی مصاحبت کی بھی ضرورت ہے اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے صادقین اور صالحین کی مصاحبت کی فکر کریں ان کے ساتھ رہیں اور ان کی کتابیں پڑھیں کتاب بھی بہترین ساتھی ہے مگر کتاب معتبر ہو اچھائی سکھاتی ہو اور معتبر علماء کی لکھی ہو، سورۂ توبہ میں فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ) حضرات مفسرین کرام نے اس کا ایک معنیٰ تو یہ لکھا ہے کہ کونوا امثلھم فی الصدق کہ جو سچے لوگ ہیں انہی کی طرح ہو جاؤ یعنی ایمان اور اعمال و اقوال میں صدق کو اختیار کرو اور صادقین کی راہ پر چلو اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ جو ظاہری الفاظ سے متبادل ہو رہا ہے وہ یہ

ہے کہ صادقین کی صحبت اختیار کرو۔

جو اچھوں کی صحبت اٹھائے گا اس میں خوبی پیدا ہوگی اور جو بروں کی صحبت میں رہے گا اس میں برائیاں آتی چلی جائیں گی اور اس کا نفس انہی برائیوں سے مانوس ہوجائے گا اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لا تصاحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامک الا تقی صرف مؤمن کی صحبت اختیار کر اور تیرا کھانا (یعنی طعام ضیافت) متقی کے سوا کوئی نہ کھائے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے سو تم میں سے ہر شخص غور کرے کہ اس کی دوستی کس سے ہے؟ اگر اچھے لوگوں سے دوستی ہے تو وہ اچھا ہے اگر برے لوگوں سے دوستی ہے تو سمجھ لے کہ برا آدمی ہے۔ (رواہ الترمذی)

پس ہر شخص کو معاشرت کے لئے اٹھنے بیٹھنے کے لئے، مسافرت کے لئے اور مصاحبت کے لئے اور مجالست کے لئے صادقین کی صحبت اختیار کرنا لازم ہے۔ جیسے ساتھی ہوں گے ویسا ہی خود ہوجائے گا اور یہ ایسی چیز ہے جس کا عموماً مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ سچوں کے ساتھ ہونے میں تقویٰ کی صفت سے بھی متصف ہوں گے کیونکہ تقویٰ کا حکم دینے کے بعد سچوں کے ساتھ ہونے کا حکم دیا ہے۔

سورۂ مائدہ میں فرمایا:

﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ط لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ط رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ط﴾

"اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا

ہونا ان کے کام آئے گا ان کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔"

سچائی اختیار کرنے والوں کو بہت بڑی خوشخبری ہے، جعلنا اللّٰہ من الصدقین۔

تکبر کی وباء اور وبال

○ **فرمایا:** تکبر بری بلا ہے، یہی ابلیس کے ملعون ہونے کا سبب بنا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾

"کہ بلاشک اللہ دوست نہیں رکھتا اس شخص کو جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور شیخی کی باتیں کرے۔"

اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو حقیر جانتے ہیں فخر، کبر اور نخوت کے نشے میں بھرے رہتے ہیں، لفظ مختال، خیلاء سے ماخوذ ہے اور باب افتعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ یہ لفظ اپنے کو بڑا سمجھنے، اترانے۔ آپے میں پھولے نہ سمانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اپنے کو بڑا سمجھنا یہ دل کا بہت بڑا روگ ہے اور اکثر گناہ اسی وجہ سے ہوتے ہیں۔ شہرت کا طالب ہونا، اعمال میں ریا کاری کرنا، بیاہ شادی میں دنیاداری کی رسمیں برتنا اور یہ خیال کرنا کہ ایسا نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے، یہ سب تکبر ہے۔

○ **فرمایا:** ناحق پر اصرار کرنا حق کو ٹھکرانا، غلط بات کہہ کر غلطی واضح ہو جانے پر حق قبول نہ کرنا، شریعت پر چلنے میں خفت محسوس کرنا۔ گناہوں کو اس لئے نہ چھوڑنا کہ معاشرہ والے کیا کہیں گے۔ یہ سب تکبر سے پیدا ہونے والی چیزیں ہیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، جوتا اچھا ہو کیا یہ

تکبر ہے؟ فرمایا۔ اللہ جلّ شانہٗ جمیل ہے جمال کو پسند فرماتا ہے، تکبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرائے اور لوگوں کو حقیر جانے۔ (رواہ مسلم ج ا ص ۶۵)

مختال کی مذمت کے ساتھ فخور کی مذمت بھی فرمائی ہے۔ لفظ فخور فخر سے ماخوذ ہے شیخی بگھارنا اپنی جھوٹی سچی تعریفیں کرنا، لفظ فخر اس سب کو شامل ہے۔ بہت سے لوگوں کو یہ مرض بھی ہوتا ہے کہ مال یا علم یا عہدہ کی وجہ سے نشہ میں چور رہتے ہیں۔ شیخی بگھارتے ہیں، اور فخر کرتے ہیں۔ ان کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ ان کے پاس جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اور یہ کہ وہ اللہ کے عاجز بندے ہیں۔ جو کچھ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں اس انداز میں لوگوں کے سامنے ان کا مظاہرہ کرتے ہیں جیسے ان کے حاصل ہونے میں ان کا کمال شامل ہے اور جن کے پاس وہ چیزیں نہیں ان سے اپنے کو بلند اور برتر سمجھتے ہیں اور اپنے خالق و مالک کو بھول جاتے ہیں، اس نے جس کو دیا ہے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اور جس کو نہیں دیا اس میں اس کی حکمت ہے، بندہ کا مقام یہ ہے کہ اپنے کو عاجز سمجھے اور شکر گزار رہے۔ اور اللہ کے دوسرے بندوں کو حقیر نہ سمجھے۔

○ **فرمایا:** ٹخنوں سے نیچے کپڑا پہننا بھی بہت زیادہ رواج پذیر ہے، حدیث شریف میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھے گا۔ (رواہ البخاری ص ۸۶۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مؤمن کا تہبد آدھی پنڈلیوں تک ہونا چاہئے (اور) اس پر کوئی گناہ نہیں کہ آدھی پنڈلیوں اور ٹخنوں کے درمیان ہو۔ اور جو اس کے نیچے ہو وہ دوزخ میں لے جانے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا جس نے اپنا تہبد اتراتے ہوئے گھسیٹا۔ (رواہ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۰)

کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کا گناہ صرف تہمد ہی میں نہیں، بلکہ دوسرے کپڑوں میں بھی ہے۔ کرتا، عمامہ، پائجامہ کو اگر کوئی ٹخنوں سے نیچے لٹکالے تو یہ بھی اسی ممانعت میں شامل ہیں قال النبی ﷺ الا سبال فی الازار والقمیص والعمامة من جر منھا شیئا خیلاء لم ینظر اللّٰہ الیہ یوم القیامة۔ (رواہ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۰)

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے جو نصیحتیں فرمائیں ان میں سے یہ بھی ہے اِیَّاكَ وَاِسْبَالَ الازار فَاِنَّھَا من المخیلَةِ وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُخِیْلَةَ (کہ تہمد کو لٹکانے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔ (رواہ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۸)

آنحضرت ﷺ نے اِنَّھَامِنَ الْمُخِیْلَةِ فرما کر ان لوگوں کی بات کی تردید فرمادی جو ٹخنوں سے نیچا کپڑا پہنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تکبر کی وجہ سے نہیں پہنتے جو لوگ ٹخنوں سے نیچا کپڑا پہنتے ہیں اگر اونچا کپڑا پہن لیں تو اس میں اپنی اہانت سمجھتے ہیں اور جو لوگ اونچا کپڑا پہنتے ہیں ان کو حقیر جانتے ہیں یہی تو تکبر ہے یہ لوگ کسی بھی طرح آدھی پنڈلی تک تہمد باندھ کر بازار میں جاکر دکھادیں دیکھو نفس گوارا کرتا ہے یا نہیں؟ سابقہ امتوں میں سے ایک شخص کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تکبر سے اپنے تہمد کو گھسیٹتا ہوا جارہا تھا لہٰذا اس کو زمین میں دھنسادیا گیا۔ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔ (رواہ البخاری ج ۲ ص ۸۶۱)

○ **فرمایا:** کہیں لوگوں نے یہ حدیث سن لی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کی لنگی نیچے ہوجاتی تھی اس کو لوگوں نے پائجامہ تہمد اور دوسرے لباسوں کے ٹخنے سے نیچے پہننے کے جواز کی دلیل بنالی، یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اتباع کرتے ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا صریح ارشاد (کہ جو کپڑا ٹخنے سے نیچا ہو وہ دوزخ میں جانے کا ذریعہ ہے۔ (رواہ البخاری عن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعًا)) چھوڑ کر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنے کا کیا جواز ہے؟ پھر کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کے لئے یہی ایک کام رہ گیا ہے؟ انہوں نے تو اللہ کی راہ میں سارا مال خرچ کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر پیش کردیا تھا آپ تو ۴۰/۱ ابھی زکوٰۃ خرچ کرنے کو تیار نہیں، نیز حدیث شریف میں یوں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تکبر کے طور پر اپنا کپڑا گھسیٹتا ہوا چلے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) سے نہ دیکھے گا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اِزَارِیْ یَسْتَرْخِیْ اِلاَّ اَنْ اَتَعَاهَدَهٗ کہ میرا تہمد ڈھیلا ہوکر نیچے ہوجاتا ہے ہاں میں اگر اس کا خاص اہتمام کروں تو نہیں ہوتا تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّكَ لَسْتَ مِمَّنْ یَفْعَلُهٗ خُیَلاَءِ کہ تم ان میں سے نہیں ہو کہ جو اس کام کو ازراہ تکبر کرتے ہیں (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۷۶)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تہمد اونچا باندھتے تھے کبھی بے دھیانی میں سرک جاتا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں تصریح فرمادی اور گواہی دے دی کہ تم ان میں سے نہیں ہو جو اس کام کو تکبر کی وجہ سے کرتے ہیں اب وہ لوگ اپنے ظلم کی خود ہی داد دیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اتباع کا دعوی کرتے ہیں قصداً کپڑا خریدتے وقت یہ سوچ کر خریدتے ہیں کہ ٹخنہ سے نیچا سلوانا ہے پھر درزی کے پاس ٹخنے سے نیچا سلوانے کے لئے ناپ دیتے ہیں پھر قصداً ٹخنے سے نیچا پہنتے ہیں اور اور اونچا پہننے میں کسر شان سمجھتے ہیں ان کا یہ سارا عمل اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کے تہمد کا بے دھیانی میں لٹک جانا کیا ایک ہی بات ہے؟ ایسی بے تکی باتوں سے کیا گناہ کرنا حلال ہوجائے گا؟ انسان گناہ کو گناہ سمجھ کر کرے تو توبہ کی توفیق بھی ہوجاتی ہے لیکن اینچ پینچ کرکے اسے حلال ہی سمجھ لے تو گناہ گار ہی مرتا ہے۔

○ **فرمایا:** ہمارے ایک دوست نے پتلون پہننا چھوڑ دیا پرانے پتلون رکھے ہوئے تھے وہ مجھ سے کہنے لگے کہ ان کا کیا کروں میں نے کہا کٹوا کر ٹخنوں سے اونچی کرلو اور

اس کے بعد پہنو اور پہنتے وقت آگے پیچھے کرتے کا دامن بھی ڈھک لینا یہ سن کر وہ ہنس پڑے ان کی ہنسی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ جب ٹخنے سے نیچے نہ رہا اور کرتے کا دامن بھی ڈھک گیا تو وہ پتلون ہی کہاں رہا؟ پتلون کا تو مقصد ہی اترانا اور دھڑ کو چمکانا اور ابھرا ہوا دکھانا ہے۔

○ **فرمایا:** مسلمانوں کو کیا مصیبت ہے کہ لباس اور وضع قطع میں اسلام کا طریقہ چھوڑیں اور کافروں کی وضع قطع اور سج دھج اختیار کریں ہمارا دین علیحدہ ہے دشمنوں کا دین علیحدہ ہے دشمنان اسلام کا طریقہ ہم سے مختلف ہے ان کے یہاں تو دو چار تصورات و توہمات کے علاوہ دین ہے ہی نہیں، ہمارا دین کامل ہے مکمّل ہے جامع ہے زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے لہٰذا ہمیں اپنے دشمن کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھنے اور ان کا جیسا بننے کی کیا ضرورت ہے؟ کیسی بے غیرتی ہے کہ وہ ہماری وضع قطع اور لباس اور معاشرت اختیار کرنے کو تیار نہیں ہیں اور ہمارے فیشن کے دلدادہ بھائی ان کے سانچے میں ڈھل رہے ہیں قرآن مجید میں فرمایا ہے وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (اور ان لوگوں کی طرف مائل نہ ہو جاؤ جنہوں نے ظلم کیا ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ پکڑ لے گی)۔ (سورۂ ہود)

○ **فرمایا:** تکبر بڑا بننے کا نام ہے اس کی سزا بھی ذلت والی ہے "حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تکبر والوں کا حشر قیامت کے دن چیونٹیوں کی طرح ہوگا (جسم چیونٹیوں کے برابر ہوں گے اور) صورتیں انسانوں کی ہوں گی ہر طرف سے ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی ان کو دوزخ کے جیل خانہ کی طرف چلایا جائے گا جس کا نام بولس ہے ان پر آگوں کو جلانے والی آگ چڑھی ہوگی ان کو دوزخیوں کے جسم کا نچوڑ پلایا جائے گا، (جس کا نام) طینۃ الخبال ہے"۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۲ از ترمذی)

شیطان کی شرارتیں ایک نظر میں

○ **فرمایا:** کہ ابلیس جب مردود ہوگیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم کھا کر کہا کہ میں انسانوں کو ضرور ضرور بہکاؤں گا (قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ) لہٰذا وہ کوئی چھپا ہوا دشمن نہیں ہے اس نے اپنی دشمنی کا اعلان کیا اور قرآن مجید میں جگہ جگہ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ فرمایا ہے یعنی شیطان کے بارے میں بتایا ہے کہ بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، شیطان اپنی بات کا پورا ہے انسانوں کو بہکانے اور گمراہ کرنے اور طرح طرح سے تکلیف پہنچانے کے لئے وہ خود اور اس کی ذریت انسانوں کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ اور خاص کر مسلمانوں کو راہ حق سے ہٹانے اور ان کی عبادتیں خراب کرنے اور تکلیف پہنچانے میں مشغول رہتے ہیں، لیکن انسانوں پر تعجب ہے کہ شیطان کو دشمن بھی کہتے ہیں اور اس کی بات بھی مانتے ہیں۔

○ **فرمایا:** کافروں کے بارے میں شیطان کی یہ کوشش رہتی ہے کہ وہ کفر وشرک پر جمے رہیں اور اہل ایمان کا بہت پیچھا کرتا ہے، اور انہیں طرح طرح سے ستاتا ہے، ایمانیات اور اعتقادیات میں شک ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، طرح طرح سے وسوسے لاتا ہے وضو میں شک ڈالتا ہے نماز میں آکر وسوسے ڈالتا ہے اور وہ چیزیں یاد دلاتا ہے جو اس وقت یاد آنے والی نہیں ہوتی ہیں جس سے نمازی قرات ہی بھول جاتا ہے اور رکعتوں کی تعداد یاد نہیں رہتی، ان سب چیزوں کا علاج یہ ہے کہ جیسے بھی کوئی وسوسہ آئے اسے وہیں چھوڑ دے اور آگے نہ بڑھائے، اگر آگے بڑھاتا رہا تو مصیبت میں

پڑے گا۔ وساوس شیطانیہ کی ایسی مثال ہے جیسے بھیڑوں کا چھتہ ہو اس کو چھیڑ دو تو پھر بھیڑیں لپٹ جاتی ہیں اور پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس شیطان آئے گا اور وہ یوں کہے گا کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا اور فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ سوال اٹھاتے اٹھاتے وہ کہے گا تیرے رب کو کس نے پیدا کیا۔ تو جب یہاں پہنچ جائے تو اللہ کی پناہ لے اور وہیں رک جائے (مشکوٰۃ المصابیح صہ ۱۸ از بخاری و مسلم) (پناہ لینے کا معنی یہ ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے) اور بعض روایات میں ہے کہ بائیں طرف کو تین بار تھتکار دے (مشکوٰۃ صہ ۱۹ از ابوداؤد) یہ ایمانیات میں وسوسہ ڈالنے کی ایک مثال ہے اور اس کا علاج یہ بتایا کہ وہیں رک جائے اور اعوذ باللہ آخر تک پڑھ لے۔

شیطان کی کوشش رہتی ہے کہ انسان اول تو ایمان قبول نہ کرے پھر ایمان قبول کر لیا تو ایمانیات میں وسوسے ڈالتا ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے دلوں میں ایسی باتیں آتی ہیں کہ ان کو زبان پر لانے سے اس بات کو بہتر سمجھتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کیا واقعی تم نے ایسا محسوس کیا ہے؟ عرض کیا ہاں! آپ نے فرمایا یہ خالص ایمان ہے (مشکوٰۃ صہ ۱۸ از مسلم) (کیونکہ شیطان ایمان کا ڈاکو ہے اور چور وہیں ڈاکہ ڈالتا ہے جہاں مال ہوتا ہے) اس لئے ایمان کی دولت سے محروم کرنے کے لئے شیطان وسوسے لاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات (علم و قدرت وغیرہ کے بارے میں طرح طرح کے سوالات اٹھاتا ہے جب کہ ان سوالات اور ان کے جوابات پر ایمان موقوف نہیں پھر جب مبتلی بہ ان سوالات کے جوابات نہیں دے پاتا تو شیطان کہتا ہے تو تو کافر ہو گیا، لہٰذا سارے وسوسے اور خیالات وہیں چھوڑ دے، اور شیطان سے کہہ دے کہ بھاگ تو تو خود کافر ہے تجھے میرے اسلام کی کیا فکر پڑی۔ اگر شیطان کے ساتھ ساتھ چلتا رہے اور اس کے شکوک و شبہات طاور وسوسوں کا ساتھ دیتا رہے تو وہ قبضہ کر لے گا۔

سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا ہے اِنَّمَا سُلْطَانُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ (شیطان کا غلبہ انہی لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں) شیطان کے وسوسوں کا ساتھ دینا، اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہنا، اس کے بہکانے پھسلانے اور توجہ دلانے سے گناہ کرتے رہنا یہ سب شیطان کی دوستی ہے۔

جتنی زیادہ شیطان سے دوستی ہوگی اسی قدر خیر سے محرومی ہوگی جن کی دوستی بہت زیادہ ہے وہ مشرک اور کافر ہوتے ہیں۔ اور جن کی دوستی حدود کفر میں لے جانے والی نہیں وہ دوستی کے بقدر فاسق ہوتے ہیں، شیطان کی یہ بھی کوشش رہتی ہے کہ بندے گناہ کریں اور توبہ نہ کرنے پائیں وہ گناہ کراتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ابھی تو بہت بڑی زندگی پڑی ہے۔ بڑھاپے میں توبہ کرلینا، شیطان کی بات ماننا نادانی ہے موت کا پتہ کس کو ہے؟ کیا ضروری ہے بڑھاپے تک زندہ رہیں گے، موت تو بچے اور جوان کو بھی آجاتی ہے اور اچانک آجاتی ہے، دشمن کی بات ماننا اور توبہ کو بڑھاپے پر موقوف رکھنا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔

○ **فرمایا:** جو لوگ نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے شیطان نے ایک اور حربہ نکالا ہے اور وہ یہ کہ بدعتیں جاری کروا دیتا ہے لوگ چونکہ بدعت کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اس لئے انہیں گناہ نہیں سمجھتے لہٰذا توبہ بھی نہیں کرتے۔ ایک حدیث میں ہے کہ شیطان نے کہا کہ میں نے لوگوں کو گناہ کروا کے ہلاک کیا تو انہوں نے مجھے استغفار کے ذریعہ ہلاک کر دیا (یعنی جب میں نے گناہ کروا دیئے تو انہوں نے توبہ کر لی، لہٰذا میری محنت بے کار گئی) جب میں نے یہ دیکھا تو ان کے لئے ایسی چیزیں نکال دیں جو ان کی خواہشات کی اپنی تراشیدہ چیزیں ہیں، میں نے انہیں ان کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ثواب کے کام ہیں۔ لہٰذا استغفار نہیں کرتے۔

(الترغیب والترہیب ج ا ص ۸۷)

○ **فرمایا:** شیطان نمازی کی نماز خراب کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے رکعتوں میں بھول ہو جائے تو اس کا طریقہ حدیث شریف میں بتادیا کہ غلبہ ظن پر عمل کرے۔ اگر کسی طرف گمان غالب نہ ہو تو یقین یعنی اقل پر عمل کرلے۔ مثلاً دو اور تین رکعت پر شک ہو تو دو رکعت سمجھے اور ہر اس رکعت پر بیٹھے جس کے دو یا چار ہونے کا احتمال ہو اور آخر میں سجدہ سہو کرلے، اس سجدہ سہو کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی رکعت زیادہ ہو گئی ہو گی تو یہ دو سجدے مل کر ایک رکعت کے قائم مقام ہو کر پوری زائد دو رکعتوں کا ثواب مل جائے گا۔ اور اگر رکعتیں پوری ہو چکی ہوں گی (اصل رکعت سے کوئی رکعت زائد نہ ہوئی ہوگی) تو سہو کے یہ دونوں سجدے شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے ہوں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۲ از مسلم)

رکعتوں کی تعداد بھلانے کے علاوہ بھی شیطان نماز خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے قرأت بھی بھلاتا ہے یہ بھی وسوسہ ڈالتا ہے کہ تکبیر تحریمہ نہیں کہی اور سورۂ فاتحہ چھوٹ گئی یا اس کے بعد کی سورت رہ گئی وغیرہ وغیرہ اگر اس بات کا یقین ہو کہ واقعی کوئی چیز رہ گئی ہے تو فقہاء نے اس کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس پر عمل کرلیں اور وہم وسوسہ کو دخل نہ دیں آگے بڑھیں اور شیطان سے کہہ دیں کہ اچھا چل میری نماز نہیں ہوئی — مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت قاسم بن محمد سے ایک شخص نے سوال کیا کہ مجھے نماز میں بہت وہم ہوتا ہے انہوں نے فرمایا کہ تم نماز پڑھتے چلے جاؤ اور اس وقت تک یہ کیفیت نہیں جائے گی جب تک کہ تم ایسا نہ کرو کہ نماز سے فارغ ہو کر یوں کہہ دو کہ ہاں میری نماز نہیں ہوئی (مشکوٰۃ ص ۱۹ از موطا مالک) جو شخص مبتلائے وساوس ہو وہ اس نصیحت پر عمل کرے، شیطان یہ بھی کوشش کرتا ہے کہ نمازی کو نماز پڑھتے ہوئے جمائی آجائے جب جمائی آتی ہے تو وہ منہ کھولتا ہے اور شیطان منہ میں داخل ہوتا ہے اور ہنستا بھی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے جمائی نہ

آنے دو اور منہ کو بند رکھو (جمائی کو روکنا کوئی حالت نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ دے کیونکہ شیطان داخل ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صہ ۴۰۶ از مسلم) اور منہ پر ہاتھ رکھ لو۔

(مشکوٰۃ المصابیح صہ ۹۰، صہ ۹۱)

آنحضرت ﷺ نے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے سے بھی منع فرمایا اور فرمایا کہ هُوَ اِخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ کہ یہ شیطان کا اچک لینا ہے کہ بندے کی نماز سے اچک لیتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صہ ۹۰ از بخاری و مسلم)

○ **فرمایا:** شیطان چاہتا ہے کہ انسان سوتا ہوا رہ جائے اور نماز کے لئے نہ اٹھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سونے لگتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا لیتا ہے (جیسے جادوگر لگاتے ہیں) ہر گرہ پر یہ دم کر لیتا ہے کہ لمبی رات ہے سو جا، پھر اگر وہ جاگ اٹھا اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اس کے بعد اگر وضو کیا تو ایک گرہ اور کھل جاتی ہے، اس کے بعد اگر نماز پڑھی تو تیسری بھی کھل جاتی ہے، اور اس کی اس حال میں صبح ہوتی ہے کہ خوب خوش و خرم ہوتا ہے نفس میں خوبی ہوتی ہے اور اگر (یہ کام نہ کئے تو اس حال میں صبح ہوتی ہے کہ اس کا نفس خبیث ہوتا ہے) اور سستی چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صہ ۱۰۸ از بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی کا ذکر ہوا کہ وہ صبح ہونے تک سوتا ہی رہا نماز کے لئے نہیں اٹھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح صہ ۱۰۹ از بخاری و مسلم)

جن حضرات کو تہجد پڑھنے کی عادت ہوتی ہے شیطان انہیں بھی سلانے کی کوشش

کرتا ہے لہٰذا ہمت کر کے شیطان کے بہلاوے پھسلاوے کو پس پشت ڈال کر جب بھی آنکھ کھلے کھڑے ہو جائیں، جب آنکھ کھلے گی تو شیطان یہ سمجھائے گا کہ ابھی دیر ہے رات باقی ہے نیند پوری کر لو۔ اس کی باتوں میں نہ آئیں اٹھ کر وضو شروع کر دیں۔

بعض بزرگوں سے ایک عجیب واقعہ سنا ہے کہ وہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دن سوتے رہ گئے، تہجد کی نماز نہیں پڑھ سکے، آئندہ رات محسوس فرمایا کہ جیسے کوئی شخص جگا رہا ہے آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں شیطان ہوں! فرمایا شیطان بھلا تہجد کے لئے جگائے؟ شیطان نے کہا کہ بات یہ ہے کہ گزشتہ رات میں آپ کو تھپکی دیتا رہا جس کی وجہ سے آپ سوتے رہ گئے اور آپ کی تہجد کی نماز ناغہ ہو گئی آپ اس کی وجہ سے رنجیدہ ہو کر اتنا روئے کہ مجھے یہ محسوس ہوا کہ آپ اگر اٹھ کر نماز پڑھ لیتے تو اس پر اتنا ثواب نہیں ملتا جتنا رونے دھونے پر مل گیا۔ لہٰذا میں نے مناسب جانا کہ آج خود ہی جگا دوں تاکہ اتنا ہی ثواب ملے جتنا تہجد پڑھنے پر ملتا تھا۔ اس سے زیادہ نہ ملے۔

○ **فرمایا:** شیطان کی یہ بھی کوشش ہوتی ہے کہ مختلف اوقات کے جو اذکار ہیں ان کو ادا نہ کرنے دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ جو بھی ان کی پابندی کر لے گا ضرور جنّت میں داخل ہو گا، پھر فرمایا کہ خبردار یہ دونوں چیزیں آسان ہیں اور ان پر عمل کرنے والے کم ہیں۔

پہلی چیز تو یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰه کہے اور دس مرتبہ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ اور دس مرتبہ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں پر گن کر فرمایا کہ یہ زبان پر (گنتی میں) ڈیڑھ سو ہیں اور ثواب کے اعتبار سے (ہر نیکی دس نیکی کے حساب سے) ہزار ہوں گی۔

دوسری چیز یہ ہے کہ جب سونے کے لئے لیٹنے لگے تو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ،

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ لے (دو چیزیں تینتیس تینتیس بار ہوں اور اللہ اکبر چونتیس بار ہوں) یہ زبان پر سو ہوئے اور ترازو میں ہزار ہوئے (نماز کے بعد اور سونے کے وقت مل کر ڈھائی ہزار ہوئے) سو تم میں سے ایسا کون شخص ہے جو رات اور دن میں ڈھائی ہزار گناہ کرتا ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم اس کی پابندی کیوں نہ کر سکیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ایک شخص نماز میں مشغول ہو گا تو اس کے پاس شیطان آئے گا اور اس سے کہے گا فلاں بات یاد کر فلاں بات یاد کر یہاں تک کہ جب نماز سے فارغ ہو گا تو ہو سکتا ہے وہ مذکورہ بالا عمل نہ کر سکے اور جب تم میں سے کوئی شخص لیٹنے کی جگہ آئے گا تو شیطان اسے سلانے کی کوشش کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ سو جائے گا۔ (مشکوٰۃ ص۲۱۱ از ترمذی وابوداؤد)

فائدہ: فرض نمازوں کے بعد تسبیحات پڑھنے کے کئی طریقے وارد ہوئے ہیں ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ تینوں چیزوں کو دس دس دفعہ پڑھ لیں یہ کم سے کم ہے بہتر وہی ہے، جو معروف ہے کہ سو مرتبہ پورے کر لیں، اگر کسی کو بہت ہی زیادہ مشغولیت ہو تو تیس دفعہ تو بھاگتے دوڑتے بھی پڑھ سکتا ہے۔

○ **فرمایا:** وضو میں بھی وسوسے آتے ہیں کہ فلاں عضو دھلنے سے رہ گیا فلاں جگہ پانی نہیں پہنچا۔ اہتمام سے تین تین مرتبہ ہر جگہ پانی پہنچا دیں۔ اس کے بعد کسی وسوسہ میں نہ پڑیں، وسوسہ کو چھوڑیں اور آگے بڑھیں، اگر شیطان کا وسوسہ مانا تو وہ آگے ہی بڑھتا ہی رہے گا اور کبھی چھٹکارا نہ ہو گا۔ عقل کو وساوس پر غالب رکھیں اور شیطان کو دھتکار دیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ وضو کا ایک شیطان ہے۔ وہ وضو کے بارے میں وسوسے ڈالنے کا کام کرتا ہے اس کا نام وَلَهَانَ ہے۔ لہٰذا تم پانی کے بارے میں وسوسے ڈالنے والے سے بچو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۷)

لفظ وَلَهَانَ حیرانی کے معنی پر دلالت کرتا ہے یہ شیطان وسوسے ڈال ڈال کر وضو کرنے والے کو حیرانی میں ڈال دیتا ہے اور وہ پریشان ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے اس شیطان کا نام وَلَهَانَ رکھا گیا ہے۔

○ **فرمایا:** حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے ملفوظات میں کہیں پڑھا ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ دارالعلوم دیوبند کے اولین شیخ الحدیث تھے۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ جب میں پاؤں دھو کر وضو سے فارغ ہو جاتا تو شیطان وسوسہ ڈالتا تھا کہ سر کا مسح رہ گیا چند مرتبہ سر کا مسح دوبارہ کر لیا، شیطان کہتا تھا کہ سر کا مسح فرض ہے مسح نہیں کیا تو وضو بھی نہیں ہوا، اور بے وضو نماز پڑھنا کفر ہے، ایک دن میں نے شیطان سے کہا کہ تجھے میرے اسلام کی فکر ہے تو کون سا مسلمان ہے جا بھاگ میں اسی وضو سے نماز پڑھوں گا۔ جب یہ کیا تو شیطان نے وسوسے ڈالنا چھوڑ دیا چونکہ شیطان بہت چالاک ہے اس لئے دینداروں کے پاس دین کے راستہ سے آتا ہے اور دینی باتیں سمجھا کر دھوکہ دیتا ہے اس کے فریب کاری سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

○ **فرمایا:** جو شخص طہارت کے بارے میں وسوسوں میں مبتلا ہو وہ شیطان کے وسوسے پر عمل نہ کرے اور مولانا یعقوب صاحبؒ نے جو عمل کیا ایسا کرے جب شیطان کہے کہ تم نے تو پاؤں بھی دھو لئے، حالانکہ فلاں فرض رہ گیا تو اس سے کہہ دے کہ تجھے کیا مطلب؟ تو جا دفع ہو جا، اور پانی کی پاکی اور ناپاکی کے بارے میں اَلْیَقِیْنُ لَایَزُوْلُ بِالشَّكِّ پر عمل کرے، یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ پانی اپنی اصل خلقت میں پاک ہے جب تک اس کے ناپاک ہونے کا ایسا یقین نہ ہو جائے کہ ناپاکی پر قسم کھا سکے تو پاک ہی سمجھتا رہے۔ کافروں اور بچوں کے ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ شیطان وسوسے ڈال کر انسانوں کو وہمی بنا دیتا ہے۔ جب اس کا نفس وہمی ہو گیا تو اب شیطان فارغ ہے۔ وہ

کوئی بھی وسوسہ نہ ڈالے تب بھی آدمی اپنے نفس کے وہموں اور وسوسوں میں مبتلا رہتا ہے۔ شیطان کو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر دور کر دے اور اس کے وسوسوں کے ساتھ نہ چلے، اور عقل کو وہم پر غالب رکھے، ورنہ ہمیشہ مصیبت پر رہے گا، مناطقہ کا قول ہے اور سچ ہے: لَوْلَا دَفْعُ الْعَقْلِ حُکْمَ الْوَھْمِ لَبَقِیَ الْاِلْتِبَاسُ دَائِمًا (اگر عقل وہم کو دفع نہ کرے تو ہمیشہ اشتباہ رہے گا)۔

○ **فرمایا:** وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یعنی سانس کے ساتھ اوپر کو لے جانا جہاں تک نرم جگہ ہے اور جھاڑنا یہ سُنّت ہے، لیکن رات کو سونے کے بعد جب بیدار ہو کر وضو کرے تو ناک کو اچھی طرح جھاڑے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص بیدار ہو کر وضو کرے تو تین بار ناک جھاڑ لے، کیونکہ شیطان اس کی ناک کے بانسہ میں رات گزارتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح ص۴۵ از بخاری و مسلم)

○ **فرمایا:** شیطان انسان کے گھروں میں رات کو رہنے اور کھانے کے لئے بھی راستہ ڈھونڈتا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے یہاں نہ رات کو رہنے کا موقع ہے نہ کھانا ملنے کا، اور جب کوئی شخص گھر میں داخل ہوا اور اس وقت اللہ کا نام نہ لیا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تمہیں یہاں رات کو رہنے کا موقع مل گیا، اور جب انسان کھانا کھانے لگا (جس نے گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیا تھا) اور اب کھاتے وقت بھی اللہ کا نام نہ لیا تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں یہاں رات گزارنے کا موقع بھی مل گیا اور رات کا کھانا بھی مل گیا۔ (مشکوۃ المصابیح ص۳۶۳ از مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے،

شیطان اسے اپنے لئے حلال کر لیتا ہے (یعنی اسے اس کھانے میں سے کھانے کا موقع مل جاتا ہے) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۶۳ از مسلم)

اس سلسلہ کا ایک عجیب واقعہ سنن ابی داؤد میں مروی ہے اور وہ یہ کہ ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اس نے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھی وہ برابر کھاتا رہا یہاں تک جب ایک ہی لقمہ رہ گیا اور وہ اسے اپنے منہ کی طرف اٹھانے لگا تو اس نے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ پڑھ لیا — اس پر نبی اکرم ﷺ کو ہنسی آگئی پھر آپ نے فرمایا کہ شیطان برابر اس کے ساتھ کھاتا رہا پھر جب اس نے اللہ کا نام لیا تو شیطان نے وہ سب کچھ قے کر دیا جو اس کے پیٹ میں تھا۔

○ **فرمایا:** جب کوئی مرد اپنی بیوی سے ہمبستر ہونے لگے تو اس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا تعلیم فرمائی:

﴿بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا﴾

ترجمہ: "میں اللہ کا نام لے کر یہ کام کرتا ہوں اے اللہ ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہم کو عطا فرمائے اس سے بھی شیطان کو دور رکھ۔"

اس دعا کے پڑھ لینے کے بعد اس وقت کی ہمبستری سے جو اولاد پیدا ہوگی شیطان اسے کبھی بھی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: اس کو ضرور پڑھنا چاہیے، کیونکہ ہمبستری کے وقت اللہ کا نام نہ لینے سے شیطان کا نطفہ بھی مرد کے نطفہ کے ساتھ اندر چلا جاتا ہے۔ (کذا فی حاشیہ الحصن)

○ **فرمایا:** شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو بنی آدم کو کوئی نہ کوئی تکلیف پہنچ جائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک چوہا چراغ کی بتی کھینچتا ہوا آیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے چٹائی پر لا کر ڈال دیا۔ جس پر آپ

تشریف فرماتھے اس کی وجہ سے ایک درہم کے برابر کچھ حصہ جل گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سونے لگو تو چراغوں کو بجھادیا کرو، کیونکہ شیطان چوہے کو یہ کام بتادیتا ہے جس سے جلنے کا حادثہ پیش آجاتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ص۳۷۴ ازابوداؤد)

○ **فرمایا:** رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص قضائے حاجت کے لئے جائے تو پردہ کرے اگر (جنگل میں ہو) پردہ کرنے کے لئے کوئی چیز نہ پائے تو یہی کرے کہ ریت کا ایک ڈھیر بنالے اور اس کی طرف پشت کر کے بیٹھ جائے کیونکہ شیطان بنی آدم کے مقاعد (یعنی شرم کی جگہوں) سے کھیلتا ہے اور جس نے ایسا کیا اچھا کیا جس نے نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔ (مشکوۃ المصابیح ص۴۳ ازابوداؤد)

یعنی جب کوئی آدمی دیکھنے والا نہیں ہے اور ریت کا ڈھیر بنا کر نہ بیٹھا تو اس میں گناہ نہیں ہے (ہاں کسی کو شیطان کا کھلونا بننا منظور ہو تو وہ جانے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنات کی آنکھوں اور بنی آدم کی شرمگاہوں کے درمیان پردہ یہ ہے کہ جب وہ قضائے حاجت کی جگہ میں داخل ہونے لگیں تو بسم اللہ کہہ لیں، (ہمارے ایک دوست نے ایک واقعہ بتایا کہ ایک شخص پر جن سوار ہو گیا جب عامل کے پاس لے گئے تو جن نے کہا اس نے ہمیں تکلیف دی بیت الخلاء جانے کی دعا پڑھ لیتا ہے تو ہم وہاں سے ہٹ جاتے اس نے دعاء نہیں پڑھی تو ہمیں تکلیف پہنچی لہٰذا ہم اسے تکلیف دے رہے ہیں)

(مشکوۃ المصابیح ص۴۳ ازترمذی)

اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ جس کے راوی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ قضائے حاجت کی جگہیں ایسی ہیں جن میں شیاطین حاضر رہتے ہیں۔ سو تم میں سے جب کوئی شخص قضائے حاجت کی جگہ میں داخل ہونے لگے تو (باہر ہی) یہ دعا پڑھ لے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

ترجمہ:(میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں خبیث جنات سے مرد ہو یا عورت)۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۳ از ابوداؤد)

○ **فرمایا:** ایک حدیث میں یوں بھی ہے کہ تم میں کوئی شخص سوراخ میں پیشاب نہ کرے (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۳ از ابوداؤد)

اس ممانعت کی وجہ علماء نے یہ بتائی ہے کہ سوراخوں میں شیطان رہتے ہیں۔ جب پیشاب اندر پہنچے گا تو وہ اندر سے نکلے گا اور پیشاب کرنے والے کو تکلیف دے گا۔

○ **فرمایا:** رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جب رات کا ابتدائی حصّہ ہو تو اپنے بچوں کو (باہر نکلنے سے) روک لو کیونکہ اس وقت شیاطین پھیل پڑتے ہیں۔ پھر جب رات کا کچھ حصّہ گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۷۲ از بخاری و مسلم)

بچوں کو شیاطین سے محفوظ رکھنے کے لئے اس نصیحت پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ شیاطین کا اثر جو بچوں پر ہو جاتا ہے اس کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ گلیوں میں جو بچے آفتاب غروب ہونے سے پہلے کھیلتے رہتے ہیں وہ غروب آفتاب کے بعد بھی اسی طرح کھیلتے رہتے ہیں شیاطین سے محفوظ رکھنے کے لئے انہیں گھروں میں نہیں بلایا جاتا ہے۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ رات کو جب لوگوں کا چلنا پھرنا ختم ہو جائے تو باہر نکلنے میں کمی کرو کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے منتشر فرما دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص۳۷۲ از شرح السنۃ)

یہ بھی بہت کام کی نصیحت ہے عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ آدھی رات ہو جانے کے بعد تنہا چلتے پھرتے ہیں۔ اگرچہ آبادی ہی میں ہوں ان کے پیچھے شیاطین لگ لیتے ہیں اور ڈرانے کی کوشش کرتے ہیں اور سفر میں تو رات کو تنہا جانے سے بالکل پرہیز

کریں۔ شیطان نے جہاں کسی کو تنہا دیکھا اس کے پیچھے لگا اور ڈرانا شروع کردیا۔ بعض ایسے واقعات سنے ہیں کہ شیاطین نے تنہا مسافر کو ڈرایا بخار چڑھ گیا جو موت کا سبب بن گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوجاتا کہ تنہا سفر کرنے میں کیا ضرر ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی سوار رات کو تنہا سفر کے لئے روانہ نہ ہوتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۳۸ از بخاری)

○ **فرمایا:** سفر میں دن کو بھی تنہا نہیں جانا چاہئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اَلرَّاكِبُ شَيْطَانٌ وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۳۹ از ابوداؤد)

ترجمہ: (ایک سوار ایک شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار جماعت ہے)۔

اس حدیث میں اکیلے ایک شخص کو بلکہ دو شخصوں کو سفر کرنے کی ممانعت فرمائی اور تین آدمیوں کو سفر میں جانے کی اجازت دی کیونکہ ایک یا دو آدمیوں پر شیطان قابو پانے کی کوشش کرتا ہے، اور تین مسافر ہوں تو وہ ایک جماعت بن جاتی ہے جس پر شیطان کا قابو نہیں چلتا اور اس میں دیگر مصلحتیں بھی ہیں۔

حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ تین آدمی سفر میں ہوں تو اپنے میں سے ایک شخص کو امیر بنالیں۔ (رواہ ابوداؤد)

○ **فرمایا:** شیطان یہ بھی چاہتا ہے کہ مسلمان آپس میں لڑتے رہیں ان میں اتفاق و اتحاد نہ ہونے پائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان بلاشبہ اس سے ناامید ہوگیا ہے کہ نماز پڑھنے والے (یعنی مسلمان) جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت کریں (اسے یقین ہے کہ جن لوگوں نے جزیرۂ عرب میں اسلام قبول کرلیا ہے وہ لوگ اسلام چھوڑ کر کفر میں واپس نہیں آئیں گے) لیکن مسلمانوں کو آپس میں لڑانے

کے لئے اس کی کوشش جاری رہے گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۹ از مسلم)

○ **فرمایا:** شیطان کی کوشش یہ بھی رہتی ہے کہ میاں بیوی میں اختلاف ہو اور طلاقیں ہوتی رہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ ابلیس پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے پھر اپنی جماعتوں کو بھیجتا ہے وہ لوگ لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں (واپس آکر وہ اسے اپنی کارگزاری سناتے ہیں) ان میں اس سے سب سے زیادہ نزدیک تر وہ ہوتا ہے جس نے فتنہ میں ڈالنے کے اعتبار سے سب سے زیادہ کام کیا ہو وہ جن کو فتنہ گری کے لئے بھیجتا ہے ان میں سے واپس آکر ایک کہتا ہے کہ میں نے ایسا ایسا کیا، ابلیس کہتا ہے تم نے کچھ بھی نہیں کیا پھر ان میں ایک آتا ہے کہتا ہے کہ میں نے ایسا فتنہ ڈالا اور (فلاں شخص کے پیچھے لگا رہا) یہاں تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کرا کے چھوڑی (یہ کارنامہ ابلیس کے نزدیک بہت بڑا کارنامہ ہے) جو شخص اپنا یہ کارنامہ بیان کرتا ہے ابلیس اسے اپنے سے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں تو نے کام کیا ہے (حضرت اعمش رضی اللہ عنہ (راوی حدیث) نے فرمایا مجھے ایسا خیال ہے کہ استاد نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ ابلیس اسے چمٹا لیتا ہے یعنی گلے لگا لیتا ہے)۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۸ از مسلم)

غصہ بھی (شیطانی ابھار) کی وجہ سے ہوتا ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسے غصہ آئے وہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھ لے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۱۳ از بخاری و مسلم)

○ **فرمایا:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گھنٹیاں (بجنے والی چیزیں) شیطان کے باجے ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس جماعت کے ساتھ فرشتے نہیں ہوتے جن میں کتا ہو یا گھنٹی ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۳۸ از صحیح مسلم)

ایک چھوٹی بچی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائی گئی اس کے پاؤں میں بجنے والی چیزیں تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کاٹ دیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۷۹)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ گھونگھروں، گھنٹیاں بجتا ہوا زیور یہ سب شیطان کی خوشی کی چیزیں ہیں، شیطان کے پاس خود تو گاجے باجے ہیں نہیں اور یہ چیزیں اسے بہت پسند ہیں، لہٰذا وہ اپنی اس محبوب و مرغوب چیز کے لئے انسانوں کو استعمال کرتا ہے، لہٰذا عورتوں بچوں کو بجنے والا زیور نہ پہنائیں، گھروں میں گھنٹیاں نہ رکھیں، جانوروں کے گلوں میں گھنٹیاں نہ ڈالیں۔ جو لوگ شیطانی اعمال کرتے ہیں، ان کو بجنے بجانے والی چیزوں سے محبّت اور رغبت ضروری ہوتی ہے اور شیطانی کاموں میں ایسی چیزوں کی بہتات ہوتی ہے، ہندوؤں کے مندروں اور یہود و نصاریٰ کے گرجوں میں خاص طور سے ایسی چیزوں کا خیال رکھا جاتا ہے، شیطان کو چونکہ یہ چیزیں پسند ہیں، اس لئے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے کہ ایسی چیزیں رکھیں اور بجائیں، مسلمانوں میں بھی جو لوگ خواہش نفس کے مطابق چلتے ہیں اور رنج و خوشی میں قرآن و حدیث کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہتے ان پر شیطان قابو پالیتا ہے، اور ان کو گانے بجانے کی چیزوں میں مشغول کر دیتا ہے، ان سے گانے گواتا ہے اور باجے بجواتا ہے اور خود بھی سنتا اور مزے لیتا ہے یہ مصیبت عام ہوگئی ہے کہ ہر وقت نفس کو خوش کرنے کے لئے ریڈیو کھولے رہتے ہیں یا ٹیپ ریکارڈ چلائے رکھتے ہیں، خصوصاً کھانے کے وقت گانا سننے کا بہت خیال کرتے ہیں تاکہ جب منہ میں لقمہ جائے تو گلے سے نیچے دھکیلنے کا کام گانے کی دھن اور سر سے ہو جائے۔

بہت سے لوگ راتوں رات جاگتے ہیں اور قوال سے گانا سنتے ہیں اور چونکہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور مدحیہ اشعار بھی ہوتے ہیں اس لئے اس محفل کی شرکت کو ثواب سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص سمجھائے اور بتائے تو اس کو کہتے ہیں کہ یہ وہابی

ہے حضور اقدس ﷺ کے نعت سننے سے منع کرتا ہے۔ حالانکہ منع کرنے والا ایسے نعتیہ اشعار کہنے اور سننے سے نہیں روکتا جو سچ ہوں اور صحیح ہوں وہ تو گانے بجانے کے آلات پر پڑھنے سے روکتا ہے اگر حضور اقدس ﷺ کی نعت سننے کا شوق ہے تو بغیر ہار مونیم اور بغیر طبلہ باجے اور بغیر ساز و سارنگی کے سنئے سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بغیر ساز و سارنگی کے نعت پڑھنے بیٹھ جائے دس پانچ آدمی سننے کے لئے جمع ہوں گے اور دس پانچ منٹ میں منتشر ہو جائیں گے، خدارا انصاف کرو کیا راتوں رات جاگنا نعت نبی (ﷺ) سننے کے لئے ہے یا نبی اکرم ﷺ کا نام گرامی استعمال کر کے نفس و شیطان کو لذیذ گانے کی حرام غذا دینے کے لئے ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

﴿اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلْبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۱۸)

"یعنی میرے رب نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ گانا بجانے کے آلات کو اور بتوں کو اور صلیب کو (جسے عیسائی پوجتے ہیں) اور جاہلیت کے کاموں کو مٹا دوں۔"

کیسی نادانی کی بات ہے کہ حضور اقدس ﷺ جن چیزوں کے مٹانے کے لئے تشریف لائے ان ہی چیزوں کو حضور اقدس ﷺ کی نعت سننے میں استعمال کرتے ہیں پھر اوپر سے ثواب کی امید بھی رکھتے ہیں نفس و شیطان نے ایسا غلبہ پایا ہے کہ قرآن و حدیث بتانے والوں کی بات ناگوار معلوم ہوتی ہے۔

احسان وسلوک کی ضرورت واہمیت اور رواجی تصوف پر تبصرہ

○ **فرمایا:** شریعت اور طریقت دو چیزیں الگ الگ نہیں ہیں، طریقت شریعت کی خادم ہے، رسول اللہ ﷺ کی صفات جو قرآن حکیم میں بیان کی گئی ہیں ان میں وَيُزَكِّيهِمْ بھی فرمایا ہے۔ اور تزکیہ نفس کا قرآن مجید میں جگہ جگہ ذکر ہے، سورۃ الاعلیٰ میں فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى اور سورۃ الشمس میں فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ان آیات سے معلوم ہوا کہ شریعت میں تزکیہ نفس کی بھی بہت زیادہ اہمیت ہے، اسی تزکیہ نفس کی محنتوں اور تدبیروں کے لئے اکابر سے بیعت ہوتے ہیں اور ان کی طرف رجوع کرتے ہیں، انسانی نفوس کا رجحان عموماً ان چیزوں کی طرف ہوتا ہے جو شریعت کے خلاف ہیں جن میں نفس کا مزہ ہے، ان رجحانات کو موڑ کر نفس کو رشد وہدایت اور خیر پر لگانے کی محنتوں کو تصوف وسلوک اور تزکیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، جن کے نفوس منجھے ہوئے ہوتے ہیں، شیطان کے مکروفریب کو جانتے ہیں جو شخص ان سے ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ نفس اور شیطان کا کاٹ بتاتے رہتے ہیں اور اس طرح سے نفس کے رذائل اور عیوب کا ازالہ ہو جاتا ہے انسانوں کے اندر تکبر ہے، حسد ہے، بغض ہے، حب دنیا ہے، آخرت سے بے فکری ہے، گناہوں سے دلچسپی ہے ان چیزوں سے نفس کو پاک کرنے کی تدبیریں مشائخ کرام بتاتے ہیں۔ جو شخص ان پر

چلتا ہے اسے تزکیۂ نفس کی نعمت حاصل ہوجاتی ہے، عیوب نفس زائل ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاق فاضلہ سے بھی نفس متصف ہوجاتا ہے، ذکر اللہ کی کثرت اور اس میں دل لگنا قرآن مجید کی تلاوت کی رغبت ہونا اور اس میں دلچسپی ہونا۔ خوش دلی سے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا تواضع سے پیش آنا نماز میں دل لگنا نماز کو اچھی بنانے کے لئے فکر مند ہونا حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے فکر مندی کی شان پیدا ہوجانا یہ چیزیں مشائخ کی خدمت میں حاضر ہونے اور اصلاح لینے سے حاصل ہوجاتی ہے، ہمارے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ سے ایک مشہور عالم نے پوچھا جو سیاسی لیڈر بھی تھے کہ یہ تصوف کیا بلا ہے: حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا اس کی ابتداء اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ہے اور انتہا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ پر ہے۔

○ **فرمایا:** سلاسل تصوف متعدد ہیں مشائخ بھی بہت ہیں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے سلسلہ میں ہمارے اکابر دیوبند ہیں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہم جو طائفہ دیوبندیہ کے اکابر ہیں یہ حضرات حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ ہی سے بیعت تھے، حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں فنائیت تھی نفس کی رگیں گھس جانے سے تواضع کی شان پیدا ہوتی ہے اور نفس کو مٹانا پڑتا ہے، ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ مکہ معظّمہ کی ایک رباط میں تشریف رکھتے تھے کوئی شخص آیا رباط کے رہنے والوں کو دو دو آنے تقسیم کر رہا تھا حضرت حاجی صاحب کو پتہ چل گیا تو نفس میں بات آئی کہ دو آنے کا کیا لینا؟ اس میں حضرت نے کبر محسوس کیا اور ابھی اپنے حجرہ تک تقسیم کرنے والا پہنچا بھی نہ تھا کہ خود سے جا کر فرمایا کہ لاؤ بھئی ہمارے دو آنے دے دو نفس کے جذبہ کبر کو توڑنے کے لئے ایسا کیا۔

○ **فرمایا:** حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کو ایک صاحب نے لکھا کہ

میں اپنے اندر تکبر محسوس کرتا ہوں، فرمایا ہر نماز کے بعد مسجد میں یہ اعلان کرو کہ بھائیو میرے اندر تکبر ہے دعا کریں کہ میرا یہ مرض چلا جائے، دراصل یہ بہت بڑا نسخہ ہے اگر ایک مرتبہ بھی اعلان کردے تو تکبر انشاء اللہ اسی وقت کافور ہوجائے گا لیکن نفس اس پر مشکل سے راضی ہوگا، ایک اور شخص نے بھی یہی شکایت لکھی کہ میرے نفس میں تکبر ہے اس کو تحریر فرمایا کہ نمازوں کے بعد مسجد سے باہر آکر نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کیا کرو، یہ تصوف کے چٹکلے ہیں جن حضرات سے اللہ تعالیٰ یہ کام لیتا ہے ان کے دلوں میں ایسی چیزیں ڈال دیتا ہے۔

○ **فرمایا:** حضرت شیخ الہندؒ حضرت گنگوہیؒ کے مرید تھے خلیفہ بھی تھے اپنی ذات کو کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے علم اور عمل اور ظاہر و باطن کی خوبیوں سے آراستہ تھے تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، ایک مرتبہ علیگڑھ تشریف لے گئے لوگوں نے کچھ بیان کرنے کے لئے عرض کیا، بیان فرمانے کے درمیان مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی تشریف لے آئے، علوم عقلیہ میں ان کی مہارت مشہور تھی، حضرت شیخ الہندؒ نے ان کو دیکھا تو اسی وقت بیٹھ گئے، بعد میں شاگردوں نے عرض کیا کہ حضرت آج ہی تو یہ بتانے کا موقع تھا کہ علماء دیوبند بھی معقولات جانتے ہیں اور علوم عقلیہ میں بھی انہیں کمال حاصل ہے فرمایا ہاں مجھے بھی یہی خیال آگیا تھا اسی لئے تو میں بیٹھ گیا اب آگے جو بیان ہوتا وہ نفس کے لئے ہوتا لہٰذا میں نے اپنی بات وہیں ختم کردی، یہ اسی طرح کا واقعہ ہے جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک کافر کو انہوں نے پچھاڑ دیا تو اس نے آپ پر تھوک دیا آپ فوراً چھوڑ کر ایک طرف ہوگئے اس نے کہا کہ یہ کیا بات ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ تو نے جب تھوکا مجھے غصہ آگیا اب آگے میں تجھے مارتا تو نفس کا حصہ ہوتا اللہ تعالیٰ کی رضا کا دھیان نہ رہتا یہ سن کر وہ شخص مسلمان ہوگیا۔

حضرت شیخ الہندؒ کا ایک اور واقعہ ہے کسی شہر میں تشریف لے گئے وہاں کے لوگوں نے بیان کرنے کی درخواست کی آپ بڑی مشکل سے راضی ہوئے ابھی بیان شروع کیا ہی تھا اور حدیث فقیہٌ واحدٌ اشدُ علَی الشَیطانِ مِن الفِ عابدٍ پڑھ کر ترجمہ کیا تھا "ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے" وہاں ایک مقامی عالم بیٹھے ہوئے تھے وہ بول پڑے کہ یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہہ رہا ہوں کہ میں عالم نہیں ہوں بیان کرنے کے لائق نہیں۔ لیکن یہ لوگ نہ مانے۔ بیان کرنے کے لئے اصرار کرتے رہے اب تو مجھے آپ کی طرف سے بھی سند مل گئی کہ میں بیان کرنے کے لائق نہیں ہوں، بیان بھی اسی وقت ختم ہو گیا بات بھی ختم ہو گئی بعد میں کسی کے گھر تشریف لے گئے صاحب خانہ نے دعوت کی تھی بطور اکرام و اعزاز صاحب خانہ نے ان عالم صاحب کو بھی بلایا تھا جنہوں نے حضرت کے ترجمہ پر اعتراض کیا تھا وہ حضرت کے قریب ہی بیٹھ گئے حضرت نے چپکے سے پوچھا مولانا کیا غلطی تھی جس پر آپ نے مجھے ٹوکا تھا انہوں نے کہا کہ آپ نے اشد کا ترجمہ "بھاری" سے کر دیا اس کا ترجمہ تو "سخت" ہے۔ اثقل کا ترجمہ بھاری کا ہے، حضرت نے فرمایا وہ جو حدیث وحی میں ہے احیانا یاتینی مثل صلصلة الجرس و هو اشد علی اس میں لفظ اشد کا کیا ترجمہ ہے یہ سن کر مولانا خاموش ہو گئے لیکن حضرت شیخ الہند نے اب بھی لوگوں سے یہ نہیں فرمایا کہ غلطی میری نہ تھی بلکہ ان کی تھی۔

○ **فرمایا:** مقصود اصلی شریعت پر چلنا ہے، شریعت کو چھوڑ کر طریقت کی کوئی حیثیت نہیں، حضرات مشائخ نے جو اصلاح نفس کے لئے کچھ تدبیریں اور طریقے تجویز کئے ہیں یہ مقاصد نہیں ہیں وسائل ہیں، بہت سے لوگ انہیں مقاصد سمجھ لیتے ہیں۔ اگر کسی نے پاس انفاس کی مشق کر لی یا بعض سلاسل کے جو اسباق ہیں پورے کر لئے لیکن فرائض و واجبات کو پامال کرتا رہا اور اس دھوکہ میں رہا کہ مجھے وصول ہو گیا

وہ نفس اور شیطان کے سخت دھوکہ میں ہے، میں بٹالہ ضلع گرداس پور میں مدرس تھا درسگاہ میں تنہا بیٹھا ہوا تھا ایک صاحب آئے مرشد اول کے بعد انہیں کسی دوسرے مرشد کی تلاش تھی پہلے سے جو انہوں نے مشق کر رکھی تھی اس کی وجہ سے ان کا قلب جاری تھا، مجھ سے کہنے لگے کہ یہ گھنٹہ جو دیوار میں لگا ہوا ہے اس کی ہر آواز سے میرے قلب میں ذکر کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں، قلبی کیفیت تو یہ تھی لیکن ان کی داڑھی کٹی ہوئی تھی میں نو عمر تھا ان کی حالت، دیکھ کر تعجب ہوا، ہمارے مشائخ چونکہ شریعت ہی کو اصل سمجھتے ہیں اور اس بنار پر اپنے منتسبین کی تربیت فرماتے ہیں اس لئے مجھے ان کے قلب جاری ہونے سے کچھ بھی عقیدت نہیں ہوئی۔

○ **فرمایا:** کہ آج کل (بعض حضرات کے یہاں سب جگہ نہیں) خلافت بھی محض اسی بنیاد پر ملنے لگی ہے کہ اذکار پورے کر لئے اور اسباق کی تکمیل کر لی اگرچہ اعمال درست نہ ہوں بینک میں کام کرنے والا بھی خلیفہ ہے حرام مال والے کی دعوت کھانے والا بھی خلیفہ ہے داڑھی کاٹنے والا بھی خلیفہ ہے پھر چونکہ ان کے پیر نے خلافت دے دی اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو ولی ہو گئے، حالانکہ شریعت کے خلاف چلنے والا ولی نہیں ہو سکتا۔

○ **فرمایا:** ہمارے دوست مولوی محمد خالد خانگڑی سلمہ نے ایک عجیب قصہ سنایا وہ یہ کہ مولانا عبداللہ بہلویؒ نے انہیں بتایا کہ حضرت مولانا فضل علی شاہ قریشیؒ کے یہاں ایک مرتبہ حاضری دی تو انہوں نے فرمایا کہ مولوی عبداللہ میری نماز سنو دیکھو میری نماز صحیح ہے یا نہیں، حکم سن کر حیرانی تو ہوئی لیکن حکم کی تعمیل کرنی پڑی، حضرت کی نماز ٹھیک نکلی لیکن مجھے اپنی نماز کی فکر ہو گئی، اور بہت سے وہ لوگ جنہیں میں خلافت دینے والا تھا ان کی نمازیں سننا شروع کر دیں ان میں بعض کی نمازیں غلط نکلیں، آدمی صوفی ہو جائے اور نماز بھی صحیح نہ ہو یہ کیا تصوف ہے؟ یہ غلطی اس لئے ہے کہ وسائل

کو مقاصد سمجھ لیا جاتا ہے، ہمارے حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ سے ایک مرتبہ ایک شخص مرید ہوا آپ نے اسے مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا کہ اپنی نماز سنائے نماز ہی تو اصل چیز ہے اور اس پر سارے اعمال کی مقبولیت کا مدار ہے، نماز نہیں تو کچھ نہیں۔

○ **فرمایا:** جب سے رواجی تصوف رہ گیا اور مقاصد نظروں سے اوجھل ہوگئے تو خالص دنیا دار بھی پیر بن گئے سلسلہ خلافت اپنی نسل میں باقی رکھنے کی بنیاد پر داڑھی منڈے بھی خلیفہ ہونے لگے، خلاف شرع لباس پہنے ہوتے ہیں خلیفہ ہیں اپنے باپ کے مریدوں میں گنے جاتے ہیں سالانہ گشت کرتے ہیں اور اموال غصب کرکے لے آتے ہیں دینے والے کا دل تلملاتا رہتا ہے اور یہ وصول کرکے لے آتے ہیں جو نہ شریعت میں جائز ہے نہ طریقت میں، یہ طریقے انہی سلسلوں میں جاری ہیں جو خالص دنیادار ہیں پیسے گھسیٹنے کے لئے پیر بنے ہوئے ہیں اور گدی باقی رکھ رکھی ہے۔

○ **فرمایا:** الحمد للہ ہمارے اکابر کے یہاں ایسے سلسلے نہیں ہیں ان کے یہاں سب کچھ شریعت ہی ہے طریقت شریعت پر ہی چلنے کے لئے ہے حضرت گنگوہیؒ کی خانقاہ اب تک موجود ہے، آپ کی وفات کو نوے سال ہو رہے ہیں لیکن گدی نہیں چلائی دوسروں کو خلافت دی اپنے بیٹے کو خلافت نہیں دی، حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے تو باقاعدہ وصیت نامہ میں لکھ دیا کہ میرا کوئی جانشین نہیں ہے۔

○ **فرمایا:** دراصل طالب دنیا کا اور طریقہ ہے اور جو طالب حق ہیں ان کی زندگی گزارنے کا طریقہ اور ہے، یعنی اس میں اللہ کی رضا مطلوب ہوتی ہے، اپنی شہرت اپنی عظمت چمکانا اپنا معتقد بنانا مقصود نہیں ہوتا، جس کے سامنے حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات عالی ہے وہ اپنے کو کچھ بھی حیثیت نہیں دے سکتا، جو مصنوعی پیر ہیں وہ تو اپنے کو سجدہ کراتے ہیں اور اپنے باپ دادوں کی قبروں کا طواف کراتے ہیں جو سراپا شرک ہے

حالانکہ شریعت و طریقت خالص اللہ کی توحید دل میں بسانے کے لئے اور اللہ کی عبادت اور اللہ کا ذکر قلوب میں رچانے کے لئے ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جب فارس کی جنگ میں شریک ہوئے تو فارس کے سپہ سالار نے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ بندوں کو اللہ کا بندہ بنادیں جو پیر اپنے کو سجدہ کراتا ہے اور اپنی عظمت قائم کراتا ہے ایسا شخص خود ہی اللہ کا مقبول بندہ نہیں دوسروں کو اللہ تک کیا پہنچائے گا۔

○ **فرمایا:** جو لوگ تصوف و سلوک سے راضی نہیں وہ کسی صاحب نسبت سے قریب ہی نہیں ہوتے تاکہ اس لائن کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہو "الناس اعداء لما جھلوا" تصوف و سلوک کے فوائد سے بے خبر ہیں اس لئے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندوی ؒ مشہور مصنف تھے شہرت میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے لگ بھگ مقام رکھتے تھے انہوں نے محسوس کیا کہ مجھے کسی مصلح کی ضرورت ہے، حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا تو ان کے متعلقین میں سے ایک بڑا حلقہ معترض ہوا بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اتنے بڑے علامہ نے ایک ملا کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے حضرت علامہ نے جواب دیا کہ علم محض سے کام نہیں چلتا علم کے ساتھ قلب منیب کی بھی ضرورت ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ ایک طرف تو علامہ کہتے ہیں اور دوسری طرف معترض ہو رہے ہیں، اس سے تو اور عبرت لینی چاہئے کہ جب اتنے بڑے علامہ کو اصلاح نفس کے لئے کسی مرشد و مصلح کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے تو کم علم کو کیونکر اس کی ضرورت نہ ہوگی۔

مدارس میں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ اساتذہ اور تلامذہ میں ذکر و فکر کی شان پیدا ہو تزکیۂ باطن، تربیت نفس، کثرت ذکر، مراقبہ و محاسبہ ہر فرد کے اندر ہونا

چاہئےان کاموں کے لئے مرشد و مربی کی ضرورت ہوتی ہے۔

○ **فرمایا:** آج کل عموماً غفلت کے ساتھ ہوتی ہے جو لوگ صاحب نسبت ہوتے ہیں ان کی دعاء سننے سے ایک خاص تاثر پیدا ہوتا ہے جو غافلوں کی دعاء سے نہیں ہوتا، جو حضرات صاحب نسبت ہیں جن کو تعلّق مع اللہ کی دولت حاصل ہے وہ کچھ نصیحت کرتے ہیں تو دل میں اترتی چلی جاتی ہے اور جن کو یہ دولت نصیب نہیں ان کے پاس صرف علم ہی علم ہے وہ بڑی بڑی تقریریں کرتے ہیں لوگ ان کی تقریریں کانوں کی عیاشی کے لئے سن لیتے ہیں دل پر کسی کے کچھ بھی اثر نہیں ہوتا یہ تجرباتی باتیں ہیں تجربہ بڑی دلیل ہے اور شاہد عدل ہے۔

○ **فرمایا:** بعض اکابر نے فرمایا کہ ایک قدم اپنے نفس پر رکھ اگلا قدم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہوگا، مطلب یہ ہے کہ وصول الی اللہ میں نفس ہی آڑے آتا ہے اگر نفس پر قابو پالیا اور اس کے کہنے سے گناہوں کو اختیار نہ کیا اور اسے سمجھا بجھا کر عبادت میں لگا لیا تو وصول آسان ہو جائے گا۔ یہی وصول ہے، جب گناہوں سے بچ گیا اور عبادات کا ذوق پیدا ہو گیا اور دوام طاعت کثرت ذکر کی نعمت حاصل ہو گئی اور نفس اخلاق طیبہ سے متحلّی اور اخلاق رذیلہ سے متخلی ہو گیا تو یہی وصول الی اللہ ہے۔

○ **فرمایا:** کبھی ایک مصرعہ کہیں پڑھا تھا یا کسی بزرگ سے سنا تھا ؏

رفتم کہ خار از پاکشم صد سالہ راہم دور شد

ترجمہ: (میں پاؤں سے کانٹا نکالنے لگا اتنی سی دیر میں سو سال کی مسافت قطع ہونے سے رہ گئی)

یہ محض ایک شاعری نہیں حقیقت ہے اعمال صالحہ کی محرومی ہونے سے یہی صورت حال پیش آتی ہے۔

اذان ہوئی وضو پہلے سے ہے مسجد کے لئے روانہ ہو گئے، سنتیں نماز کھڑی ہونے

سے پہلے پڑھ لیں پھر پوری نماز تکبیر اولی کے ساتھ پڑھ لی بڑی بڑی نیکیاں ملتی چلی گئیں، لیکن اگر اذان ہونے کے بعد دیر لگائی یہ سوچا کہ ابھی تو اذان ہوئی ہے اور ذرا بھی کسی کام میں لگا یا نیند کا جھونکا آگیا تو پھر وضو کرنے میں یا مسجد کو جانے میں یا تو سنتیں چلی جائیں گی یا تکبیر اولی چھوٹ جائے گی یا ایک دو رکعت چلی جائے گی اس سے آخرت کے عظیم ثواب سے محرومی ہو جائے گی ذرا سی سستی میں تکبیر اولی چلی جاتی ہے اور ذرا سی لایعنی بات کرنے سے ذکر اللہ چھوٹ جاتا ہے اور بہت بڑے ثواب سے محرومی ہو جاتی ہے۔

حرمین شریفین میں عموماً ہر نماز کے بعد جنازہ کی نماز ہوتی ہے اگر کسی کی فرضوں کی پہلی رکعت چلی گئی تو نماز جنازہ کی شرکت سے رہ جائے گا نماز جنازہ کا کتنا بڑا ثواب ہے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب سمجھتے ہوئے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ گیا اور نماز جنازہ پڑھنے تک اور اس کے دفن سے فارغ ہونے تک ساتھ ہی رہا تو وہ ثواب کے دو قیراط لے کر واپس ہوا، ہر ایک قیراط اتنا بڑا ہوگا جتنا احد پہاڑ ہے، جس شخص نے صرف جنازہ کی نماز پڑھی اور دفن سے پہلے واپس ہو گیا تو وہ ایک قیراط لے کر واپس ہوا (قیراط وزن کرنے کا ایک چھوٹا سا باٹ ہوتا تھا یہاں ثواب کا حصّہ مراد ہے) صرف نماز جنازہ پڑھنے تک ایک قیراط ثواب ملنے کا وعدہ فرمایا اور قیراط کو احد پہاڑ کے برابر بتایا! اتنے بڑے ثواب سے ذرا سی غفلت اور سستی کی وجہ سے محرومی ہو جاتی ہے اگر مسجد میں دو منٹ پہلے پہنچ جاتے تو فرضوں کی پوری رکعتیں مل جاتیں اور جنازہ کی نماز پڑھنے کا بھی موقع مل جاتا، کسل مندی اور سستی مسابقت الی الخیرات اور مبادرت الی الحسنات سے روکتی ہے۔

متفرقات

○ **فرمایا:** فرمایا جیسے زیادہ بولنے سے دل میں قساوت آجاتی ہے ایسے ہی ناجائز نظر ڈالنے سے ایمانی کیفیت میں فرق آجاتا ہے، اسی لئے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر نامحرم پر نظر پڑجائے تو فوراً ہٹالو، بے اختیار نظر پڑنے پر مواخذہ نہیں۔ لیکن اگر اس نظر کو باقی رکھا تو چونکہ یہ اپنے اختیار سے ہے اس لئے اس پر مواخذہ ہوگا اور یہ دوسری نظر شمار ہوگی، حدیث شریف میں ہے: لا تتبع النظرة النظرة فان لک الاولی ولیست لک الاخرة۔ (مشکوۃ المصابیح)

چونکہ بدنظری سے ایمانی کیفیت میں فرق محسوس ہونے لگتا ہے اس لئے جلد ہٹا لینا لازم ہے اور چونکہ بدنظری میں نفس ونظر کو مزہ آتا ہے اس لئے نظر کا ہٹانا شاق ہوتا ہے اور جو شخص اس شاق پر عمل کرلے اس کے لئے حلاوت کی بشارت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس شخص کی نظر کسی عورت کے حسن وجمال پر پڑگئی پھر اس نے اپنی نظر ہٹالی تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت نصیب فرمائیں گے جس کی مٹھاس محسوس کرے گا۔ (مشکوۃ المصابیح)

بدنظری میں ایمانی کیفیات کا خون ہے اور نظر بد ہٹا لینے میں تقاضہ ایمان یعنی عبادات کی مٹھاس نصیب ہوتی ہے۔

○ **فرمایا:** حکم کی تعمیل چونکہ بغیر علم کے نہیں ہوسکتی اس لئے احکام دین کا جاننا اور احکام پر عمل کرنے کے طریقے معلوم کرنا انسان کا اولین فریضہ ہے۔ احکام خداوندیہ میں عقائد بھی ہیں اور عبادات بھی، حقوق اللہ بھی اور حقوق العباد بھی، اور ہر ایک کو

ٹھیک طرح انجام دینے کے لئے علم صحیح کی ضرورت ہے جس کے اصول وفروع کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ ﷺ سے لئے گئے ہوں، جب کسی نے اپنے کو مسلمان سمجھ لیا تو اس پر فرض ہو گیا کہ اسلامی تعلیم کے مطابق اپنے عقائد درست رکھے اور اس کی ذات سے متعلق جو احکام و اعمال ہیں ان کا علم حاصل کرے، نماز روزہ ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے ان کے مسئلے اور ادائیگی کے طریقے جاننا بھی لازم ہے، وضو، غسل، اور پاک کرنے کا طریقہ، پاک وناپاک کی پہچان، اوقات نماز، اور اس قدر قرآن شریف صحیح طریقہ پر پڑھ سکنا جس سے نماز کا فرض قرات ادا ہو جائے۔ یہ چیزیں سب پر فرض ہیں اسی طرح بیوی ہے تو شوہر کا حق پہچانے اور شوہر ہے تو بیوی کا حق جانے، ماں باپ اولاد کے اور اولاد ماں باپ کے حقوق کا علم حاصل کریں حسد، بغض، کینہ، تکبر، بخل وغیرہ جو نفس انسانی کو ناپاک کرنے والی چیزیں ہیں اور شرعًا حرام ہیں ان کے حرام ہونے کا علم ہونا اور ان سے بچنے کے طریقے جاننا بھی لازم ہے۔

اسی طرح صاحب نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے اور زکوٰۃ کے متعلق مسائل کا علم بھی فرض ہے اور جو شخص مکہ معظمہ تک سواری پر اپنے خرچہ کے ساتھ جاکر آسکتا ہو اس پر حج فرض ہے اور حج کے مسائل جاننا بھی فرض ہے جو تجارت کرتا ہے اس پر تجارت کے مسائل کا علم ہونا ضروری ہے تاکہ تاجر بے خبری میں حلال کو حرام نہ کرلے۔

○ **فرمایا:** علم کے ساتھ تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ بہت سے لوگوں کو علم تو ہوتا ہے لیکن ان کا علم انہیں عمل پر نہیں ابھارتا علم بھی ہو اہل عمل کی مصاحبت بھی ہو جو خود بھی باعمل ہوں اور عمل کرنے کی ترغیب دیتے رہتے ہوں اور عمل کرنے کے طریقے بتاتے رہتے ہوں اور ایسے طریقے سمجھاتے ہوں جس سے نفس کو اعمال صالحہ پر آمادہ کیا جا سکے اور گناہوں سے باز رکھا جا سکے۔

○ **فرمایا:** جس شخص کو دین کی طرف راغب دیکھو گے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ یہی پتہ چلے گا کہ اس پر کسی اللہ والے کا سایہ پڑا ہے

خواہ صحبت اٹھائی ہو خواہ کتاب پڑھی ہو۔

○ **فرمایا:** اللہ باقی ہے باقی کے ہو جاؤ باقی رہو گے، دنیا فانی ہے اس کے طالب بنو گے تو اگر مل بھی گئی تو تھوڑی سی ملے گی اور وہ بھی فنا ہو جائے گی اور خود بھی فنا ہو جاؤ گے۔

دیکھو کتنے بادشاہ اور کتنے وزیر اور کتنے مالدار گزر گئے، ان کا نام و نشان بھی نہیں۔ ان میں جن کا خیر کے ساتھ ذکر ہے وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب تھے، جو لوگ طالب دنیا تھے اور اقتدار کا ظالمانہ استعمال کرنے والے تھے ان کا کہیں ذکر ہے تو برائی کے ساتھ۔ برائی کے ساتھ جینا اور برائی کے ساتھ مرنا اور مرنے کے بعد لعنتوں کی بوچھاڑ پڑنا یہ نہ اچھا جینا ہے نہ اچھا مرنا ہے۔

○ **فرمایا:** سورہ ملک کی ابتداء میں فرمایا ہے خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا (اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے سب سے اچھا کون ہے)۔

معلوم ہوا کہ موت بھی آزمائش ہے اور زندگی بھی، دنیا میں آ تو گئے لیکن بڑے جھمیلے ساتھ لگے ہوئے ہیں، ان میں بعض اختیاری ہیں اور بعض اضطراری، مؤمن بندہ کا کام یہ ہے کہ بقدر ضرورت دنیا حاصل کرے اور باقی وقت آخرت کے ثواب اور رفع درجات کے کاموں میں لگائے، جن لوگوں نے دنیا کمانے میں عمریں کھپائیں کیا کھایا؟ وہی دو روٹی، کیا پہنا؟ وہی دو کپڑے جو سب پہنتے ہیں، کتنی جگہ میں سوئے؟ وہی دو گز جگہ میں، ساتھ لے کر کیا گئے؟ وہی کفن کی دو چادریں!

آیا تھا وہ سکندر دنیا سے کیا لے کر گیا
خالی تھے ہاتھ دونوں جب کفن سے نکلے

○ **فرمایا:** دنیا میں رہنا تو ہے مگر آخرت کے لئے یہاں رہنے کے لئے تو نہیں

آئے، اور آنا بھی اختیاری نہیں ہے، اور جانا بھی اختیار میں نہیں ہے، اپنے اختیار میں یہ ہے کہ نیکیاں کرتے رہیں گناہوں سے بچتے رہیں اسی میں کامیابی ہے۔ ہوشیار بندے وہی ہیں جو دنیا کو مقصد نہیں بناتے، جنہوں نے اسے مقصد بنالیا انہوں نے کیا پایا؟ آخرت کے ثواب اور بلند درجات سے محروم ہوئے اور دنیا کو یوں ہی چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ حلال دنیا کی بات ہے اگر کسی نے حرام کھایا تو اس کی بدبختی بیان سے باہر ہے، جو کمایا وہ یہیں دھرا رہ گیا اور آخرت میں جو اس کا عذاب ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ کسی بزرگ نے کیسی اچھی بات کہی: حلالہا حساب و حرامہا عذاب۔

○ **فرمایا:** حدیث شریف میں ہے کہ بندہ کے قدم حساب کی جگہ سے نہیں ہٹ سکیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے:

① جوانی کہاں فنا کی، ② اپنی عمر کن کاموں میں کھپائی، ③ اپنے علم پر کیا عمل کیا، ④ مال کہاں سے کمایا اور، ⑤ کہاں خرچ کیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

معلوم ہوا کہ مال کے بارے میں دوہرا سوال ہوگا، یعنی حلال کمانا ہی میدان حساب میں کامیاب ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ یہ حساب بھی دینا ہے کہ خرچ کہاں کیا؟ گناہوں میں بیوی بچوں کے ناجائز چونچلوں میں لوگ مال خرچ کرکے انہیں اور اپنے نفس کو تو خوش کرلیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو ناراض کردیتے ہیں، انسان پہلے اللہ کا بندہ ہے بعد میں شوہر یا باپ یا کچھ اور ہے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کام کرکے نفس کو یا دوسروں کو خوش کرنا ایمانی تقاضوں کے تو خلاف ہے ہی عقل کے بھی خلاف ہے، دوسرے خوش ہوں اور ہم عذاب بھگتیں یہ کہاں کی سمجھ داری ہے؟

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کسی نے کہا کہ آپ بچوں کے لئے اپنے پیچھے کیا چھوڑ رہے ہیں؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اگر یہ صالحین ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کا انتظام کردے گا اور اگر صالحین نہ ہوئے تو مجھے ان کے لئے فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

○ **فرمایا:** حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ان سے عرض کیا مالک لا تطلب کمایطلب فلان (کیا بات ہے آپ اس طرح مال طلب نہیں کرتے، جس طرح فلاں شخص مال طلب کرتا ہے) فرمایا: انی سمعت رسول اللّٰہ ﷺ ان امامکم عقبۃ کودا لا یجوزھا المثقلون فانا ارید ان اتخفف لتلک العقیف "میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ بے شک تمہارے سامنے دشوار گزار گھاٹی ہے (یعنی حساب کی گھاٹی) بوجھ والے اس سے نہ گزر سکیں گے لہٰذا میں اس گھاٹی کے لئے ہلکا پھلکا رہنا چاہتا ہوں۔" (مشکوۃ المصابیح ص۴۴۲)

○ **فرمایا:** اولاد کے لئے مال چھوڑ کر جانا بھی اچھی بات ہے اور اس میں بھی بڑا ثواب ہے مگر مال حلال ہو اور مال سے متعلق جو دینی تقاضے ہیں، انہیں پورا کر کے گیا ہو۔ اگر بچوں کے لئے حرام مال چھوڑا تو وہ بچوں کے لئے بھی وبال ہے اور اپنے لئے بھی عذاب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ولا یترک خلف ظھرہ الا کان زادہ الی النار (اپنے پیچھے جو شخص حرام مال چھوڑ کر جائے گا وہ اس کے لئے دوزخ کا توشہ بنے گا۔) (مشکوۃ المصابیح ص۲۴۲)

○ **فرمایا:** بادشاہوں کے مظالم سے بچنے کے لئے جمہوریت کا سلسلہ جاری کیا گیا تھا اور اس کا نام عوامی حکومت رکھ دیا گیا، بہت سے لوگوں نے اس کو اسلامی طریقہ بتا دیا اور سمجھ لیا حالانکہ یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے، دیکھو حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہم کی خلافت راشدہ تھی ان حضرات کو امیر بنانے میں کوئی بھی الیکشن نہیں ہوا، پورے ملک میں تو کیا شہر مدینے کے افراد سے بھی رائے نہیں لی گئی، اصل بات یہ ہے کہ امیر و مامور عوام و خواص سب میں دینداری ہو، تقویٰ ہو، اخلاص ہو، ایک دوسرے کی خیر خواہی ہو آخرت کی فکر ہو تب ہی عوام بھی ٹھیک رہتے ہیں اور خواص بھی، حاکم بھی اور محکوم بھی، موجودہ جمہوریت اول تو اسلامی

طریقہ نہیں ہے، دوسرے الیکشن میں کھڑے ہونے والوں میں دینداری نہیں ہوتی اور نہ ووٹ دینے والوں میں، ہر شخص کو ووٹ مل جاتے ہیں خواہ بے نمازی اور فاسق و فاجر اور ظالم ہی ہو، پھر ووٹ دباؤ سے حاصل کئے جاتے ہیں بلکہ پیسوں سے خریدے جاتے ہیں غیر دیندار کو ووٹ دینا اپنی دنیا اور دین کے امور کو فاسق کے سپرد کر دینا ہے یہ کہاں کا اسلام ہے؟ اور ووٹ دینے پر پیسہ لینا یہ بھی رشوت ہے، اور اس کے علاوہ جو گنتیوں میں دھاندلی ہوتی ہے وہ اس کے علاوہ رہی، زبردستی کے جیتنے والے حکومت بنا لیتے ہیں اس کا اسلام سے کوئی بھی تعلّق نہیں، گھوم پھر کر بات وہیں آجاتی ہے کہ نہ بڑوں میں دین ہے نہ چھوٹوں میں کسی کی بھی دینی تربیت نہیں کی گئی اور آخرت کی فکر دلوں میں نہیں بٹھائی گئی۔

○ **فرمایا:** لوگ کہتے ہیں کہ اسلامی نظام قائم ہو لیکن جو کہتے ہیں خود وہ تو راضی ہوں حاکم محکوم چھوٹے بڑے مل کر چاہیں گے تب قائم ہوگا چونکہ اسلامی نظام میں بعض امور میں سختی ہے لوگوں کو اس کا نفاذ گوارا نہیں ہے نماز روزے کی حد تک تو مسلمان ہیں حدود اور قصاص جاری کرنے سے بہت سے نمازی ڈاڑھی کرتے والے بھی راضی نہیں اور وجہ اس سب کی وہی ہے کہ دینی تربیت نہیں کی گئی اسلام کے تقاضے دل میں نہیں اترے اسلامی نظام قائم ہوگا تو انفرادی زندگی میں تو خود ہی اسلام پر عمل کرنا پڑے گا اسلامی نظام قائم ہو یا نہ ہو ہر حال میں اپنی اپنی ذات سے متعلّقہ احکام پر تو ہر شخص عمل کرے تجارت میں امانت داری، قرآن و حدیث کے مطابق میراث تقسیم کرنا، یتیموں اور عورتوں کے حصہ میراث پر قابض ہونے سے پرہیز کرنا، سود نہ لینا رشوت نہ لینا غیبت نہ کرنا، رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق شکل صورت وضع قطع اختیار کرنا، جھوٹ نہ بولنا نمازوں کی پابندی کرنا، حساب کر کے زکوٰۃ صحیح مصرف میں ادا کرنا یہ سب انفرادی اعمال ہیں ہر شخص کی ذات سے متعلّق ہیں ان پر عمل کرنے

کے لئے اسلامی نظام قائم ہونے کا انتظار کیوں ہے؟

○ **فرمایا:** دشمنوں کے دباؤ میں آکر اصحاب اقتدار اسلامی نظام قائم کرنے سے جان چراتے ہیں کچھ تو دشمنوں کا دباؤ اور کچھ دشمنوں کا پروپیگنڈہ کہ اسلام میں سزائیں سخت ہیں اس سے متأثر ہو کر اسلامی نظام سے دور بھاگتے ہیں تعجب ہے کہ ان لوگوں کو چوروں اور ڈاکوؤں پر ترس آجاتا ہے کہ ہائے ہائے ڈاکوؤں کو کیسے قتل کریں اور چور کا ہاتھ کیسے کاٹیں، لیکن عوام الناس پر رحم نہیں آتا جن کے یہاں برابر چوریاں ہو رہی ہیں اور مال لوٹے جارہے ہیں بعض لوگ تو اسلامی نظام کو ظالمانہ سزاؤں کا لقب دے کر دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتے ہیں لیکن پھر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، مسلمان کسی قوم یا قبیلہ یا وطن کے رہنے والوں کا نام نہیں وہ تو دین اسلام کو پوری طرح ماننے والوں اس کے عقائد اختیار کرنے والوں اور اس کا ہر حکم تسلیم کرنے والوں کا نام ہے اور کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اسلام کے کسی حکم میں ردوبدل کردے، دشمنان اسلام نے اپنے اپنے مذاہب بدل لئے ہیں ان سے متأثر ہو کر مسلمان نام کے لوگ بھی اپنے دین کو بدلنے کے لئے تیار ہیں لیکن جو شخص اسلام کو بدلنے کھڑا ہوگا وہ اسلام سے نکل جائے گا۔

○ **فرمایا:** جن ممالک میں مسلمانوں کی حکومتیں ہیں وہاں کے ذمّہ دار ہی ان طریقوں پر حکومتیں چلاتے ہیں جو کافروں سے سیکھے ہیں کچہریوں میں کافرانہ اور ظالمانہ قوانین کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں، اسلام کے قانون کا نام آجائے تو کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اور عجیب بات ہے کہ کافرانہ اقوال اور افعال کے باوجود اس کے دعوے دار ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اسلام پر پوری طرح عمل نہ کرنا بعض احکام کو ماننا بعض کو چھوڑنا، یہ سب شیطانی حرکات ہیں، اسلام میں پورا پورا داخل ہونے کا حکم دینے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ: وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ کہ شیطان کے قدموں کے پیچھے

نہ چلو اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ انہ لکم عدو مبین کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ لوگ شیطان کو برا بھی کہتے ہیں اور اس پر لعنت بھی بھیجتے ہیں اور اس کے بتلائے ہوئے طریقوں کو بھی اختیار کرتے ہیں۔

○ **فرمایا:** جو اللہ کا نہیں ہوتا وہ کسی کا نہیں ہو سکتا جو اپنے خالق و مالک کا نہیں وہ کسی کا نہیں۔

○ **فرمایا:** جس شخص کے اندر دوسروں سے ہمدردی و خیر خواہی کا جذبہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں فرماتے۔

○ **فرمایا:** قرآن مجید تو معجزہ ہے ہی ہر ہر حدیث بھی معجزہ ہے۔ سرور عالم ﷺ امی تھے کسی سے کچھ پڑھا نہیں پھر ایسا شخص جس نے نہ پڑھا نہ لکھا پورے عالم کے انسانوں کو اس نے زندگی کے گزارنے کے آداب بتائے، اجتماعی زندگی کے اصول سکھا دیئے یہ تو کوئی پڑھا ہوا بھی نہیں بتا سکتا، ظاہر ہے کہ یہ علم آپ کو اللہ تعالیٰ شانہ، نے عطا فرمایا۔

○ **فرمایا:** حدیث کے الفاظ میں ایک نورانیت ہوتی ہے اور اہل علم کو الفاظ پڑھ کر یا سن کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ سرور عالم ﷺ کے الفاظ ہیں۔ البتہ علم صحیح اور قلب منور ہونا چاہیئے۔

○ **فرمایا:** کسی چیز کو سُنّت قرار دینے کے لئے حدیث سے اس کا ثبوت لازمی ہے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا ثبوت حدیث سے نہیں ہوتا لیکن بہت سے اہل علم بھی بلا تحقیق ان کو سُنّت لکھ دیتے ہیں۔

○ **فرمایا:** دنیا فانی ہے اصحاب دنیا بھی فانی ہیں، اللہ باقی ہے، اس کے رضا کے اعمال بھی باقی ہیں باقی کے ہو جاؤ تم بھی باقی رہو گے، مر جاؤ گے تب بھی لوگ رحمت کی دعائیں دیں گے اور آخرت میں بھی ابدالآباد دارالنعیم میں رہو گے، جن لوگوں نے

صرف دنیا ہی کو مقصود بنایا اور اہل دنیا ہی کو راضی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں موت کے بعد ان کو خیر کے ساتھ یاد نہیں کیا جاتا نہ ان کو دعائیں دی جاتی ہیں۔

○ **فرمایا:** ایک نئی نویلی دلہن نے اپنی ساس سے کہا کہ جب دردزہ ہونے لگے تو مجھے جگا دینا، ساس نے کہا دردزہ تجھے ہو اور جگاؤں میں؟ میں تجھے کیا جگاؤں گی؟ تو ہی سارے گھر کو جگا دے گی، بات یہ ہے کہ درد ہی نہیں ہے۔ اگر فرائض وواجبات کا درد ہوتا اور آخرت کی پیشی کی فکر ہوتی تو یہ گناہ گاری کی زندگی کیسے برداشت کی جاتی۔

○ **فرمایا:** موت اور قبر اور قبر کی لمبی زندگی کا دھیان کرنا لازمی ہے، یہ دنیا تو دکھ سکھ سے گزر ہی رہی ہے، کوئی بڑا ہے کوئی چھوٹا ہے کوئی گورنر ہے کوئی بادشاہ ہے، وزیر بھی ہے اور صدر بھی، بڑی بڑی جائدادوں کے مالک بھی ہیں، عالمی شہرت والی کمپنیوں کے ڈائرکٹر بھی بڑے بڑے بیرسٹر ہیں اور چیف جسٹس بھی، فلک بوس عمارتیں ہیں، قیمتی لباس ہیں، سیٹھ ہیں تجوریاں ہیں، نوٹوں کی گڈیاں ہیں، بنک بیلنس ہیں، لیکن ہر شخص کو یہ فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ موت کے وقت اور موت کے بعد میرا کیا بنے گا؟

○ **فرمایا:** دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا ہے، موت آنی ہے، سب کو جانا ہے، ہر نیک وبد اور مؤمن و کافر کو اس کا یقین ہے۔ برزخ کی زندگی کتنی بڑی ہے ذرا اس پر غور کرو، قیامت آنے تک برزخ ہی میں رہنا ہے قیامت کب آئے گی؟ اس کا پتہ کسی کو نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر آج تک ہزاروں سال گزر چکے ہیں، اس وقت سے لے کر آج تک جو لوگ اس دنیا سے گئے ہیں وہ سب برزخ ہیں میں ہیں اور آئندہ خدا جانے دنیا کی کتنی زندگی باقی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، جسے بھی موت آئی ہے یا آئندہ آئے گی وہ قیامت تک برزخ ہی کی زندگی میں رہے گا۔ دنیا کی مختصر سی زندگی اور مال و دولت اور جاہ و حشم اور عہدوں کے لئے کتنی فکر مندی اور کتنی دوڑ دھوپ ہے؟ اور برزخ و قبر میں جو طویل زندگی گزارنی ہے جو سینکڑوں سال بھی

ہو سکتی ہے اور ہزاروں سال بھی، اس کے لئے کچھ بھی فکر نہیں۔ فکر مند ہونا تو در کنار رات و دن ایسے اعمال میں مبتلا ہیں جن سے قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔ نمازیں چھوڑ رہے ہیں، روزے کھا رہے ہیں، سود لے رہے ہیں حرام آمدنی سے سب پیٹ بھر رہے ہیں، اور حرام پیسہ سے حاصل کیا ہوا لباس پہن رہے ہیں، طہارت کا ہوش نہیں، پیشاب کر کے بلا استنجاء ہی اٹھ جاتے ہیں، غیبتیں ہیں، چغلیاں ہیں، حقوق العباد اپنے سر لئے ہوئے ہیں، اور طرح طرح کے معاصی اور مظالم اور گناہوں میں مبتلا ہیں، موت اور موت کے بعد آرام سے رہنے اور عذاب سے محفوظ ہونے کے لئے نہ کوئی محنت ہے نہ عمل، نہ اپنا محاسبہ ہے نہ مراقبہ۔ صدر صاحب دنیا سے سدھارے، منصف صاحب اپنی زندگی سے ہارے، وزیر صاحب چل بسے، کوٹھیوں پر لوگ جمع ہیں، نعش پر ہوائی جہاز سے پھول برسائے جا رہے ہیں۔ اخبارات میں سیاہ کالم چھپ رہے ہیں، ریڈیو اور ٹی وی سے موت کی خبریں نشر ہو رہی ہیں، لوگ سمجھ رہے ہیں کہ ان کی موت بڑی قابل رشک ہے۔ یہ کوئی نہیں سوچتا کہ مرنے والا مؤمن ہے یا کافر، صالح ہے یا فاسق و فاجر۔ اگر کفر پر مرا ہے تو ہمیشہ کے لئے بڑے دردناک عذاب میں جا رہا ہے، قیامت تک برزخ میں مبتلائے عذاب رہے گا، پھر قیامت کے دن جو پچاس ہزار سال کا ہو گا مصیبتوں میں مبتلا ہو گا پھر دوزخ میں داخل ہو گا جس کی آگ دنیاوی آگ سے انہتر گنا زیادہ گرم ہے، اس میں سے کبھی بھی نکلنا نہ ہو گا بحکم خَالِدِیْنَ فِیھَا اَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہنا ہو گا بھلا ایسے شخص کی موت و حیات کیسے قابل رشک ہو سکتی ہے؟ یہ ہوائی جہازوں کے پھول برزخ کے مبتلائے عذاب کو کیا نفع دیں گے؟ اور اخبارات کے اداریئے نیز ٹی وی اور ریڈیو کے اعلانات برزخ میں اس کے لئے کیا فائدہ مند ہوں گے؟ خوب غور کرنے کی بات ہے۔

○ **فرمایا:** اگر مرنے والا فاسق و فاجر تھا، بے نمازی تھا، غاصب و ظالم تھا، رشوتیں

لیتا تھا ظالمانہ فیصلے کرتا تھا، حج فرض تھا مگر حج نہ کیا تھا، ہر سال زکوٰۃ فرض ہوتی تھی مگر ادا نہ کرتا تھا، رمضان کے روزے کھا جاتا تھا اور ساتھ ہی بڑے عہدوں پر فائز تھا، پارلیمنٹ کا ممبر تھا، پھر وزیر اور صدر بھی بن گیا تھا، اس کے یہ عہدے کوٹھیاں اور بنگلے، نوٹوں کے گڈے قبر میں باعث عذاب بن رہے ہیں اور صحافی لوگ ماتمی سرخیاں قائم کر کے موت کی خبریں شائع کر رہے ہیں۔ شاعر مرثیہ لکھ رہے ہیں، مرنے والا جو حرام مال آل و اولاد کے لئے چھوڑ گیا وہ اس کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہے اور دنیا والے شاباش دے رہے ہیں کہ واہ واہ خوب مال چھوڑا۔ سنگ مرمر کی قبر بنائی جا رہی ہے جو حرام مال چھوڑا ہے اس سے دیگیں پک رہی ہیں اسی حرام مال سے فقیر کھلائے جا رہے ہیں، وارثوں کو یہ ہوش نہیں کہ پکی قبر بنانا شرعاً ممنوع ہے اور حرام مال سے شرعاً ایصال ثواب نہیں ہوتا۔ کیا پکی قبر کی وجہ سے عذاب سے چھوٹ جائے گا؟ کیا حرام مال کی دیگیں کھلانے سے قبر کا عذاب ختم ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، جس نے زندگی میں اپنی قبر کا فکر نہ کیا اور موت کے بعد کے لئے نہ سوچا، بد اعمالی میں مبتلا رہا، اس کو اخباروں کے اداریئے اور شاعروں کے مرثئے اور حکومتوں کے سربراہوں کے تعزیتی پیغامات عذاب سے نہیں بچا سکتے، ہر شخص خود اپنا فکر کرے، یہی موت کے بعد کی کامیابی کا ذریعہ ہے، بے فکری وبال ہے اور باعث عذاب ہے۔

○ **فرمایا:** حدیث شریف ہے کہ (قبر تک) میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں جن میں سے دو واپس آجاتی ہیں اور ایک وہیں رہ جاتی ہے۔ (پھر اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ) میت کے ساتھ اس کے گھر والے اور اس کا مال (جنازہ کی چارپائی وغیرہ) اور اس کا عمل جاتا ہے، پھر اس کا مال اور گھر والے تو واپس ہو جاتے ہیں اور اس کا عمل ساتھ رہ جاتا ہے۔

گھر والے تو اسی دنیا میں جدا ہو گئے، قبر میں ڈال کر چلے گئے، وہ آگے کیا ساتھ دیں

گے؟ آل و اولاد کے لئے، کنبہ اور خاندان کے لئے قوم اور وطن کے لئے آدمی کیا کیا جتن کرتا ہے؟ بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے، حرام مال کماتا ہے، رشوتیں لیتا ہے، اپنی موت کی بعد کی زندگی کے لئے عذاب مول لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں کامیاب زندگی گزار رہا ہوں۔ یہ اپنی جان پر ظلم ہے، بہت بڑی غفلت ہے اور نادانی ہے بے وقوفی اور حماقت ہے۔

ہر شخص پر لازم ہے کہ موت کے بعد کے لئے عمل کرے، گناہوں کو چھوڑے، پچھلے گناہوں سے توبہ کرے، حقوق ادا کرے، فرائض وواجبات کا اہتمام کرے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے۔

○ **فرمایا:** انسان سوتا ہے اپنی آنکھوں سے لیکن قرآن مجید میں اصحاب کہف کے تذکرہ میں ان کے سونے کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا۔

اس میں فرمایا ہے کہ ہم نے ان کے کانوں پر پردہ ڈال دیا، گہری نیند سلانے کو کانوں پر پردہ ڈالنے سے تعبیر فرمایا، وجہ اس کی یہ ہے کہ سونے میں آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور کان کھلے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آنکھوں پر تو پلکوں کا پردہ فرمایا ہے لیکن کانوں پر کوئی پردہ نہیں جب سونے والے کو آواز دو تو کانوں سے آواز سن کر جاگ جاتا ہے جو سونے والا آواز نہ سنے سمجھو کہ بہت زیادہ گہری نیند میں ہے یا نیند کی بہن یعنی موت پیش آگئی ہے۔

جیسے سونے کو کانوں کی طرف منسوب فرمایا ہے اسی طرح سننا بھی آنکھوں سے ہے اسی لئے بعض اکابر نے فرمایا ہے اَلْاِسْتِمَاعُ فِی الْعَیْنَیْنِ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب بات کہنے والے کی طرف آنکھیں متوجہ رہتی ہیں تو بات پوری صحیح سننے میں آتی ہے۔ آنکھیں ہٹیں، توجہ ہٹی، بات کٹی۔

طلبہ کے لئے

○ **فرمایا:** مرغی اسم فاعل کا صیغہ ہے اور مرغا اسم مفعول کا صیغہ ہے ان کے حروف اصلی اور ترجمہ جاننے کے لئے قاموس باب الواو والیاء فصل الراء کا مطالعہ کیجئے اور ایک معنی مشکوٰۃ المصابیح ص۱۵۶ کا مطالعہ کرنے سے بھی معلوم ہو جائے گا۔

○ **فرمایا:** شاہی کا ایک معنی تو وہی ہے جو شاہ کی طرف منسوب ہے اور اہل عرب آج کل چائے کے لئے یہ کلمہ استعمال کرتے ہیں یہ شَهِيَ يَشْهٰى کا اسم فاعل بھی ہوسکتا ہے، اور قاض اور رام کی طرح یا حذف ہو کر تنوین بھی آسکتی ہے یمن کے ایک آدمی کو ابوشاہ کہتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حرم مکہ کے بارے میں کچھ احکام بیان فرمائے تو انہوں نے عرض کیا کہ یہ چیزیں مجھ لکھ دیجئے آپ نے فرمایا کہ: اکتبوا لابی شاہ۔ (صحیح ج۱ ص۴۳۹)

اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ لفظ شاہ یمن میں کہاں سے آیا؟ یہ تو فارسی کا لفظ ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یمن میں کسریٰ کی حکومت تھی، جس قوم کا اقتدار ہوتا ہے محکوم قوم میں اس کی زبان کی بہت سی لغات روایت پا جاتی ہیں اور ایک جواب یہ بھی ہوسکتا ہے (جسے سن کر بعض حضرات کو استنکار ہوگا) کہ یہ کلمۂ عربیہ یعنی شَهِيَ يَشْهٰى سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔

اب شاہین کو لے لو، شاہین کا ایک معنی تو مشہور ہے یعنی فارسی میں باز کو کہتے ہیں اور دوسرا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ شاہ کی طرف نسبت ہو جیسے بہترین اور کمترین اور تیسرا معنی

یہ ہوسکتا ہے کہ شاہٍ کی جمع ہو جیسے قاض اور قاضین اور داعٍ اور داعین۔
لفظ مشین شان یشین سے مبیعٌ کے وزن پر اسم مفعول کا صیغہ ہوسکتا ہے۔

کفار کی پیروی

○ **فرمایا:** مسلمانوں کے ملک میں اصحاب اقتدار کے نام بھی اسلامی ہیں، لیکن اسلامی نظام نافذ کرنے اور اسلامی قوانین پر چلنے میں عوام و خواص کو چلانے میں اپنی خفت محسوس کرتے ہیں اور دشمنان اسلام کے سامنے جھینپتے ہیں۔ چور اور ڈاکو دندناتے پھرتے ہیں، قتل و خون کرنے والے آزاد ہیں، دشمنوں کے قوانین پر عمل کرنے کی وجہ سے حدود و قصاص جاری نہیں کرتے۔ اب ایک شخص چوری کرتا ہے، ڈاکہ ڈالتا ہے اول تو پکڑا نہیں جاتا اگر پکڑا گیا تو بالا بالا کچھ لے دے کر چھوٹ جاتا ہے۔ اگر کیس بھی چلا تو جج صاحب نے یورپی قوانین کا سہارا لے کر اسے چھوڑ دیا۔ اگر سزا دی بھی تو تھوڑی سی جس سے چور وڈاکو پر کچھ اثر نہیں ہوتا کیونکہ یہ تو ان کی عادت بن چکی ہے اور یہ مصیبت بھی تو ہے کہ مظلوم آدمی بڑی مشکل سے کورٹ میں پہنچ سکتا ہے۔ اول تو وہ کسی وکیل کو پکڑے، اسے کیس مرتب کرنے اور کورٹ میں داخل کرنے کی فیس دے۔ پھر تاریخیں پڑنے کی مصیبت، ظالم کی ضمانت پر چھوٹ جانے کی آفت، ظالموں کے طرف دار وکیلوں کی بحث بازی یہ سب باتیں غریب مظلوم کو کورٹ تک پہنچنے کی اجازت ہی نہیں دیتی ہیں۔ اگر کسی طرح کورٹ تک کیس پہنچ بھی گیا تو مذکورہ بالا طریق کار جو کورٹ کے ماحول میں رواج پایا ہوا ہے اس کی وجہ سے مظلوم کو اپنا کیس آگے چلانے، بڑھانے، کی ہمت نہیں ہوتی لامحالہ ظالم کے حق میں ڈگری دے دی جاتی ہے، جو طرفین مال دار ہوں وہ برسوں برس کیس لڑتے رہتے ہیں، وکیلوں کو دیکھو کہ مظلوم کا کیس لینے کو بھی تیار ہیں اور ظالم کا کیس لینے کو بھی۔

○ **فرمایا:** تجارت اور کسب مال کے جو طریقے کافروں نے اپنا رکھے ہیں ان ہی طریقوں سے مسلمان روپیہ کماتے ہیں قرآن وحدیث کے احکام کو بالکل سامنے نہیں رکھتے جو چاہتے ہیں خریدتے ہیں جو چاہتے ہیں بیچتے ہیں حلال وحرام کی تمیز بالکل نہیں، صرف مال چاہئے ملکیت اور قبضہ میں مال آنے سے پہلے بھی بیچے جا رہے ہیں، سودی کاروبار بھی ہو رہا ہے، خلاف شرع طریقوں پر چاندی سونے کی خرید وفروخت ہو رہی ہے۔ کاروبار میں قمار یعنی جوا بھی ہے، یہ کیا ایمان داری اور دین داری ہے؟

○ **فرمایا:** شادیوں پر نظر ڈالئے سادی شادی کرنے کا تو ارادہ ہی نہیں رہا بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم سید ہیں۔ ارے میاں تم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح ورخصتی پر تو نظر ڈالو، کیا ان کی شادی اسی طرح ہوئی تھی جیسے تم دھوم دھام سے کرتے ہو۔ صدیقی، فاروقی، عثمانی اور مسلمان کہلانے والی سب اقوام اسلام کے احکام کو شادی کے موقعہ پر بالکل پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ شادیوں میں ہندوؤں کی نقل ہو رہی ہے، ڈھول باجے بج رہے ہیں، باراتیں چڑھ رہی ہیں، سود پر قرض لئے جا رہے ہیں، ریاکاری کے لئے دعوتیں ہو رہی ہیں، دکھاوے کے لئے جہیز دیئے جا رہے ہیں، ایک ایک لڑکے اور مزدور اور خادم کے سر پر جہیز کی چیزیں جا رہی ہیں۔ قصداً بازاروں سے گزر رہے ہیں تاکہ لوگ خوب دیکھیں اور تعریف ہو۔ یہ سارے ڈھنگ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نہیں ہیں یہ باتیں کافروں سے لی گئی ہیں اور ہندوؤں سے سیکھی گئی ہیں۔ ارے مسلمانو! سنّت کا اتباع کرو اپنے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر مر مٹو، اب ملازمتوں کو دیکھ لو، پیسے کمانے کا یہ بھی ایک سلسلہ ہے۔ اگر ملازمت امانت داری اور دیانت داری کے ساتھ ہو تو روپے پیسے دنیاوی ضرورت پوری کرنے کے لئے یہ بھی ایک اچھی چیز ہے ملازم کو اس کا دھیان رکھنا چاہئے کہ پورا وقت دے، ملازمت کے وقت میں ملازمت ہی ہو۔ اگر ڈیوٹی پر موجود

رہے مگر کام نہیں کیا تو تنخواہ حلال نہ ہوگی۔ اگر صاحب دکان کے مال میں خیانت کی تو اس خیانت کا برا وبال ہوگا آخرت میں عذاب بھگتنا ہوگا اگر مستقل ملازمت نہیں مزدوری پر کام کرتے ہیں تو اس میں بھی دیانت داری سے پورا کام کرنا ہوگا۔ ہوتا یہ ہے کہ اگر کسی نے دیوار بنوانے کے لئے مزدور لگائے تو جب تک پیسے دینے والا بیٹھا کام کروا رہا ہے تو کر رہے ہیں جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو حقہ پینے لگے، سگریٹ سلگالی یہ بھی بہت بڑی خیانت ہے۔ جتنی دیر مزدوری والے کام کے علاوہ کام کیا ہو اتنے وقت کی تنخواہ حلال نہیں ہوئی۔

○ **فرمایا:** دشمنان اسلام کو بے شرمی و بے حیائی بہت محبوب اور مرغوب ہے، جب ریڈیو چلا تھا تو اس میں عشقیہ گانے آتے تھے اور سینماؤں میں بے حیائی کی فلمیں دکھائی جاتی تھیں اور وہی فلمیں بہت زیادہ پسند کی جاتی تھیں جس میں زیادہ سے زیادہ بے حیائی کا مزا آرہا ہو اور ٹی وی نے تو اب پرانی فلموں اور عشقیہ گانوں کو مات کر دیا گھر گھر ٹی وی، وی سی آر، انٹرنیٹ میں بے حیائی کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔ بوڑھے، بچے، جوان، ماں باپ، بہو، بیٹیاں، سب مل کر بے حیائی کے مظاہروں کو دیکھتے ہیں اور اس کی وجہ سے جلدی جلدی لڑکے لڑکیاں بالغ ہو رہے ہیں، ٹی وی میں بے حیائی کی چیزیں دیکھ کر لڑکے اور لڑکیاں بدنظری اور بدنفسی اور جنسی ابھار کا شکار ہو رہے ہیں اور معاشقہ کی نظریں لڑانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو کیا مصیبت ہے کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کو چھوڑیں اور بے حیائی کے رنگ میں رنگ جائیں، رواج کے راج نے دین اور دین داری کو بھلا کر رکھ دیا، مسلمان نام کے لوگ رسول پاک ﷺ کی سیرت اور آپ کے ارشادات کو نہیں دیکھتے بے شرم کافر جو عمل جاری کرتے ہیں اس میں شریک ہو کر اپنے دین و ایمان کا خون کرتے ہیں۔ اعاذنا اللّٰہ من ذکرہ مسلمان شرمیلا حیادار ہوتا ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ "الحیاء

شعبۃمن الایمان“ (کہ حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے) اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿ان الحیاء والایمان قرناء جمیعا فاذا رفع احد رفع الاخر﴾

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۳۲)

”حیاء اور ایمان دونوں ساتھ ساتھ ہیں سو جب ایک اٹھا لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے۔“

حسب فرمان سرور عالم ﷺ حیاء نہ رہے تو ایمان نہیں رہتا اور ایمان نہ رہے تو حیاء نہیں رہتی اسی لئے کافروں میں ہر طرح کی بے حیائی پائی جاتی ہے اور مسلمان نام کے لوگ جن میں سچا ایمان نہیں وہ بھی بے حیائی میں کافروں کے قدم بقدم چلتے ہیں اور بے حیائی کو اپناتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ اس میں ترقی ہے یہ تو الٹی ترقی ہے۔ ایمان کے بھی خلاف ہے اور انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حواء علیہا السلام نے جب جنّت میں اس درخت کے پھل کو کھا لیا جس سے منع کیا گیا تھا تو ان کے جسم کے کپڑے گر پڑے۔ اسی وقت دونوں نے جنّت کے پتے اپنے جسم پر لپیٹنے شروع کر دیئے۔ دیکھو دونوں میاں بیوی تھے پھر بھی بے پردگی کو گوارا نہ کیا۔

○ **فرمایا:** دشمنوں نے لباس کی وضع قطع کے جو طریقے نکالے اور ننگے پہناوے پہننا اور بنانا اور بیچنا شروع کر دیا، مسلمان نام کے لوگ بھی اسی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کی عورتیں ننگے پہناوے پہنتی ہیں، نام کے مسلمانوں نے بھی اپنی بیویوں بہوؤں بیٹیوں کو یہی پہنانا شروع کر دیا۔ سر اور چہرے کے پردہ کے تو پہلے ہی سے دشمن تھے اب عورتیں پتلون پہنے ہوئے، نیم آستین بلا آستین، کرتیاں بدن پر ڈالے ہوئے بازاروں، پارکوں میں گھوم رہی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بطور پیشن گوئی ارشاد فرمایا کہ ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی:

﴿نساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤو سهن کاسنمة البخت المائلة لا یدخلن الجنة ولا یجدن ریحها﴾
یعنی ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی۔ اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی خود مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر ایسے پھلائے ہوئے ہوں گے جیسے اونٹوں کے کوہان ہوتے ہیں۔ یہ عورتیں نہ جنّت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھیں گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

○ **فرمایا:** اب تو مردوں نے اپنا ڈھنگ ایسا بنالیا ہے کہ بد نظری کا خوب موقع مل رہا ہے ڈاڑھیاں مونڈی ہوئی ہیں، پتلون کسی ہوئی ہے، پتلونوں میں کرتے گھسے ہوئے ہیں، مٹکاتے ہوئے چلنا، فیشن اور ہنر بن گیا ہے۔ ارے مسلمانو! تم کہاں پہنچ گئے اپنے نبی کی سیرت و صورت اور شان شرم و حیا سے کیوں دور ہو رہے ہو؟ دشمنوں نے کیا گھول کر پلادیا جو سب کچھ ان ہی کا پسند ہے۔

مقصد زندگی

○ **فرمایا:** دنیا میں آئے دنیا کے لئے نہیں، آخرت بنانے اور آخرت کی کمائی کرنے کے لئے دنیا میں آنا ہوا، نہ اپنے اختیار سے آئے نہ اپنے اختیار میں جینا ہے نہ اپنے اختیار میں مرنا ہے، سورۃ الذاریات میں فرمایا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾

"اور میں نے جن اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔"

معلوم ہوا کہ انسان کا سب سے بڑا کام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگنا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَاِنَّمَا اُوْحِیَ اِلَیَّ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾

"میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں تاجروں میں سے ہو جاؤں میری طرف یہ وحی کی گئی کہ موت آنے تک اپنے رب کی عبادت کرو۔"

○ **فرمایا:** جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو گئی اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت و مالکیت کو پہچانا اور مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے تصرفات کو دیکھا خود اپنی پیدائش اور حیات اور حالات پر نظر ڈالی اور اپنی محتاجگی کا احساس ہوا اسے تو ظاہرًا و باطنًا اللہ تعالیٰ کی طرف ہی متوجہ ہونا پڑتا ہے ایسے لوگ بقدر ضرورت حلال روزی بھی کماتے ہیں لیکن توجہ اللہ

تعالیٰ کی ہی طرف رہتی ہے، سورۃ النور میں فرمایا:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ﴾

"یعنی ایسے لوگ جنہیں تجارت اور بیع اللہ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔"

ان لوگوں کی مزید تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْأَبْصَارُ﴾

"یہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہوں گے۔"

معلوم ہوا کہ دنیا کماتے ہوئے بھی دل کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور اللہ کی یاد سے دل معمور رہے، ساتھ ہی فکر آخرت بھی دامن گیر ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غافل ہونا مؤمن کا کام نہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

﴿كَانَ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ أَحْيَانِهِ﴾

"رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کو یاد کرتے تھے۔" (رواہ المسلم)

○ **فرمایا:** ذکر اللہ صرف یہی نہیں ہے کہ زبان سے ذکر کرے بلکہ زبان سے بھی ذکر کے دل میں بھی اللہ کی یاد بسائے جن اعمال اور اشغال میں لگا ہو ان میں احکام اسلامیہ کی پابندی کرے، دنیا کی محبت اور دنیا زیادہ حاصل کرنے اور جمع کرنے کی محبت، احکام شرعیہ کی پابندی نہیں کرنے دیتی، بہت سے لوگ نمازی بھی ہیں لیکن پیسہ کمانے میں حرام حلال کی تمیز نہیں کرتے جو بہت بڑا خسارہ ہے۔

○ **فرمایا:** ایک جگہ امام صاحب نے نماز پڑھائی، رکعتوں کی گنتی بھول گئے سلام

پھیر کر مقتدیوں سے پوچھا کتنی رکعت نماز ہوئی؟ حاضرین میں اختلاف ہو گیا ان میں سے ایک شخص بولا کہ جناب عالی تین رکعتیں ہوئی ہیں! امام صاحب نے دریافت کیا کہ تو یقین سے کہتا ہے کہنے لگا ہاں مجھے یقین ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ میری چار دکانیں ہیں رکعت میں ایک دکان کا حساب لگاتا ہوں ابھی تک تین دکانوں کا میں نے حساب لگایا ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ تین ہی رکعتیں ہوئی ہیں۔ دیکھو جب عین نماز میں دوکاندار کا یہ حال ہے تو خارج نماز خالص دنیا کی مشغولیت میں کیا حال ہو گا؟

○ **فرمایا:** حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اختیار دیا گیا کہ سیدھا سادھا بندہ ہو کر زندگی گزاروں یا نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی اختیار کر لوں، میں نے عرض کیا کہ یا اللہ میں بندہ ہو کر زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے بعد آپ تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے "میں کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے"۔

نیز آپ نے فرمایا کہ "اے عائشہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں" چونکہ آپ نے مالداری والی زندگی کو پسند نہیں فرمایا اس لئے آپ کے گھروں میں تین تین دنوں تک آگ نہیں جلتی تھی، فاقوں کی نوبت آجاتی تھی۔ چونکہ آپ کا فقر اختیاری تھا اس لئے بطور معجزہ بھی ہمیشہ کھانے کی چیزوں میں اضافہ نہیں ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ کو بھوک نے پریشان کیا، آپ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ یہ دونوں حضرات بھی فاقہ سے تھے۔ جن صحابی کے گھر گئے تھے وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "ما احد الیوم اکرم اضیافا منا" کہ آج مہمانوں کے اعتبار سے ہم سے بڑھ کر شرف و فضیلت کے اعتبار سے کوئی نہیں۔ صاحب خانہ نے بکری ذبح کی کھجوریں پیش

کیں، ماحضر تناول فرمانے کے بعد حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو خطاب کر کے فرمایا کہ اپنے گھروں سے بھوکے نکلے تھے اللہ جلّ شانہ، نے کھلایا نعمت عطا فرمائی اس نعمت کے بارے میں قیامت کے دن تم سے سوال ہو گا۔ (مشکوۃ المصابیح ص۳۶۸)

○ **فرمایا:** اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی کا حق واجب نہیں ہے وہ جس کو چاہے دے جتنا چاہے دے اور بندے احکام کے مکلّف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمتوں کو صحیح استعمال کریں، احکام شریعہ کے مطابق خرچ کریں، اسراف بھی نہ ہو تقتیر (کنجوسی) بھی نہ ہو، حلال چیزیں کھائیں، اپنے اوپر اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کریں، دیگر اقرباء اور مساکین پر بھی خرچ کریں، لیکن سب کچھ اللہ کے لئے ہو ریا کاری، دکھلاوا، شہرت طلبی، تعریف کی امید نہ ہو۔

○ **فرمایا:** کھانے پینے کے علاوہ تیسری اہم ضرورت کپڑا پہننے کی ہے اس کے بارے میں بھی احکام شریعہ کے مطابق چلنا ضروری ہے مثلاً عورتیں پردہ کریں، پردہ والا لباس پہنیں، باریک کپڑے نہ پہنیں، مرد ٹخنوں سے نیچا کوئی بھی کپڑا نہ پہنیں، نہ کُرتا نا پاجامہ۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے:

﴿مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فِي النَّارِ﴾ (مشکوۃ المصابیح کتاب اللباس)

"جو کپڑا ٹخنوں سے نیچا ہو گا وہ دوزخ میں لے جانے والا ہے۔"

آج کل ٹخنوں سے نیچے کپڑے پہننے کا مرض بہت عام ہے۔ دیکھو حدیث شریف میں کس قدر وعید شدید ہے۔ اس سب کے باوجود عموماً لوگوں میں ٹخنے سے نیچے پہننے کا رواج ہے۔ اس میں مخیلہ یعنی اتراوا پن ہے اور اس میں عزّت سمجھتے ہیں اور لوگوں کی اس بات سے ڈرتے ہیں کہ یہ شخص ایسا ہے کہ اس کے ٹخنے بھی ڈھکے ہوئے نہیں۔ لوگوں کا مزاج یہ بن گیا ہے کہ انسانوں کی خواہش کے مطابق چلنا چاہتے ہیں نہ احکام

اسلامیہ کی پرواہ کرتے ہیں نہ آخرت کے دن پیش آنے والی مشکلات اور عذاب کی وعیدوں کا خیال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں لیکن ان کی مسلمانی ایسی ہی چالو قسم کی ہے۔

○ **فرمایا:** شاید کوئی شخص یوں کہے کہ جب مال ہم نے کمایا ہے تو ہمارا مال ہے۔ ہم جیسے چاہیں خرچ کریں، جسم بھی ہمارا ہے جیسے چاہیں اور جو چاہیں کھائیں، پئیں اور پہنیں، ارے نادانو! تم خود اپنے نہیں ہو تم تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہو اس کی مخلوق بھی ہو مملوک بھی ہو، جو خالق و مالک ہے اسے ہر طرح اختیار ہے۔ اپنی مخلوق کو جو چیز استعمال کرنے اور جس طرح استعمال کرنے کی اجازت دی ہے اس کی خلاف ورزی گناہ ہے۔ مال کمانے کی قوت اللہ تعالیٰ نے دی، آنکھیں دیں، ہاتھ پاؤں دیئے، ہوش گوش سے نوازا لہٰذا اسی کے حکم کے مطابق چلنا لازم ہے۔ دیکھو دنیا میں ماں باپ بچوں کو کھلاتے پلاتے ہیں۔ اگر کوئی بچہ نافرمانی کرے تو اسے کہتے ہیں ہم نے تجھے اسی دن کے لئے پالا تھا، جب ماں باپ کی نافرمانی بری بات ہے جو مالک مجازی ہیں تو مالک حقیقی کی نافرمانی کتنی بری ہوگی۔ وَمَایَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيبُ۔

تربیت اولاد

○ **فرمایا:** اللہ جلّ شانہٗ نے بنی آدم کی نسل چلانے اور بڑھانے کے لئے آپس میں مرد اور عورت کی ایک دوسرے کی طرف رغبت رکھ دی اور دونوں میں شہوت بھی پیدا فرما دی، لیکن شہوت پورا کرنے کی حدود بھی مقرر فرمادیں، اول تو نکاح کو حالات کے اعتبار سے لازم قرار دیا پھر اس کی تفصیل بتائی کہ کس سے نکاح حرام ہے اور کس کس سے حلال ہے، اگر مرد عدل قائم کرسکے تو اسے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی بھی اجازت ہے لیکن بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں نکاح میں نہیں رکھ سکتا، دیکھو اس میں حد بندی بھی ہے اور آسانی بھی ہے۔

○ **فرمایا:** اللہ تعالیٰ نے نسل چلانے کے لئے شہوت تو رکھی ہی تھی اولاد پیدا ہوجائے تو اس کی محبت اور ماما ماں باپ میں اور دوسرے متعلّقین کے دلوں میں پیوست فرما دی، شریعت کا حکم تو ہے ہی کہ اولاد کی پرورش کرو اور کس طرح کرو لیکن انسان اپنی مامتا سے بھی مجبور ہے اسے پرورش کرنا ہی پڑتی ہے۔

پھر ناسمجھ بچوں کے دلوں میں بھی فطری طور پر یہ بات ڈال دی کہ یہ میرے ماں باپ ہیں انہیں سے لگا رہنا اور لپٹا رہنا چاہئے، دیکھو چھوٹے بچے جس ناز و نخرہ سے ماں باپ سے فرمائش کرتے ہیں اور ضد کرکے اپنی منشا کے مطابق مال خرچ کروا دیتے ہیں، ماں باپ کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ ایسا نہیں کرسکتے۔

○ **فرمایا:** بعض مرتبہ حالات ایسے ہوتے ہیں کہ نکاح میں دیر لگ جاتی ہے۔ رشتہ

نہیں ملتا، یا اسباب موجود نہیں ہوتے اس کے باوجود اسلام نے زنا کرنے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ شہوت کو دبانے کے لئے روزے رکھنے کا حکم فرمایا، یہ روزے لگاتار ہونے چاہئیں۔

پھر روزہ رکھ کر شہوت کو دبانے کا حکم تو فرمایا لیکن قوت مردانگی زائل کرنے کی اجازت نہیں دی، بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَصٰى وَلاَ اخْتَصٰى﴾ (مشکوٰۃ المصابیح)

"وہ ہم میں سے نہیں ہے جو کسی کو خصی کرے یا خود خصی ہو جائے۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کا اصل مقصد اولاد کی پیداوار ہے جسے "وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ" میں بیان فرمایا ہے۔ اگر کسی کو سردست نکاح کرنے کا موقعہ نہیں ہے۔ تو روزہ رکھ کر شہوت کو دبالے بالکل شہوت کو زائل نہ کرے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا موقعہ دیدے اور ایسے حالات پیدا فرمادے کہ نکاح کرنے کی صورت نکل آئے۔

○ **فرمایا:** جب اولاد پیدا ہو جائے تو اسے پیار و محبت سے پالے اس پر حلال پیسہ بھی خرچ کرے، لیکن اس کے کہنے سے گناہ نہ کرے مثلاً بچے کہتے ہیں کہ ہمیں تصویریں یا گڑیاں خرید دیں تو ان کی بات نہ مانیں، غیر شرعی لباس سلوانے یا خریدوانے کو کہیں یا لڑکیاں بے پردہ پھرنے کو کہیں تو ان کی یہ خواہش پوری نہ کریں۔

○ **فرمایا:** اولاد کی تربیت صرف یہی نہیں ہے کہ روٹی کپڑا پہنادیں اور نرم بستر پر سلادیں، محبت کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ انہیں اعمال صالحہ والا بنائیں، گناہوں سے پرہیز کرنے والا بنائیں اور انہیں شرعی احکام سکھائیں۔ قرآن مجید پڑھائیں حفظ

کرائیں نمازیں صحیح یاد کروائیں نماز پڑھنے پر خوب زور دیں۔

ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کہ اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب سات سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھنے پر ان کو مارو جب کہ وہ دس سال کے ہو جائیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

○ **فرمایا:** آج کل لوگوں نے رواج کو ہی اپنا راجا بنا رکھا ہے۔ کافروں میں جو چیز رواج پا جاتی ہے۔ اسی کو خود بھی اختیار کر لیتے ہیں اور اولاد کو بھی اسی پر ڈھالتے ہیں لڑکوں اور لڑکیوں کو اسکول و کالج کی زینت بناتے ہیں وہاں بے حیائی کا لباس پہن کر جاتے ہیں۔ لڑکے لڑکیاں ایک ساتھ بیٹھتے ہیں۔ پہلے تو لڑکے ہی پتلون پہنتے تھے اب لڑکیاں بھی پہننے لگیں، غضب کر دیا کیسی بے شرمی ہے۔

○ **فرمایا:** ماں باپ کا یہ حال ہے کہ اولاد کو نہ نماز سکھاتے ہیں نہ نماز پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ والد صاحب خود بھی ڈاڑھی مونڈتے ہیں لڑکوں کو بھی اس طور طریق پر ڈالتے ہیں اور ایک واجب شرعی کو عار سمجھتے ہیں۔

○ **فرمایا:** تقویٰ معیار کرامت ہے۔

سورۃ الحجرات میں......ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: ”اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے چھوٹے بڑے قبیلے بنا دیئے بے شک سب سے بڑا عزّت والا اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو بے شک اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اول تو یہ فرمایا کہ لوگوں کی تخلیق یعنی پیدائش ایک مرد و عورت یعنی حضرت آدم و حضرت حواء علیہما السلام سے ہے جتنے بھی انسان ہیں اپنے آباء و اجداد کے واسطے سے انہی دونوں انسانوں تک نسب پہنچتا ہے کالے گورے چھوٹے بڑے مختلف اقوام اور قبائل اور سارے براعظموں میں رہنے والے امیر کبیر اور فقیر و حقیر سب انسان بنی آدم ہیں نسب کے اعتبار سے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے اعتبار سے کسی کو کوئی فضیلت حاصل نہیں یہ کنبے اور قبیلے جو دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں یہ جان پہچان کے لئے ہیں دنیا کی بڑائی اور بہتری، مال زیادہ ہونا، صاحب جائیداد ہونا، صاحب اقتدار ہونا، اس سے آخرت کی کامیابی کی امید رکھنا بے وقوفی ہے وہاں ایمان اور اعمال صالحہ کام دیں گے دنیا کی ساری بڑائی دھری رہ جائے گی اعمال صالحہ کیا ہیں ان میں فرائض و واجبات کا اہتمام کرنا اور گناہوں کا چھوڑنا مراد ہے۔ جسے تقویٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ اور معزز اور مکرم وہی شخص ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو اگر کوئی شخص دنیاوی اعتبار سے کم مال والا ہے۔ اونچے نسب کے دعویداروں کے مقابلہ میں دنیا میں اس کی حیثیت کم ہے۔ لیکن وہ تقویٰ میں بڑھا ہوا ہے قیامت کے دن اس کا تقویٰ اسے کام دے گا بڑے بڑے نسب والے کافر اور فاسق وہاں ذلیل ہوں گے عذاب کے مستحق ہوں گے۔ دنیا کی اچھل کود نسب کی بڑائی کچھ کام نہ آوے گی اونچے نسب والے بھی ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے بخشے جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ ایک دن صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے عام خطاب فرمایا کہ اے لوگو! تم اپنی جانوں کو دوزخ سے بچالو میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا پھر اپنے قبیلہ اور قوم قریش اور آل و اولاد کو خصوصی طور پر خطاب فرمایا ارشاد فرمایا:

اے قریش کی جماعت اپنی جانوں کی بچاؤ کا فکر کر لو میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا اے بنی عبد مناف اپنی جانوں کے بچاؤ کا فکر کر لو میں تمہیں اللہ کے عذاب

سے نہیں بچا سکتا اے عباس بن عبدالمطلب میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اے صفیہ (رسول اللہ کی پھوپی) میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد جو چاہے میرے مال میں سے طلب کر لے میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ (مشکوۃ المصابیح ص۴۶۰)

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ایمان پر اور اعمال صالحہ پر فیصلے ہوں گے کوئی شخص نسب کی بنیاد پر دھوکے میں نہ رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قرابت کی وجہ سے میری نجات اور مغفرت ہو جائے گی۔ سورۃ توبہ میں فرمایا:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ۝﴾

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

اس آیت شریفہ میں دو حکم دیئے اول یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ دوم یہ کہ سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ..... اس میں جو دوسرا حکم دیا ہے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو پہلے حکم پر بھی بآسانی عمل ہو جائے گا سچے لوگ وہ ہیں جو ایمان میں سچے ہیں، اعمال میں سچے ہیں، ریاکار نہیں ہیں۔ اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ سے متصف ہیں متبع سُنّت ہیں۔ اگر کوئی شخص ایسے حضرات کے ساتھ رہے گا ان کی صحبتیں اٹھائے گا تو اسے صفت تقویٰ حاصل ہو جائے گی۔ صحبت صدق بہت بڑی صفت ہے سورۃ الزمر میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾

صدق ایمان میں بھی لازم ہے ورنہ نفاق ہو جائے گا۔ اعمال میں بھی لازم ہے اگر اعمال میں سچائی نہ ہوگی تو ریاکاری داخل ہو جائے گی۔ اعمال پوری طرح اور اچھی طرح ادا نہ ہوں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے شہوانی جذبات اور شیطان کی تسویلات اور معاصی کی تحریکات انسان کو گناہوں میں مبتلا رکھتی ہیں..... فکر آخرت اور نفس کی اصلاح کے لئے

ان حضرات کی صحبت کی ضرورت ہے جو صالحین ہوں صادقین ہوں آخرت کے فکر مند ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں، بری صحبتوں میں انسان برا ہوجاتا ہے اور نیک لوگوں کی صحبت میں نیک بن جاتا ہے۔ آیت بالا میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ سچوں کے ساتھ ہوجاؤ در حقیقت صادقین کی اور صالحین کی مجلسوں میں جانا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ان کی کتابیں پڑھنا یہ انسان کے متقی اور صالح بنانے کا بہت بڑا گر ہے، تجربہ یہ ہے کہ جس کسی میں صلاح وفلاح اور نیک مزاجی کے جذبات نظر آئیں گے تحقیق کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس شخص کو یا اس کے باپ دادوں میں سے کسی کو نیک بندوں کی صحبت میسر ہوئی ہے، جہاں تک ممکن ہو صالحین وصادقین کی صحبتوں میں جائیں اور ان کی کتابیں پڑھیں۔

﴿إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝﴾

دنیا سے استغناء

○ **فرمایا:** دنیا اور اہل دنیا سے استغناء رکھنا چاہئے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ دنیا کے طالب بنو گے تو دور بھاگے گی اور استغناء برتو گے تو پیچھے لگے گی اور دوڑ کر آئے گی دنیا سے بے رغبتی اور اس سے کم سے کم فائدہ اٹھانا یہ ہے نفع کی چیز کہ انسان ہشاش بشاش رہتا ہے، دنیا کے جھمیلوں سے آزاد رہتا ہے بقدر ضرورت کمایا اہل و عیال کی ضرورت میں خرچ کر دیا باقی تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو گیا کوئی کر کے تو دیکھے۔ دیکھو کیسا مزہ آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ما أوحى إلي أن أجمع المال وأكون من التاجرين ولكن اوحى إلي ان سَبِّح بحمد ربك وكن من الساجدين واعبد ربك حتى يأتيك اليقين﴾ (مشکوۃ المصابیح)

"میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجروں میں سے ہو جاؤں، میری طرف تو یہ وحی کی گئی کہ اب تم اپنے رب کی تسبیح بیان کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔"

رسول اللہ ﷺ مال جمع نہیں فرماتے تھے، بہت مال آتا تھا اسے فی سبیل اللہ خرچ کر دیتے تھے اور اپنے گھروں میں تین تین دن آگ نہیں جلتی تھی۔ غزوہ حنین کے موقعہ پر آپ نے مال غنیمت تقسیم فرمانا شروع کیا تو ایک ایک شخص کو ہزار ہزار بکریاں عنایت فرما دیں اور بعض لوگوں کو سو سو اونٹ دے دیئے صفوان ابن امیہ جو اس

وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے مکہ مکرمہ سے آپ کے ساتھ ہو لئے تھے اور چار ماہ کی مہلت لی تھی کہ اسلام لانے کے بارے میں غور و فکر کروں گا جب رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کا یہ عالم دیکھا تو آنکھیں پھٹی رہ گئیں اور دل میں کہا "لا تطیب بذلک الا نفس نبی" ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ وہ ایمان لے آئے۔

○ **فرمایا:** کہ دنیا میں سب کو مرضی کے خلاف چلنا پڑتا ہے۔ یہ دنیا دار التکلیف ہے اگر اس میں سکون اور راحت ملے تو تعجب کی بات ہے۔

ایک شخص نے مسئلہ پوچھا فرمایا کہ کیا تمہارا ذاتی مسئلہ ہے یعنی (تمہیں پیش آیا ہے) انہوں نے کہا کہ نہیں کسی اور نے پوچھا ہے فرمایا کہ اس سے کہنا خود آکر پوچھے کیا اس کے پاؤں میں مہندی لگ رہی ہے۔ اگر میں تم کو بتا دوں تو کچھ کا کچھ جا کر بتا دو گے میں کہوں گا آم تم سمجھو گے امرود اور اس کو جا کر جامن بتا دو گے۔

○ **فرمایا:** صرف اللہ تعالیٰ ہی خالق اور صرف حقیقی مالک ہے وہ جب چاہے جس صورت اور جس کیفیت پر چاہے پیدا فرمائے کوئی بھی روک ٹوک نہیں کر سکتا جس کو چاہے صحیح سالم جس کو چاہے لولا لنگڑا بہرا نابینا پیدا فرمادے جس کو چاہتا ہے صحیح سالم پیدا فرما کر بعد میں معذور بنا دیتا ہے۔

○ **فرمایا:** کہ کسی کا قد دراز اور کسی کا قد ٹھگنا ہے یہ سب قادر مطلق کی قدرت کے مظاہر ہیں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں ایک دراز قد شخص آگیا لوگ اسے دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے اور ایک شخص کو دیکھا کہ عمر بڑی تھی مگر قد پانچ سال کے بچہ کے برابر بھی نہ تھا، زیادہ کھانے پینے سے قد نہیں بڑھتا اور نہ اس سے زیادہ طاقت آتی ہے۔ قوت و طاقت اللہ تعالیٰ کا مستقل عطیہ ہے مالداروں کے کھاتے پیتے بچے کمزور اور تنگ دستوں کے بچے قوی اور توانا ہوتے ہیں۔

○ **فرمایا:** کوئی بھی مخلوق ایک ذرہ اور ایک حبہ پیدا کرنے پر قادر نہیں تصویر

بنانے والوں کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ اللہ کی تخلیق کی مشابہت اختیار کرتے ہیں (یہ حرمت تصاویر کی ایک وجہ ہے) حدیث قدسی ہے:

﴿ومن اظلم ممن ذهب يخلق كخلقه فليخلقوا ذرة او ليخلقوا حبة او شعيرة﴾ (رواہ البخاری و مسلم)

"اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا کہ میری تخلیق کی طرح پیدا کرنے لگے۔ چاہئے کہ یہ لوگ ایک چھوٹی سے مثلاً چیونٹی کی طرح پیدا کردیں یا ایک دانہ پیدا کردیں یا ایک جو پیدا کردیں۔"

جو لوگ تصویریں بناتے ہیں وہ لوگ اللہ کی تخلیق میں مشابہت اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا جس صورت پر چاہا بنا دیا سب انسان و جانور مجبور ہیں اسی صورت پر رہیں گے جس پر پیدا کئے گئے ہیں۔ کالا گورا اور سانولا رنگ جسے جو بھی دے دیا گیا اسی کے مطابق جئے گا اللہ تعالیٰ نے جتنے پھل پیدا فرمائے اور جس صورت پر پیدا فرمائے اور جتنی جسامت پر پیدا فرمائے ان کے خلاف ان کے سوا نہ کوئی شخص پھل پیدا کرسکتا ہے نہ ان کی جسامت اور مقدار اور کیفیت اور مزہ بدل سکتا ہے۔ حدیث بالا میں انہیں لوگوں کا ذکر ہے ایک ذرہ اور حبہ پیدا نہیں کرسکتے یعنی وجود میں نہیں لاسکتے اور تصویریں بنا بنا کر اللہ تعالیٰ کی شان تخلیق کا مقابلہ کرتے ہیں اسی لیئے ایک حدیث میں فرمایا ہے:

﴿اشد الناس عذابًا عند اللّٰه المصورون﴾

"لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ سخت عذاب والے وہ لوگ ہیں جو تصویریں بنانے والے ہیں۔" (رواہ البخاری و مسلم عن ابن مسعودؓ)

○ **فرمایا:** آج کل تصویریں کھینچنے اور کھچوانے اور گاڑیوں میں اور الماریوں میں مجسّمے لٹکانے کا عام رواج ہوگیا ہے حالانکہ فوٹو کھینچنا اور کھنچوانا اور مورتیاں بنانا اور

بنوانا اور گاڑیوں میں اور گھروں میں لگانا اور لٹکانا حرام ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھتی ہوگی اور کان ہوں گے جن سے سنتی ہوگی اور زبان ہوگی جس سے بولتی ہوگی وہ کہے گی کہ میں تین قسم کے لوگوں پر مسلّط کی گئی ہوں:

۱ ہر ظالم ضدی۔
۲ ہر وہ شخص جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو معبود بنایا۔
۳ تصویر بنانے والے لوگوں پر۔

(رواہ الترمذی عن ابی ہریرہؓ)

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصویر ہو اور آپ نے تصویر بنانے والوں پر لعنت بھیجی۔ (رواہ البخاری)

اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو کیا مصیبت ہے کہ لعنت میں گرفتار اور رحمت کے فرشتے کو گھر میں آنے سے روکیں اور موت کے بعد سخت عذاب میں مبتلا ہوں اور تصاویر کے ذریعہ حرام کمائی میں لگیں۔

○ **فرمایا:** دنیاداری حب جاہ اور مال کا نام ہے اور یہ دونوں بیماریاں بہت خطرناک ہیں اور اسی میں ابتلا زیادہ ہے کیونکہ طلب جاہ کے لئے مال و دولت کا ہونا ضروری نہیں فقیری میں بھی حب جاہ کا جذبہ کام کرتا رہتا ہے اور بہت سے لوگ مال نہ ہونے پر بھی تکبر میں مبتلا رہتے ہیں بعض بے پیسے والوں کا یہ مقولہ تو مشہور ہی ہے کوئی مال میں مست کوئی کھال میں مست۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ایک آدمی اچھے کپڑے اور اچھے جوتے کو پسند کرتا ہے (کیا یہ تکبر ہے) فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال کو پسند فرماتا ہے اور فرمایا "الکبر بطر الحق و غمط الناس" (رواہ مسلم) یعنی تکبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرائے اور لوگوں کو حقیر جانے۔

حق کو ٹھکرانا اور دوسروں کو حقیر جاننا اس میں غنی اور فقیر پڑھے بے پڑھے سب ہی مبتلا ہیں، جب کوئی حق بات کہی جائے اور نفس کے خلاف پڑ جائے تو مال دار کو بھی بری لگتی ہے اور فقیر کو بھی، حق قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے بلکہ الٹے مسئلے بتانے والے مولوی کی غیبتیں کرنے لگتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے بات نہیں کرے گا اور ان کو پاک نہیں کرے گا اور ان کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا اور قیامت کے دن ان کے لئے دردناک سزا ہوگی۔

❶ بوڑھا زنا کار (اس کی شہوت بھی ضعیف ہو چکی پھر بھی ایسی حرکت کرتا ہے)۔
❷ جھوٹا بادشاہ جو صاحب اقتدار ہوتے ہوئے بھی جھوٹ بولتا ہے۔
❸ فقیر آدمی جو تکبر کرنے والا ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دنیا میں شہرت کے لئے کوئی لباس پہنا (جس کا یہ مقصد ہو کہ لوگوں کو یہ پتا چل جائے کہ دیکھو اس کا ایسا بڑھیا لباس ہے) اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔ (مشکوۃ المصابیح ص۳۷۵)

کویت کا ایک طالب علم مدینہ منورہ میں میرے پاس حدیث پڑھتا تھا اس نے بتایا کہ میرے والد کی سخت نصیحت ہے کہ خبردار یہاں کویت میں ٹخنے سے اوپر پاجامہ پہن کر گھر سے باہر نہیں نکلنا، ٹخنے سے نیچے لباس میں مخیلہ یعنی اترانا اور اپنے کو بڑا سمجھنا بھی ہے اور حق کا ٹھکرانا بھی ہے۔ احادیث شریفہ میں سختی سے ممانعت ہوتے ہوئے پھر بھی اس پر اصرار کرنا اور حدیث کے خلاف اولاد کو چلنے کی نصیحت اور وصیت کرنا کیا یہ اسلامی احکام کی نافرمانی نہیں ہے؟ مسلمان بھی ہیں اور نافرمان بھی کیا یہ مخلص مسلمان کے طور طریق ہیں، اسی بطر الحق میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی عالم قصداً یا غلطی سے مسئلہ غلط بتادے پھر جب اسے تنبیہ کی جائے تو اپنی بات واپس لینے میں اور یہ کہنے میں کہ

مجھ سے غلطی ہوگئی تھی اپنی خفت اور انسلٹ محسوس کرے اور غلطی پر جمارہے حق کو جس طرح بھی ٹھکرایا جائے یہ سب تکبر میں شامل ہے۔

بے عملی کے نقصانات

○ **فرمایا:** علم و عمل دونوں کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ بہت سے لوگوں میں عمل کا ذوق تو ہوتا ہے لیکن علم کا ذوق نہیں ہوتا۔ بہت سے غیر شرعی کام کر جاتے ہیں عبادات میں بدعات اختیار کر لیتے ہیں، شیطان انہیں آسانی سے بھکا لیتا ہے، ان میں عبادت کا عجب بھی پیدا ہو جاتا ہے، نیز علم نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کو کامل و مکمل سمجھتے ہیں یہ بہت خطرناک راستہ ہے۔ یہ جو خانقاہوں میں دنیاداری اور ریاء کاری آ رہی ہے اسی بے علمی کی وجہ سے ہے ایک تو بے علم اوپر سے خلافت کا غرور اور تیسرے مریدوں کا حضرت حضرت کہہ کر پیروں کے نفوس کو موٹا کرنے والی خوراک، پھر فکر آخرت نہ ہونا۔ ان سب چیزوں سے پیری بھی ایک دنیاداری بن چکی ہے اور مریدی بھی خلافت حاصل کرنے کے لئے اختیار کی جاتی ہے۔ جہاں کسی مرید نے پیر صاحب کی خدمت کر دی یا ہدایا زیادہ دے دیئے یا حضرت حضرت کی خوب زیادہ کثرت کر دی بس اسے خلافت مل جاتی ہے پھر وہ بھی وہی طریقہ اختیار کرتا ہے جو اس نے اپنے پیر سے سیکھا ہے۔

○ **فرمایا:** تصوف کا دعویٰ ہو اور دنیا کی طلبی ہو یہ کوئی تصوف نہیں۔ تصوف تو تزکیہ نفس، اخلاص نیت، کثرت ذکر اور فکر آخرت کے اسباق پڑھانے کے لئے ہے۔

○ **فرمایا:** ایسے لوگ پیر بنے ہوئے ہیں جن سے ناظرہ قرآن بھی نہیں پڑھا جاتا، نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ بھی صحیح یاد نہیں ہوتا، نماز کے فرائض و واجبات کا علم نہیں،

احادیث شریف کا مطالعہ نہیں، رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا بھی علم نہیں، پیر صاحب دنیا کے طالب ہیں۔ ھداھم اللّٰہ تعالٰی۔

ان پیروں میں وہ لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ دل کا تعلق اللہ سے ہونا چاہئے۔ نماز پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں، بلکہ مسلمان ہونے کی بھی ضرورت نہیں یہ تو سراسر قرآن مجید کی تصریحات کا انکار ہے۔ قرآن مجید میں تو یہ فرمایا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، اور یہ بھی ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾

"یعنی جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دین قبول کرے گا تو وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خسارہ والوں میں سے ہوگا۔"

یہ خسارہ کیا ہے دوزخ کا دائمی عذاب ہے جو کافروں کے لئے مقرر ہے جس کا دوسری آیات میں اعلان فرمادیا۔

○ **فرمایا:** امریکہ میں رہنے والے بعض اصحاب سے ملاقات ہوئی ان سے احقر نے کہا کہ اسلام کی تبلیغ کریں اور خاص کر نصاری کو اسلام کی دعوت دیں، اس پر ایک نوجوان کہنے لگا کہ جب ہم نصاری سے بات کرتے ہیں تو وہ یہ سوال کرتے ہیں کہ زندہ نبی کی پیروی کی جائے یا مردہ نبی کی؟ اس نوجوان کی بات سے پتہ چلا کہ نصاری نے بہت سے حیلے بہانے تلاش کر رکھے ہیں جنہیں اسلام سے روکنے کے لئے استعمال کرتے ہیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ احقر نے اس نوجوان سے کہا کہ آپ عیسائیوں سے یوں کہیں کہ تم اپنے عقیدہ کے مطابق بات کرتے ہو یا ہمارے عقیدہ کے مطابق؟ تمہارا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا تھا جو شخص مقتول ہوگیا وہ زندہ کہاں، اپنے اس جھوٹے عقیدہ کو تم لوگوں نے اپنی

نجات کا سبب بنا رکھا ہے تم کہتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قتل ان کے ماننے والوں کا کفارہ ہو گیا اور پھر اس عقیدہ کے مطابق اتوار کے دن چرچ میں جا کر وہاں کے پادری سے گناہ معاف کروا لیتے ہو دیکھو کیسی بے تکی بات ہے کہ نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی اور اسے معاف کر دے کوئی مخلوق! قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

"اور کون معاف کرتا ہے گناہوں کو سوائے اللہ کے۔"

یہ تو جواب ہو نصرانیوں کو ان کے عقدیہ کے مطابق، اور ہمارے عقیدہ کے مطابق جواب یہ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد گزشتہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ انہوں نے کامل شریعت پیش فرمائی ہے جس میں زندگی کے تمام شعبوں کے احکام ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو احکام بتاتے تھے وہ تو تم نے ختم کر دیئے۔ بھلا بیٹھے، انجیل شریف میں تحریف کر دی، اب تو تمہارے پاس ان کے قتل کا عقیدہ اور کفارہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ تم تو یہ بھی نہیں ثابت کر سکتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کھانے پینے کے کیا آداب بتائے تھے، غور کرو اور اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

○ **فرمایا:** غیر مسلمین قوم یا مذہب کے طور پر مرنے والے کی بیویوں اور بیٹیوں کو میراث کا حصہ نہیں دیتے جو کچھ ہوتا ہے جس کے پلے پڑتا ہے وہ لے اڑتا ہے۔ مسلمانوں میں بھی یہی مصیبت ہے، بہت کم شریعت کے مطابق میراث تقسیم کی جاتی ہے۔ لڑکیوں اور مرنے والے کی بیویوں کو عموماً حصہ دیتے ہی نہیں، بیٹے ہی قبضہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں بہت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے حق العباد پر غاصبانہ قبضہ بھی ہے اور جنس ضعیف یعنی بہنوں اور ماؤں پر ظلم بھی ہے۔

حقیر دنیا کے لئے مال پر غاصبانہ قبضہ کر لینا اور بہنوں ماؤں کو محروم کر دینا آخرت

کے حساب سے غفلت اور بے فکری کا نتیجہ ہے، جب وہاں نیک اعمال سے حقوق العباد کی ادائیگی کرنے پڑے گی تو یہ جائیدادیں اور نوٹوں کے گڈے جن پر قبضہ کر لیا تھا مصیبت اور عذاب بنیں گے۔ کافرانہ رواج مسلمانوں نے بھی اپنا رکھا ہے، دین اسلام کے علاوہ کسی دین میں بیٹی کے لئے میراث میں کوئی حصہ نہیں۔ کچھ لوگ عورتوں کے حقوق کی رٹ لگاتے ہیں اور مرد کے برابر دیکھنا چاہتے ہیں، بے حیائی اور بے پردگی اور بے شرمی میں عورت کا بھلا سمجھتے ہیں۔ (ان کا جھوٹا خیال ہے کہ عورت مردوں کی طرح بازاروں میں بے پردہ ہو کر گھومنے لگے تو اسے مردوں کی برابری حاصل ہو جائے گی) لیکن میراث میں حصہ دلانے کو تیار نہیں جو اس کی ضرورت میں کام آئے، دشمنان دین کو سب سے زیادہ یہ بات کھلتی ہے کہ اسلام میں پردہ کا حکم ہے اور بے حیائی سے روکا جاتا ہے، اس بے حیائی کی محبت میں انہیں اسلام کی خوبیاں نظر ہی نہیں آتی ہیں۔ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ میراث میں عورت کا آدھا حصہ ہے لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے نزدیک تو آدھا بھی نہیں، شریعت اسلامیہ نے لڑکی کو میراث کا حصہ بھی دلایا اور اس کے لئے مہر مقرر کرنے کا حکم بھی دے دیا جب اس کا نکاح ہو گا وہ جتنا چاہے مہر مقرر کر سکتی ہے۔ یہ مہر اور میراث کا حصہ مل کر اس کا اچھا خاصہ گزارہ ہو سکتا ہے۔ لڑکوں کو دوگنا حصہ دینے میں یہ مصلحت بھی ہے کہ ان کی بیویوں کے مہر بھی دینے ہیں اور بچوں کی پرورش بھی کرنی ہے، اسلامی قوانین کے خلاف وکیلوں اور پٹواریوں اور تحصیل داروں اور ان کے کارندوں کو بھی یہ بات ناگوار ہوتی ہے کہ متوفی کا لڑکا شریعت اسلامیہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی بہنوں کو باپ کی میراث سے حصہ دینے لگے۔ یہ لوگ لڑکے کو آمادہ کرتے ہیں کہ تو سب اپنے نام کر لے۔

○ **فرمایا:** جو لوگ آزاد منش ہیں ان کو متنبہ کرنے کے لئے جب حضرات علماء

کرام کچھ لکھتے ہیں یا زبانی طور پر حق کا اظہار کرتے ہیں تو یہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ مولویوں کو بس کافر بنانا اور دوزخ میں بھیجنا ہی آتا ہے اور مولوی دین کے ٹھیکدار بنے ہوئے ہیں۔ جب یہ بات حق ہے کہ دین قرآن اور حدیث ہی سے ملتا ہے تو جس کے پاس قرآن وحدیث کا علم ہوگا وہی دین کا ٹھیکدار ہوگا اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ مالیات کا کاروبار ٹھیکہ وہی لیتا ہے جس کے پاس مال ہوتا ہے اور تجارت میں ماہر ہوتا ہے۔ فقیر آدمی جسے تجارت کی کچھ بھی شدبد نہ ہو بڑی بڑی کمپنیوں کے ٹھیکے کیسے لے سکتا ہے، رہی یہ بات کہ کافر بنانا ہی جانتے ہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ حضرات علماء کرام کسی کو کافر نہیں بناتے، قرآن کریم کی تحریفات اور عقائد اسلامیہ کا انکار کرنے کی وجہ سے ملحد اور زندیق خود ہی کفر اختیار کر لیتے ہیں۔ علماء بتا دیتے ہیں کہ تو کافر ہو گیا، تو احسان ماننے کے بجائے ان کی شکایتیں کرنا اور برے الفاظ سے یاد کرنا، گھر بیٹھ کر صلواتیں سنانا یہ تو خود اپنی جان پر ظلم ہے۔